تالیف

محمد عبید اللہ الاسعدی

نظر ثانی و تقریظ

محدثِ عصر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی

ناشر

مکتبۂ حراء لکھنؤ

پوسٹ بکس ۳۷۲

- سلسلہ اشاعت ـــــــــــ نمبر ۴
- نام کتاب ـــــــــــ علوم الحدیث
- بار اول ـــــــــــ ۱۴۰۶ھ
- تعداد اشاعت ـــــــــــ ۳۱۰۰
- طباعت ـــــــــــ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس
- قیمت ـــــــــــ 30/=
- باہتمام ـــــــــــ عمیر الحسینی

ملنے کے پتے :

ـــــ مکتبۂ حِراء ـــ پوسٹ بکس ۲۷۴ ـ لکھنؤ

ـــــ مکتبۂ رحمانیہ ـ ہتھورا ـ ضلع باندہ

حبیب الرحمٰن الاعظمی

Habibur-Raheman Al-Azmi

P.O. Box No. 1

MAUNATHBHANJAN. 275101
Azamgarh, (U.P.)
INDIA.

پٹھان ٹولہ، مئوناتھ بھنجن
اعظم گڈھ (یو پی)

Date

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزی مولانا عبید اللہ اسعدی مدرس جامعہ عربیہ ہتورہ ضلع باندہ نے
مصطلح الحدیث یعنی اصول حدیث کے بیان میں یہ رسالہ اردو زبان میں بڑے اچھے
ڈھنگ سے تالیف کیا ہے، پہلے بھی اصول حدیث پر اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں
مگر وہ پرانے طرز کے ہیں، اور اس رسالہ کو مولف نے نئے طرز پر ترتیب دیا ہے۔
اور فن کی بعض نئی تصنیفات سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

یہ رسالہ مبتدیوں کو فن سے مناسبت پیدا کرانے کیلئے بہت ہی اچھا اور پسندیدہ
رسالہ ہے۔ میں نے لفظ و تعبیر میں کہیں کہیں ترمیم کر دی ہے۔ مولف خود بھی
بار بار پڑھ کر جہاں کسی ترمیم کی ضرورت محسوس کریں کر لیں، تاکہ کوئی خامی رہ گئی ہو
تو دور ہو جائے، ویسے میں نے جتنا حصہ پڑھا ہے اسکو قابل اطمینان پایا ہوں،
آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور علم دین کی خدمت
کی مزید توفیق بخشے۔

حبیب الرحمن الاعظمی

۱۰ر ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مولوی حبیب اللہ جعفری اسعدی کا رسالہ اصول حدیث پر نظر سے گزرا۔ اس رسالہ کی خوبی یہ ہے کہ مصطلحات فن کو نہایت آسان اردو زبان میں بیان کیا ہے۔ جس سے نہ صرف طلباء بلکہ عام اردو خوان کو بھی خاطرخواہ فائدہ ہونے کی توقع ہے۔ حق تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کی اس کوشش کو قبولیت سے نوازے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین

اگر مولوی حبیب اللہ صاحب اصول فقہ پر بھی اسی انداز سے کام کریں اور محنت کر کے پہلے اس کے مصطلحات کو اور پھر اس کے مباحث کو آسان اردو میں منتقل کریں تو بڑی علمی اور اہم خدمت ہوگی واللہ الموفق

محمد عبد الرشید نعمانی

۱۵ شوال ۱۴۰۵ھ پنجشنبہ

(نگران شعبہ تحقیق و تصنیف جامعۃ العلوم الاسلامیۃ)

(نیو ٹاؤن کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

باب چہارم
ضروری مباحث

باب پنجم
احادیث کے اہم مجموعے

عرضِ مؤلّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

"جامعۂ عربیہ ہتھورا، باندہ" کے بانی و ناظم سیدی وسندی حضرت مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم نے اسلامی علوم کی تحصیل واشاعت میں تسہیل کی غرض سے بنیادی حیثیت رکھنے والے علوم ـــ جوکہ "علوم آلیہ" کہلاتے ہیں ـــ کو سہل ومفید اسلوب کے ساتھ اردو زبان میں منتقل کرنے کا جو خاکہ بنایا تھا، خداوندِ قدوس کا شکر واحسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس سلسلے کو "علوم الحدیث" تک پہونچانے کی توفیق بخشی، اس سے پہلے بتدریج، تجوید، نحو وصرف، بلاغت و منطق اور اصول فقہ پر کام ہوا ہے جو کہ شائع ہو کر عام ہو چکا ہے۔ یہ کام یوں تو جامعہ کے تیس پینتیس سالہ دور پر پھیلا ہوا ہے مگر زیادہ حصہ قریب کے دس سال میں تیار ہوا ہے، اور اب بظاہر اس کی ایک اور آخری کڑی باقی رہ گئی ہے یعنی "علوم القرآن" الحمد للہ اس پر بھی کام ہو رہا ہے۔ حق تعالیٰ جلد اس کو تکمیل کے مرحلہ تک پہونچائیں۔

علوم وفنون کی تسہیل کا یہ خاکہ اصلاً تو حضرت مدظلہٗ کا ہی فیض ہے مگر اس سلسلہ کو وسعت دے کر علوم قرآن وعلوم الحدیث ـــ جن کی اہمیت قرآن و سنّت کے معانی ومطالب سے واقفیت کے لئے ظاہر ہے ـــ تک پہونچانا میرے برادر خورد مولوی سید سعید حسن ندوی سلمہٗ کی تحریک وایما کا ثمرہ ہے۔

کتاب کو تیار کرنے میں قدیم کتب کے ساتھ جدید ترین کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ حوالہ جات ومراجع سے ظاہر ہے، اور وہ متعدد

ہیں مگر بنیادی طور پر دو کتابیں سامنے رہی ہیں جو قدیم کتب میں اس سلسلہ کی آخری کاوشوں میں شمار ہوتی ہیں، ایک علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کی "نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر"، دوسری امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی "تدریب الراوی علی تقریب النواوی" اس لئے کہ ان دونوں کی ترتیب و تالیف میں سابقہ تمام کتب و مآخذ کو سامنے رکھا گیا ہے اور اس لئے بھی کہ ان دونوں حضرات کا خود بھی ان علوم میں بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ اسی لئے ان دونوں کتابوں کے حوالے بکثرت آئے ہیں بلکہ یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو کہ زیر نظر کتاب دراصل انہیں دونوں کتابوں کے مباحث و معلومات کی حسب موقع مناسب اضافوں کے ساتھ تسہیل ہے۔

تیسری کتاب، جس کا حوالہ بار بار آیا ہے، ڈاکٹر محمود طحان —— استاذ کلیۃ الشریعۃ، کویت —— کی "تیسیر مصطلح الحدیث" ہے۔ اگرچہ زیر نظر کتاب کے مباحث بعض مقامات پر ترتیب میں اس کتاب سے مختلف ہیں اور اس میں بعض اہم و مفید مباحث کا مستقلاً اضافہ بھی کیا گیا ہے مگر کتاب کے مباحث کی ترتیب اور اسلوب کی تہذیب میں خصوصیت کے ساتھ اسی کتاب سے یہ روشنی ملی ہے کہ ہر موضوع کے مندرجات کو آسانی کے ساتھ فہم و ذہن میں ضبط کرنے کے لئے نمبر وار ذیلی عناوین کے تحت مختلف دفعات میں تقسیم کیا جائے مبتدی طلباء کے لئے بالخصوص اور عام ناظرین کے لئے بھی یہی انداز تحریر مناسب و مفید تر ہو سکتا ہے۔ اصول فقہ کی ترتیب میں بھی یہی انداز اسی کتاب کا فیض ہے، اور انشاء اللہ علوم قرآن میں بھی یہ انداز و اسلوب باقی رہے گا۔

کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ جن ابواب میں فقہاء احناف کا عام محدثین سے اختلاف ہے وہاں اپنے علم کے مطابق ان کی آراء کو ہی ذکر کیا گیا ہے یا ان کو ذکر کرنے و نمایاں کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، جیسے کہ کتاب کی افادیت کو بڑھانے کے لئے مؤلفین کے سنین وفات کے ذکر کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ ان کے اور ان کی کاوشوں کے اوقات کا تعین علم میں رہے۔ اسی طرح کتاب میں ایک خاص جامعیت پیدا کرنے کے لئے متون حدیث سے متعلق مؤلفات اور بالخصوص ائمہ اربعہ کی مؤلفات کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور حجیت حدیث وغیرہ جیسے موضوعات سے متعلق بھی ضروری معلومات کو مختصراً جمع کر دیا گیا ہے۔

اپنی طرف سے کتاب میں کچھ لکھنے کی نہ تو اہلیت کا سوال ہے اور نہ ہی جرأت ممکن ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسے کسی کام کو مفید سے مفید تر بنانے کے لئے ترتیب و تہذیب اور حسب موقع مباحث و معلومات کے انتخاب میں اپنی فکر و ذہن سے کام لینا ہی پڑتا ہے، اس کی بہر حال جرأت کی گئی ہے، اور اپنی بے بضاعتی کی بناء پر بہت سے مقامات پر یہ جرأت بیجا بھی ہو سکتی ہے، جس کی وجہ سے کسی کاوش کو سامنے لاتے ہوئے دل لرزتا ہے۔

لیکن اپنی اس ناچیز کاوش کی نسبت سے اگر مکمل اطمینان و اعتماد کا اظہار مناسب نہ ہو اور ظاہر ہے کہ عقل و احتیاط کا مقتضی بھی یہی ہے، تاہم بڑی حد تک اطمینان اس سعادت کی بنا پر ہے جو اس کتاب کی نسبت سے حاصل ہے اور شاید اس کے ساتھ خاص بھی رہے کہ اس کا مسودہ کاتب کے پاس جانے سے پہلے ایک ایسے شخص کی نظر سے گذرا ہے جس کی فن میں عظمت و جلالت قدر ملک سے زیادہ بیرون ملک مسلم ہے۔ یعنی محدّث عصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم، جنھوں نے آخر کے چند مباحث کو چھوڑ کر پورا مسودہ ملاحظہ فرمایا ہے اور حسب موقع لفظی و فنی اصلاحات بھی فرمائی ہیں اور یوں ان کا ملاحظہ و مطالعہ تو سرمایۂ سعادت ہے ہی، ان کے قلم فیض رقم کے جو آثار میرے مسودے پر ثبت ہیں، میرے لئے ایک بیش بہا دولت ہیں۔

اس سعادت کا حصول جہاں والد محترم مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب مدظلہ العالی (ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی اکابر و اہل علم سے نیازمندی اور ان کی محبت و خدمت کا صلہ ہے، وہیں حضرت سیدی و سندی دامت برکاتہم کا فیض اتم ہے کہ انھیں کے حسن توسط سے مولانا اعظمی دامت برکاتہم کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی اور جو احاطہ حضرت سندی کے فیض کا سرچشمہ ہے ظاہر ہے کہ اس احاطہ میں رہ کر کام کیا جائے اور اس احاطہ سے کوئی سلسلۂ فیض سامنے آئے اور اس میں اس احاطہ کا فیض شامل نہ ہو، ناممکن ہے۔

مؤلف کی مزید خوش قسمتی ہے کہ پاکستان کے ممتاز عالم و محقق مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی ٹونکی دامت برکاتہم کی شوال ۱۴۰۵ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں آمد و قیام کے موقع پر مؤلف کو ان سے ملاقات و استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی اور آں محترم نے اپنی مصروفیات اور علمی مشاغل کے باوجود مسودہ ملاحظہ فرما کر مصنف کی ہمت افزائی کے لئے

گرانقدر تقریظ مرحمت فرمائی۔ مصنف اپنے ان اکابر کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہے اور بہ بارگاہ خداوندی میں دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور ہم خدام کو ان سے کما حقہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اور نا سپاسی ہوگی اگر اس موقع پر کتاب کو کتابت وطباعت کے مختلف مراحل سے گذار کر منظر عام پر لانے کے سلسلے میں اپنے دوسرے برادر خورد مولوی عمیر مرتضیٰ سلمہ اللہ متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء، کا ذکر نہ کروں جنھوں نے پوری دلچسپی اور اہتمام سے اس مرحلہ کو تکمیل تک پہونچایا، خدا ان کی محنت کو قبول فرمائے اور انھیں علمی وعملی ترقیات سے نوازے۔ (آمین)

حق تعالیٰ اس ناچیز کاوش کو مقبول عام بنا کر مؤلف اور اس کے سرپرستوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

محمد عبید اللہ الاسعدی غفرلہٗ
۱۲ رجب سنہ ۱۴۰۶ھ

جامعہ عربیہ
ہتھورا (باندہ)

مقدمہ

فصل اول — بعض ضروری اصطلاحات

فصل دوم — علوم حدیث و مبادیات فن

فصل اوّل

بعض ضروری اصطلاحات

۱ حدیث

(الف) معنی لغوی! نیا، گفتگو، جمع احادیث

(ب) اصطلاحی! وہ قول وفعل یا تقریر وحال جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہو نیز صحابہ کے قول وفعل وتقریر اور تابعی کے قول وفعل کو بھی حدیث کہتے ہیں [۱]

تقریر سے مراد ہے کسی امر واقعہ کے سامنے یا علم میں آنے پر خاموش رہنا، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کی وجہ سے آپؐ کی خاموشی ایسے ہی صحابہ کی جو عظمت ہے اس کی بنا پر ان کی خاموشی تائید کی دلیل ہے [۲] یعنی "تقریر" کا مفہوم ہے "خاموش تائید"

اور "حال" سے جسمانی و اخلاقی احوال مراد ہیں یعنی حلیہ اور اخلاق وعادات وغیرہ خواہ ان کا تعلق بیداری کی حالت سے یا نیند کی [۳]

۲ اثر

(الف) تعریف لغوی! کسی چیز کا باقیماندہ حصہ، نشان، جمع آثار

(ب) تعریف اصطلاحی! کی بابت تین اقوال ہیں

---

[۱] تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۲، شرح القاری بر نزہۃ ص ۱۶ و ۱۷، منہج النقد ص ۲۷ و ۲۸ متعدد حضرات نے تابعین کی تقریر کو بھی ذکر کیا ہے، [۲] حاشیۃ الحق عزوز بر نزہۃ ص ۷ و نظامی شرح حسامی ص ۶۶

[۳] شرح القاری ص ۱۶ و امعان النظر ص ۱۲۔

(۱)۔ حدیث کا ہم معنی و مرادف ہے، اسی نسبت سے محدّث کو "اَثَرِی" کہتے ہیں۔

(۲)۔ صحابہ یا تابعین کی طرف منسوب قول و فعل۔

(۳)۔ وہ چیز جس کی نسبت صحابہ کی طرف ہو[1]

عموماً محدثین کا معمول قول اول کے مطابق عمل ہے[2]

۳ **سُنّت!**

(الف) معنی لغوی! طریقہ، عادت، جمع سُنن

(ب) اصطلاحی! مفاہیم کئی ہیں مثلاً

(۱) بمعنی حدیث ــــــ اس معنی میں زیادہ معروف و مستعمل ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل۔

(۳) کتاب و سنّت سے ثابت حکم۔

(۴) بدعت کا بالمقابل حکم۔

(۵) فرض و واجب کے علاوہ دوسرے اعمال جن کے کرنے کا مطالبہ ہو، بالخصوص جس کی لزوم کے بغیر تاکید ہے، کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عتاب ہے،

(۶) حضرات صحابہ و تابعین کے معمولات و فتاوٰی اور ان سے منقول اصول و قواعد[3]

۴ **سَنَد:**

(الف) معنی لغوی! سہارا جمع اسناد

(ب) اصطلاحی! ناقلین حدیث و خبر کے ناموں پر مشتمل حصہ۔

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۴۳ و ۱۸۴ [2] ایضاً ص ۱۸۵، اعلان النظر ص ۱۱ [3] مقدمہ نزھتہ النظر ص ۷، ۸ و شرح القاری ص ۱۶ و علوم الحدیث و مصطلحہ ص ۱۱۶ و منہج النقد ص ۲۷ و ۲۸، السنتہ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۴۷ و ۴۸ مصفیٰ شرح مؤطا الدھلوی ص ۴۔

۵ مَتَن :

(الف) زمین کا سخت ابھرا ہوا حصّہ، پشت، جمع مُتون

(ب) سند کے بعد کا حصّہ کلام

(یعنی اصل مضمون، واقعہ اور قول و حال جس کا نقل کرنا مقصود ہوتا ہے)

۶ رَاوی :

(الف) لغوی معنی۔ روایت کرنے والا، نقل کرنے والا، جمع رُواۃ

(ب) اصطلاحی : حدیث کو نقل کرنے والا۔ سند حدیث میں آنے والا ہر فرد "راوی" کہلاتا ہے۔ اور مجموعہ "سند" کہلاتا ہے۔

۷ مَروی :

ا۔ معنی لغوی : روایت کیا ہوا۔ نقل کردہ، جمع مَرویّات

ب۔ اصطلاحی : وہ امر جسے روایت کیا جائے خواہ قول ہو یا فعل جسے "سند" کے بعد ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی کو "متن" کہتے ہیں۔ اور "روایت" بھی جس کی جمع "روایات" آتی ہے۔

۸ اِسناد

ا۔ معنی لغوی: ٹیک لگانا، سہارا دینا

ب۔ اصطلاحی:

۱۔ کسی بات کو اس کے کہنے والے کی طرف منسوب کرنا۔

۲۔ بمعنی سند

۹ مُسنَد :

ا۔ تعریف لغوی: منسوب، سہارا دیا ہوا!

ب۔ اصطلاحی : تین معانی ہیں۔

۱۔ ہر وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو یکجا جمع کیا گیا ہو۔

۲۔ وہ حدیث جو مرفوع ہو اور اس کی سند متصل[1] ہو۔

۳۔ سند[2]

القاب اہل فن

۱۰ مُسنِد:

(ا) تعریف لغوی: نسبت کرنے والا، سہارا دینے والا

(ب) اصطلاحی: سند کے ساتھ روایت کو نقل کرنے والا۔

۱۱ محدّث:

وہ عالم جسے حدیث کے الفاظ و معانی دونوں کا علم ہو اور روایات اور ان کے راویوں کے بڑے حصے سے واقف ہو، محض الفاظ روایت کا ہی ناقل نہ ہو[3]

۱۲ حافظ:

جمع حفّاظ

معنی اصطلاحی: کی بابت تین قول ہیں۔

ا۔ بمعنی محدث اکثر محدثین کے نزدیک۔

ب۔ ایسا محدث جس کی محدثین کے ہر طبقہ کے افراد کی بابت معلومات غیر معلومات سے زائد ہوں۔

★ ہر طبقہ کے افراد سے مراد عہد صحابہ و تابعین سے لیکر خود اس محدث کے عہد تک کے راویان حدیث ہیں بالخصوص عام متون حدیث و علوم حدیث کی تدوین کے عہد تک کے محدثین اس لیے کہ اس کے بعد اس سلسلہ کی کتابوں پر ہی اعتماد

---

[1] مرفوع یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔ متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام ناقلین کا نام مذکور ہو۔ [2] تدریب ج ۱ ص ۴۲ [3] تدریب ج ۱ ص ۴۲ تا ۴۴۔

کیا جانے لگا۔ جنھیں ائمۂ محدثین نے پوری تحقیق واحتیاط کے ساتھ تصنیف کیا ہے۔

ج۔ ایسا محدث جس کو کم سے کم ایک لاکھ احادیث کا پورا علم ہو۔ [1]

★ ان دونوں تعریفات کے اعتبار سے "حافظ" محدث سے فائق ہوتا ہے۔

"حفاظ محدثین" بہت بڑی تعداد میں گذرے ہیں۔ متقدمین، اہل تحقیق محدثین تقریباً سب کے سب اسی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ سیوطی نے ان سے واقفیت کو مستقل ایک علم بتایا ہے۔ اور ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اور ذہبی کے بعد کئی محدثین نے "تذکرۃ الحفاظ" پر اضافے کیے ہیں۔

۱۳۔ **حجت** :-

ا۔ تعریف لغوی! دلیل

ب۔ اصطلاحی! وہ محدث جس کو تین لاکھ احادیث کا پورا پورا علم ہو۔

۱۴۔ **حاکم** :-

وہ محدث جس کی احادیث سے واقفیت اتنی جامع ہو کہ شاید ہی کچھ حصہ اس کی معلومات سے باہر ہو [2]

۱۵۔ **امیر المؤمنین فی الحدیث** :- یہ بھی اکابر اہل فن کے امتیازی القاب میں سے ہے، بلکہ یہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے، اس کا مصداق وہ اہل تحقیق ائمۂ فن قرار دیئے گئے ہیں جو فن کی جملہ معلومات میں ان تمام افراد سے فائق ہوں جن کو اُن کے علاوہ دیگر القاب کا مصداق قرار دیا گیا ہے حتی کہ وہ سب اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اور اس کی آراء و تحقیق کو بنظر اطمینان و اعتماد دیکھتے ہوں۔

---

[1] تیسیر المصطلح ص ۱۶ شرح القاری علی النزھۃ ص ۳ تدریب ج ۱ ص ۵ ۴ و ۴۸۔

[2] شرح القاری علی النزھۃ ص ۳۔ وتیسیر المصطلح ص ۱۶۔

محدثین نے جن حضرات کے لیے یہ لقب تجویز کیے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں، سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج، حماد بن سلمہ، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل، بخاری، و مسلم رحمہم اللہ وغیرہ [۱]

۱۶ **تنبیہ**:۔ مذکورہ القاب کی نسبت سے جو تحدیدات ذکر کی گئی ہیں یہ اور ان کا اختلاف دراصل ہمارے اسلاف کی نسبت سے ہے جو تعریف کرنے والوں کے عرف و ماحول اور معیار پر مبنی ہے، چنانچہ سیوطی نے "مزی" سے "حفظ" کی وہ حد جس تک پہونچ جانے پر "محدث" "حافظ" کہلانے کا مستحق قرار پاتا ہے اس حد کی بابت نقل کیا ہے، کہ "اہل عرف کی طرف رجوع کیا جائے" اور بعض حضرات سے یہ تصریح بھی نقل کی ہے کہ معروف تعریفات و تحدیدات ان لوگوں کے زمانے کے اعتبار سے تھیں جن کے حق میں وہ منقول ہیں اور جن سے منقول ہیں [۲]

۱۷ **عہد حاضر**:۔ کی نسبت سے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح نے مذکورہ بعض القاب کی تحدیدات فرمائی ہیں، جن کو "شیخ عبدالفتاح ابو غدہ" نے مستحسن قرار دیتے ہوئے بعض حضرات سے اس کی تائید بھی نقل کی ہے، حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں۔

محدث[۱] وہ ہے جو کتب حدیث کے مطالعہ اور درس و تدریس کے ساتھ ہی زیادہ تر اشتغال رکھے۔

حافظ[۲]، ایسا اشتغال رکھنے والا وہ عالم جو فنی تحقیقات کے اس مقام پر پہونچ جائے کہ حدیث کو سنتے ہی اس کی معلومات اس کو بتادیں

---

[۱] منہج النقد ص ۶۰، و ۷۷، تیسیر المصطلح الحدیث ص ۱۶، شرح القاری بر نزہۃ ص ۳

[۲] تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۸۔

کہ یہ حدیث "صحاح" میں سے ہے یا "حسان" یا یہ کہ "ضعاف" میں سے ہے، نیز اس کو ایک ہزار سے زائد احادیث محفوظ ہوں،
حجت وہ محدث کہلائے گا جو کہ فن کی معلومات و تحقیقات میں اتنا عالی مقام رکھتا ہو کہ وہ کسی حدیث کی تحقیق کی نسبت سے جو کچھ کہدے اس کے ہم عصر اس کو تسلیم کریں [1]

---

[1] قواعد فی علوم الحدیث، حاشیہ، ص ۲۱ و ۲۲۔

فصل دوم

مبحثِ اوّل

عُلومِ حدیث

جس ذاتِ پاک پر قرآن کریم جیسی معجزانہ اور علوم وفنون کا گنجینہ جیسی کتاب نازل کی گئی ہو، خود اس کی گفتگو اعجازی شان سے خالی ہو، وہ خود علوم وفنون کا سرچشمہ نہ ہو، ناممکن ہے۔

اصلاً تو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تائیدات واحوال کے مجموعے کا نام ہے لیکن متعلقات نے اس کو بھی "علوم قرآن" جیسی وسعت دے دی ہے۔ اگرچہ قرآن کریم کلام الٰہی ہے اس کی شان ہی جداگانہ ہے۔ علماء نے مختلف انداز پر "علوم حدیث" پر کام کیا ہے۔ اور تفصیل و اختصار کے ساتھ مستقل کتابوں اور رسائل اور ضمنی مباحث و مقالات کی صورت میں ان کو جمع کیا ہے۔

علوم حدیث کی تعداد کی بابت "ابنِ مُلقّن" سے منقول ہے کہ دو سو سے زائد ہیں۔ مشہور محققین میں حاکم نے "پچاس" نووی و ابن صلاح نے "۶۵" سیوطی نے "۹۳" ذکر کئے ہیں۔ اور ابو حاتم و ابن حبان نے صرف "حدیثِ ضعیف" کے تحت "۴۹" علوم اور مناوی نے عقلاً "۱۲۹" اقسام کا ذکر کیا ہے۔ اس اختلافِ تعداد کی وجہ تحریر و تحقیق میں تفصیل واختصار ہے کہ بعض حضرات نے بہت سی احادیث کو ضمناً لیا ہے اور بعض نے مستقل علوم وفنون کی حیثیت سے شمار و ذکر کیا ہے۔

اصولی طور پر "علوم حدیث" کی دو اقسام ہیں:-

(الف) علم حدیث روایۃ (ب) علم حدیث درایۃ

(الف) علم حدیث روایۃ کا مصداق روایات کو سن کر حسب موقع ان کو محفوظ کر کے نقل کرنا، خواہ وہ کسی سے منقول ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ و تابعین سے اور قول و فعل سے ان کا تعلق ہو یا تائید اور اخلاقی و جبلی احوال سے ہو، اور خواہ ان کی نقل یادداشت کی مدد سے ہو یا بذریعہ تحریر و کتابت۔

(ب) علم حدیث درایۃ کا مصداق تحقیق کے ساتھ احادیث کا علم یعنی اس کے معانی و مطالب کا ان متعلقات کے ساتھ علم ہے جن کے سامنے آنے پر ہی کسی حدیث کی بابت یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے گا یا نہیں اس کے تحت معانی کی بحث بھی آتی ہے اور وہ ابحاث بھی جو آئندہ ابواب میں آپ کے سامنے آنے والی ہیں۔ ان کے مجموعے کو مختلف عنوانوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

۱- علم درایۃ الحدیث ۲- علوم الحدیث ۳- علم اصول الحدیث

۴- علم مصطلح الحدیث ۵- علم الحدیث [۱]

اگرچہ یہ ضرور ہے کہ "معانی حدیث" کا علم، پہلی دو تعبیرات یعنی "علم درایۃ الحدیث" یا "علم الحدیث درایۃ" اور "علوم الحدیث" یا "فنون الحدیث" کے تحت تو آتا ہے لیکن آخری دو تعبیرات یعنی "علم اصول الحدیث" اور علم مصطلح الحدیث" کے تحت نہیں آتا۔ اس لیے کہ ان کا ظاہری مفہوم و موضوع محض وہ اصول و قواعد ہیں جن سے احادیث پر عمل کے حق میں مدد لی جائے۔ اور یہی دونوں تعبیرات ان" اصول و قواعد" کے علم کے لیے معروف ہیں اور ان کے تحت انہیں اصول و قواعد کو ذکر کیا جاتا ہے۔ ویسے یہ دونوں تعبیرات اور بالخصوص

---

[۱] تدریب الراوی مقدمہ ص ۵، وج ۱ ص ۴۰، و علوم الحدیث و مصطلحہ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷، منہج النقد ص ۳۰، ۳۲۔

دوسری یعنی "علوم الحدیث" بکثرت استعمال ہوتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ "اصول حدیث" کے تحت حدیث سے متعلق تمام ضروری مباحث اور اکثر علوم کا ذکر آتا ہے اس لیے توسعاً "اصول حدیث" کے لیے یہ دونوں عناوین استعمال کر لیے جاتے ہیں۔

"علوم الحدیث" یا یوں کہئے کہ "علم الحدیث درایۃً" کے حصول کے لیے تمام علوم حدیث سے واقفیت کے ساتھ دوسرے بہت سے علوم کی بھی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً عربی زبان سے متعلق تمام ضروری علوم۔ اصول فقہ اور بقدر ضرورت علوم قرآن بھی جیسے کہ "علم تفسیر" سے واقفیت کے لیے اسی انداز کی جامعیت ضروری ہے۔

"علم حدیث روایۃً" کا معاملہ تو یہ ہے کہ اس کے لیے علوم وفنون کی جامعیت حتی کہ حدیث سے متعلق تمام امور سے بھی واقفیت ضروری نہیں۔

مبحث دوم

مبادیات فن

۱۔ تعریف علم اصول حدیث :۔

ایسے قواعد و ضوابط کا جاننا جن کے ذریعہ سند و متن یا یوں کہیئے راوی و مروی کے ان احوال کا علم ہو سکے جن کی بنیاد پر حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے [۱]

۱۔ موضوع :۔

مقبول و مردود ہونیکے اعتبار سے سند و متن اسکا موضوع ہے [۲] اسکے تحت حسب ذیل اہم مباحث آتے ہیں۔

(الف) حدیث کی نقل کی صورت و کیفیت اور یہ کہ وہ کس کا قول و فعل وغیرہ ہے۔

(ب) حدیث کی نقل کے شرائط اور یہ کہ اس کے حصول کی کیا صورت رہی ہے

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۴۱۔

[۲] سند و متن کی تعریفات گذر چکی ہیں اور جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے کہ سند کا مصداق ناقلین ہیں جو "راوی" کہلاتے ہیں اور "متن" کو "مروی" کہتے ہیں اس لیے ، فن کی تعریف میں سند و متن کی جگہ "راوی و مروی" کو بھی ذکر کیا جاسکتا ہے اور کیا جاتا ہے۔ [۲] ایضاً ص ۴۱۔

(ج) سند و متن کے مختلف حالات کے اعتبار سے حدیث کی اقسام۔

(د) حدیث کی تمام اقسام کے احکام۔

(ہ) راویان حدیث کے احوال کہ وہ لائق اعتبار و اعتماد ہیں یا نہیں

(و) راویان حدیث کے حق میں معتبر شرائط

(ز) حدیث کی مصنفات

(ح) فن کی اصطلاحات [1]

۳۔ غایت یعنی فائدہ:۔ صحیح و غلط، لائق عمل اور غیر لائق عمل احادیث کا امتیاز [2]

۴۔ تاریخ:۔ یوں تو اس علم کے بعض اصول و قواعد قرآن و حدیث میں موجود ہیں اور عہد نبوی و عہد صحابہ میں معروف و معمول بہ رہے ہیں مثلاً ارشاد خداوندی ہے

یاایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا [3]

(مومنو اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آیا کرے تو خوب تحقیق کرلیا کرو) اور ارشاد نبوی "اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاد و مسرور رکھے جو ہم سے کچھ سنے اور جیسا سنے ویسا ہی دوسروں تک پہونچادے اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک کوئی بات پہونچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ اس کو محفوظ رکھتے ہیں"۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "اس لئے کہ بہت سے علم کے حاملین ان لوگوں تک علم کی بات پہونچاتے ہیں جو ان سے زیادہ علم و سمجھ رکھنے والے ہوتے ہیں اور بعض علم و فقاہت کی بات جاننے والے خود فقیہ نہیں ہوتے" [4]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۴۰ و مقدمہ اعلیٰ ج ۶ وز ص ۸

[2] تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۳ - [3] الحجرات ۶ [4] ترمذی کتاب العلم

البتہ باقاعدہ علم وفن کی صورت جیسے دوسرے اسلامی علوم وفنون کی بعد میں ہوئی اس کے حق میں بھی ہوا۔ اور ایک زمانے تک اس کے بھی سیکھنے وسکھانے اور نقل کا سلسلہ زبانی ہی جاری رہا پھر جمع وتصنیف کی نوبت آئی۔

ابتدائی عہد میں معروف ومعمول بہ قواعد نے فن کے دوسرے اصول وقواعد اور مباحث کی طرف رہنمائی کی تو ہوتے ہوتے موجودہ صورت سامنے آئی۔ مثلاً مذکورہ بالا ارشاد خداوندی کی بنا پر کسی بات کے اعتبار کے لئے اسناد کی ضرورت محسوس کی گئی اور اسے ضروری قرار دیا گیا ابن سیرین کا مقولہ ہے "حضرات صحابہ وتابعین اسناد سے سوال نہیں کیا کرتے تھے مگر جب فتنوں کا دور دورہ ہوا تو یہ کہا جانے لگا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ کس سے سنا اور کس نے کہا۔ اب اگر معتمد اہل علم واہل سنت ناقل ہوتے تو بات مان لی جاتی ورنہ چھوڑ دی جاتی"[۱]

اسناد سے چونکہ ناقلین مراد ہوتے ہیں اور حدیث پر اعتبار ان ناقلین کے کردار کے علم پر موقوف ہے لہٰذا وہ علوم سامنے آئے جن میں راویوں کے حالات زندگی اور علمی معیار ومرتبہ اور اخلاق وکردار سے بحث ہوتی ہے اور انہیں کی مناسبت سے حدیث کے اتصال[۲] وانقطاع وغیرہ کی صورتوں کی تفصیلات سامنے آئیں، اور مزید وسعت کر کے علماء نے حدیث کی تحصیل ونقل کی صورتوں، اور شرائط وآداب اور معانی ومفاہیم اور حدیث پر عمل کی رو سے بحثیں کیں اور اپنی تحقیقات کو پیش کیا۔

دوسری صدی کے نصف تک ان علوم اور ان کے اصول وقواعد کے سیکھنے وسکھانے اور نقل کا کام یادداشت وزبان سے لیا جاتا رہا پھر

---

[۱] مقدمہ صحیح مسلم۔ [۲] باب اول میں "متصل" اور "خبر مردود بوجہ سقوط از سند" کی ابحاث ملاحظہ ہوں۔

ان کی تحریر کی نوبت آئی مگر مستقل کتابوں کی صورت میں نہیں بلکہ مختلف علوم مثلاً حدیث وفقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں، حتی کہ چوتھی صدی ہجری میں جب تمام علوم اسلامیہ نے ترقیات کی تمام منزلیں طے کرلیں اور کمال کے آخری مراحل میں پہونچ گئے تو "اصول حدیث" پر بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں، اور اولین کتاب "قاضی ابو محمد حسن بن عبد الرحمان رامہرمزی" متوفی ۳۶۰ھ نے بنام "اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ بَیْنَ الرَّاوِی وَالْوَاعِیْ" تصنیف کی اور پھر سلسلہ چل پڑا جو الحمد للہ، متون وشروح وحواشی کی صورت میں آج تک جاری ہے۔

۵۔ اولین اصحاب فن ا۔ حضرات صحابہ میں حضرات ابن عباسؓ انس بن مالکؓ عائشہؓ اکابر تابعین میں شعبی، ابن مسیب، ابن سیرین وغیرہ اصاغر تابعین اور تبع تابعین میں شعبہ، مالک، معمر، وغیرہ، ان کے بعد ابن مبارک، ابن عُیَیْنَہ، پھر یحیٰ بن سعید قطان، علی بن مدینی، ابن معین، احمد بن حنبل، پھر بخاری، مسلم، ابو زرعہ، ابو حاتم اور ان کے بعد ترمذی ونسائی وغیرہ [۱] اصاغر تابعین وتبع تابعین میں سے امام ابو حنیفہ وسفیان ثوری بھی اسی فہرست میں ہیں،

۶۔ مشہور واہم کتب [۲]:۔ الف) "اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ بَیْنَ الرَّاوِیْ وَالْوَاعِیْ" مصنف ابو محمد حسن رامہرمزی م ۳۶۰ھ یہ کتاب تمام ابحاث فن کی جامع نہیں ہے،

---

[۱] امام ابو حنیفہ سے جرح وتعدیل کے اقوال تہذیب الکمال، وتہذیب التہذیب میں دیکھئے، مثلاً تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۸ وج ۷، ص ۲۰۱ (حضرت اعظمی) نیز ملاحظہ ہو قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲ و ۲۰۳۔ [۲] مقدمہ تیسیر مصطلح الحدیث ومقدمہ تدریب الراوی وغیرہ۔
عہ کتابوں سے متعلق توضیحات مختلف کتب کے مقدمات سے ماخوذ ہیں

(ب) "معرفۃ علوم الحدیث" مصنف ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری ۴۰۵ھ اس کتاب کی ترتیب مناسب و مفید نہیں

(ج) "المستخرج علی معرفۃ علوم الحدیث" مصنف ابو نعیم احمد اصبہانی م ۴۳۰ھ یہ کتاب اصل میں حاکم کے ذکرکردہ قواعد پر اضافہ ہے۔

(د) "الکفایۃ فی علم الروایۃ" مصنف ابوبکر احمد الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ یہ کتاب فن کی نہایت جامع کتاب ہے اور سب سے جلیل القدر ماخذ ہے، نیز یہ کہ خطیب نے علوم حدیث میں سے تقریباً ہر علم میں مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔

(ھ) "الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع" مصنف قاضی عیاض م ۵۴۴ھ کتاب اگرچہ تمام ابواب فن کو شامل نہیں ہے لیکن نہایت نفیس و باترتیب ہے۔

(و) "مالا یسع المحدث جہلہ" مصنف ابو حفص عمر میانجی متوفی ۵۸۰ھ مختصر سا رسالہ ہے

(ز) "علوم الحدیث" مصنف ابوعمرو عثمان شہرزوری معروف بہ "ابن صلاح" متوفی ۶۴۳ھ یہ کتاب "مقدمہ ابن صلاح" کے نام سے معروف ہے، اور فن کی نہایت عمدہ اور سابق تمام کتابوں کی جامع ہے اسی لئے بعد کے تمام لوگوں نے اسی کو اپنا ماخذ و مدار بنالیا ہے البتہ ترتیب اچھی نہیں ہے۔

(ح) "التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر" مصنف محی الدین یحیی نووی متوفی ۶۷۶ھ، ابن صلاح کی کتاب کی تلخیص ہے، کتاب نہایت عمدہ ہے اگرچہ مغلق ہے۔

(ط) "تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی" مصنف

جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ نووی کی کتاب کی نہایت عمدہ اور پر از معلومات شرح ہے۔

(ی) "نَظْمُ الدُّرَر فِی عِلْمِ الأَثَر" مصنف زین الدین عبد الرحیم عراقی متوفی ۸۰۶ھ، یہ کتاب "اَلفِیَۃُ العِرَاقِی" کے نام سے معروف ہے اور منظوم ہے اس میں "ابن صلاح" کی کتاب کو کچھ اضافہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور خود عراقی نے اس کی دو شرحیں لکھی ہیں۔

(ک) "فتح المُغِیث فِی شَرحِ اَلفِیَۃِ الحَدِیث" مصنف محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ یہ عراقی کی الفیہ کی سب سے عمدہ شرح ہے۔

(ل) "نُخْبَۃُ الفِکر فی مُصطلح اَھلِ الأثر" مصنف حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ یہ نہایت مختصر اور ساتھ ہی بڑا نافع اور باترتیب رسالہ ہے، جس کی متعدد شروح ہیں جن میں سے خود مصنف کی شرح "نُزْھَۃُ النَّظَر" بہت معروف اور رائج ہے،

(م) "اِمعان النظر شرح نزھۃ النظر" مؤلف قاضی محمد اکرم نصرپوری سندھی جو کہ گیارھویں صدی ہجری کے ممتاز علماء ہند میں سے ہیں، ہند و بیرون ہند کے متعدد حضرات نے کتاب کو سراہا ہے۔

(ن) "توضیح افکار" مؤلفہ محمد بن اسماعیل معروف بہ امیر یمانی صاحب سبل السلام متوفی ۱۱۸۲ھ جامع و مفید ترین کتابوں میں سے ہے۔

(س) "توجیہ النظر" مصنف شیخ طاہر جزائری متوفی ۱۳۳۸ھ یہ بھی اہم و مفید کتاب ہے،

(ع) "قفو الأثر" مؤلفہ رضی الدین بن حنبلی حنفی م ھ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فقہ حنفی کے مطابق اصول حدیث کو جمع کیا گیا ہے۔

(ف) "قواعد التحدیث" مصنف محمد جمال الدین القاسمی م ۱۳۳۲ھ
آخری دور کی مفید وجامع کتابوں میں سے ہے ۔ لہ

(ص) "قواعد فی علوم الحدیث" :- مصنف مولانا ظفر احمد صاحب
تھانوی م ۱۳۶۲ھ مصنف نے دراصل "إعلاء السنن" کے نام سے
ایک کتاب لکھی ہے جس میں فقہ حنفی کے جزئیات کے مأخذ حدیث جمع کیے
گئے ہیں، پوری کتاب ۲۱ اجزاء پر مشتمل ہے، جن میں سے تین اجزاء مقدمہ
کے طور پر ہیں ان تین میں سے پہلا جزء "قواعد فی علوم الحدیث"
کے نام سے معروف ہے جس میں مصنف نے علوم حدیث کی معلومات کو ان
کے اصل مأخذ یعنی فنی کتابوں کے علاوہ دیگر اسلامی علوم کی کتابوں سے بھی اخذ
کر کے یکجا کرنے کی کوشش کی ہے بالخصوص وہ اصول جن سے فقہ حنفی میں کام لیا جاتا ہے
اس پر مشہور شامی حنفی محقق ومحدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے تعلیق کا کام کیا ہے

(ق) اصول الحدیث علی مذہب الحنفیۃ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی م ۱۴۰۲ھ

(ر) "تیسیر مصطلح الحدیث" مصنف "محمود طحان" (سابق استاذ
حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود، حال استاذ کلیۃ الشریعۃ کویت) جو عصر حاضر کی ایک
مفید وقیمتی علمی پیشکش ہے اور بلاشبہ فن کے مکمل تعارف کے لیے بالخصوص
طلباء اور عام ناظرین کے لیے اس سے زیادہ سہل ومفید کوئی دوسری کتاب
علم میں نہیں ہے ۔

یہ وہ مؤلفات وکتب ہیں جو محض علوم حدیث کی جامع ہیں مزید براں یہ کہ
"اصول فقہ" کی تمام کتب خواہ جس مذہب ومسلک کی ہوں ان سب میں "مبحث
السنۃ" جیسے عناوین کے ساتھ اسی سلسلہ کے ان اصول وقواعد کا ذکر ہوتا ہے
جو فقہیات میں کام آتے ہیں، احناف نے عموماً اسی انداز میں کام کیا ہے ۔

باب اول

خبر

(مروی)

خبر

- اقسام باعتبار مسند الیہ (مصدر خبر)
  - (۱) حدیث قدسی
  - (۲) مرفوع
    - (۱) قولی
    - (۲) فعلی
    - (۳) تقریری
    - (۴) وصفی
  - (۳) موقوف
    - (۱) قولی
    - (۲) فعلی
    - (۳) تقریری
  - (۴) مقطوع
    - (۱) قولی
    - (۲) فعلی
- اقسام باعتبار سند (نقل)
  - (۱) متواتر
    - (۱) متواتر لفظی
    - (۲) متواتر عملی
    - (۳) متواتر طبقہ
    - (۴) متواتر استدلالی
    - (۵) متواتر معنوی
  - (۲) خبر واحد
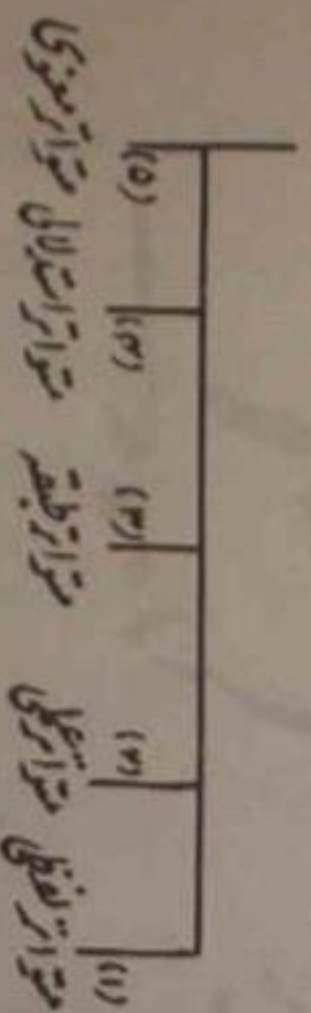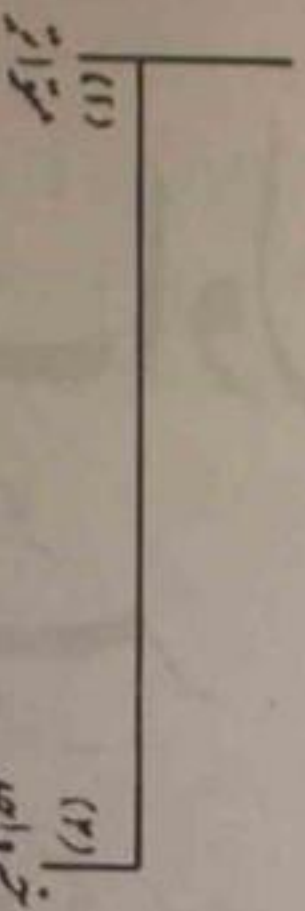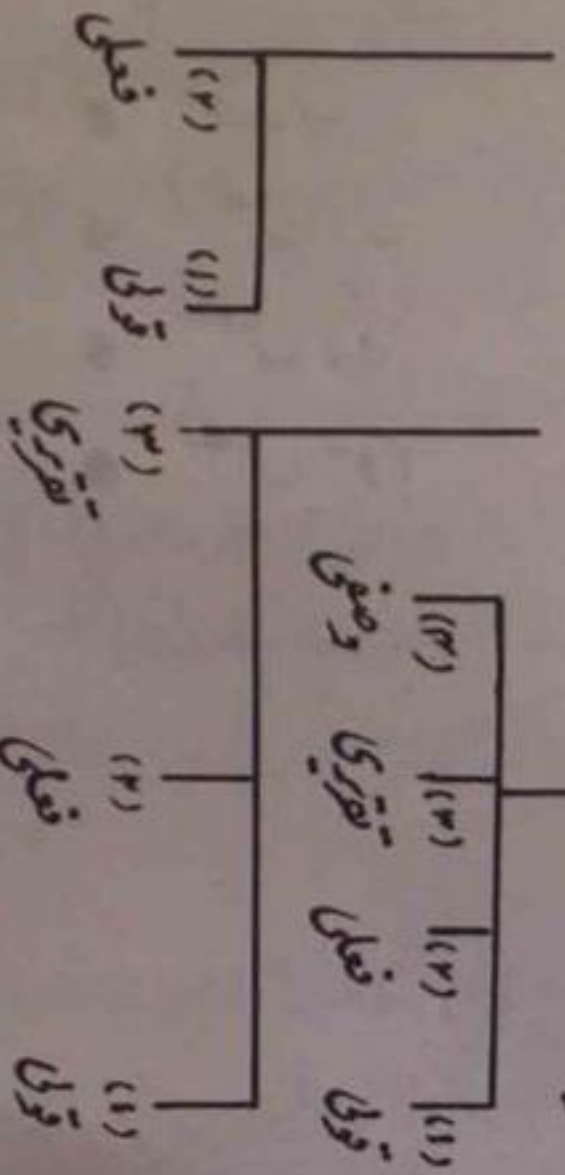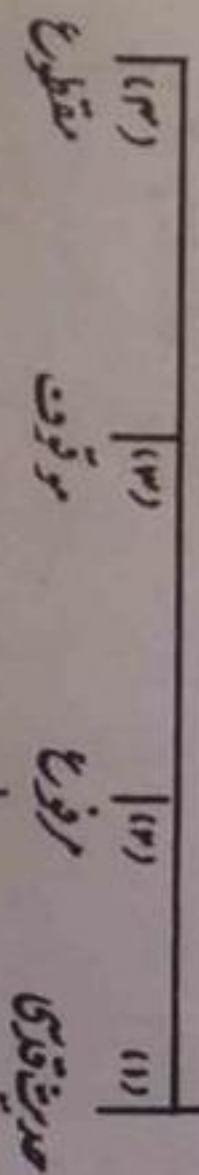
مقدمہ

خبر

۱۔ **تعریف**:۔ لغۃً۔ "خبر" واحد ہے، جمع اخبار

اصطلاحی تعریف کی بابت تین اقوال ہیں

(الف) حدیث کے مرادف وہم معنی ہے، عام علماء فن کے نزدیک یہی قول پسندیدہ ہے

(ب) حدیث کا مقابل ہے یعنی اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے سے منقول ہوں

(ج) حدیث سے عام ہے، یعنی ہر وہ چیز جو نقل کی جائے خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے سب خبر ہے۔[۱]

۲۔ **تقسیمات**:۔ خبر میں اصولاً دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں۔

(الف) باعتبار مدار و مصدر (یعنی اس ذات کے اعتبار سے جس سے وہ منقول ہو)

(ب) باعتبار نقل (یعنی اس اعتبار سے کہ نقل در نقل ہم تک کس طرح پہونچی ہے)

۱؎ تدریب الراوی مع تقریب نواوی ج ۱ ص ۴۲، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۱۸

فصل اول

اقسام خبر باعتبار مدار و مصدر

۱۔ **اقسام:۔** خبر کی اس کے مدار و مصدر یعنی جس ذات کا قول و فعل یا اس کی تقریر و حال[1] اس میں منقول ہو اس کے اعتبار سے خبر کی چار اقسام ہیں۔

(الف) حدیث قدسی (ب) مرفوع (ج) موقوف، (د) مقطوع
پھر ان میں سے پہلی تین کی ان کی سند کے اعتبار سے دو دو اقسام ہیں
۱۔ متصل، ۲۔ منقطع، اور متصل کی باعتبار مدار دو اقسام ہیں مُسْنَدْ اور غیر مُسْنَدْ۔

---

[1] تقریر و حال کی تعریفات مقدمہ کی فصل اول کے تحت ملاحظہ ہوں۔

(الف)

حدیثِ قدسی

۱۔ تعریف :۔ (الف) لغوی :۔

قدسی" لفظ "القُدس" بمعنی "پاکیزگی" کی طرف منسوب ہے اور "قدسی بمعنی وہ شے جو ذات سراپا پاکیزگی کیطرف منسوب ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف

(ب) اصطلاحی :۔

وہ حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کر کے منقول ہو

۲۔ حدیث قدسی اور قرآن کریم کے درمیان فرق

حدیث قدسی اور قرآن کریم کے درمیان فرق حسب ذیل وجوہ سے ہے۔

ا۔ "قرآن کریم" کے الفاظ و معانی دونوں اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور "حدیث قدسی" کے معانی اللہ کی جانب سے اور الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں اسی لئے قرآن کریم کے الفاظ کا پڑھنا پڑھانا عبادت ہے، نماز اس کو پڑھے بغیر صحیح نہیں ہوتی، بے وضو اس کو چھونا اور حالت جنابت میں تلاوت منع ہے اور "حدیث قدسی" کا یہ معاملہ نہیں بلکہ اگر نماز میں ان کو پڑھا جائے تو نماز ادا

ب۔ قرآن کریم کے ثبوت کے لیے تواتر[۱] شرط ہے،

ج۔ "قرآن کریم" معجز[۲] ہے "حدیث قدسی" کا یہ معاملہ نہیں ہے۔

د۔ "قرآن کریم کا منکر کافر ہے" "حدیث قدسی" کا نہیں، اگر وہ متواتر نہ ہو

---

[۱] تواتر کی تعریف تقسیم خبر باعتبار نقل کے تحت ملاحظہ ہو [۲] یعنی قرآن کریم کے الفاظ اعجازی شان رکھتے ہیں، کوئی مخلوق ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔

۲- " قرآن کریم" کا نزول حضرت جبریل کے واسطے سے ہی ہوا ہے اور " حدیث قدسی" کے لیے یہ ضروری نہیں، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول حضرت جبریل کے واسطے سے ہوا ہے اور کبھی الہام، و خواب وغیرہ دوسرے ذرائع وحی کے واسطے سے اور آپ کو اختیار ہوتا کہ آپ جن " الفاظ" سے چاہیں اس کو تعبیر کریں۔

۳- تعداد :- احادیث قدسیہ کی تعداد احادیث نبویہ کے مقابلے میں بہت کم ہے، بعض حضرات نے " ۸۶۳" جمع کی ہیں اور ساتھ ہی یہ تصریح ہے کہ مزید تلاش کی جائے تو اس تعداد میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

۴- مثال :- صحیح مسلم کی ایک روایت ہے جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے یَا عِبَادِیْ إِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهُ بَیْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا (اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی، لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو) [۴۲]

۵- الفاظ روایت :- یعنی وہ الفاظ جو کسی حدیث کے " حدیث قدسی" ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ایسے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(الف) " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ"

(ب) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْمَا رَوَاهُ عَنْهُ رَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

۴۲ مسلم مع شرح نووی ج ۱۶ ص ۱۳۱

(ج) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

(د) لفظ قول کے علاوہ کسی مناسب لفظ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی نقل جیسے لَمَّا قَضَی اللّٰہُ الْخَلْقَ "کَتَبَ" فِیْ کِتَابِہٖ، اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ۔ مذکورہ بالا صورتیں ان احادیث کے لیے ہیں جو پوری "قدسی" ہی ہوں

(ہ) ایک صورت یہ ہے کہ "حدیث قدسی" "حدیث نبوی" کے ضمن میں اس کے ایک جزء کے طور پر منقول ہو، اس صورت میں کبھی اس جزء کے ذکر سے پہلے، ارشاد خداوندی ہونے کی تصریح موجود ہوتی ہے اور کبھی اس کا قدسی ہونا سیاق سے سمجھا جاتا ہے۔

۶۔ مشہور و اہم مصنفاتِ فن

(الف) اَلْاِتْحَافَاتُ السُّنِّیَّۃُ بِالْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّہ (مصنف، عبدالرؤف منادی م ۱۰۳۱ھ) اس میں دو سو ستر احادیث جمع کی گئی

(ب) اَلْاِتْحَافَاتُ السَّنِیَّۃُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّۃِ" (مصنف محمد بن محمود طربزونی مدنی حنفی م ۱۲۰۰ھ اس میں آٹھ سو تریسٹھ احادیث جمع کی گئی ہیں اس تصریح کے ساتھ کہ کوشش کی جائے تو تعداد ان سے بڑھ سکتی ہے۔

(ج) اَلْاَحَادِیْثُ الْقُدْسِیَّۃُ " (مرتب کردہ وشائع کردہ، المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیۃ، مصر، چار سو احادیث پر مشتمل ہے

(د) " اَلْاَحَادِیْثُ الْقُدْسِیَّۃُ وَمَنْزِلَتُہَا فِی التَّشْرِیْعِ "مصنف شعبان محمد اسماعیل [1]

---

[1] الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ ص ۱۸۵ تا ۱۹۰ الاربعون القدسیۃ ص ۴۴ تا ۴۶ الاربعون القدسیۃ للملاعلی القاری ص ۲

(ب)

مرفوع

۱- تعریف

(الف) لغوی :- مرفوع بمعنی بلند کیا ہوا

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ہو یا تقریر و حال[1]
(تقریر سے تائید سکوتی یعنی کسی چیز کے دیکھنے یا جاننے پر سکوت کے ذریعہ اس کی تائید کرنا مراد ہے اور حال سے جسمانی و اخلاقی احوال)

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے کسی چیز کے نقل کرنے کو "رفع" سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲- شرح تعریف :- تعریف کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو خواہ کوئی نسبت کرے، صحابی، و تابعی یا بعد کے لوگ اور خواہ جس کیفیت کے ساتھ ہو، سند مذکور ہو یا نہ ہو اور ناقص ہو یا مکمل، "حدیث مرفوع" کہلائے گی، مشہور مفہوم "مرفوع" کا یہی ہے۔

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۱۸۴

۳۔ **اقسام** :۔ اصولاً دو ہیں (الف) مرفوع حقیقی (ب) مرفوع حکمی

(الف) مرفوع حقیقی :۔

۱۔ **تعریف** :۔ وہ حدیث جو صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔

۲۔ **اقسام** :۔ اس کی چار اقسام ہیں (الف) مرفوع قولی (ب) مرفوع فعلی، (ج) مرفوع تقریری، (د) مرفوع وصفی۔

۳۔ **امثلہ** :۔

(الف) **مرفوع قولی** :۔ وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد منقول ہو خواہ لفظ "قال" کے ذریعہ ہو جیسا کہ اکثر و بیشتر ہوتا ہے یا کسی دوسرے ایسے لفظ کے ذریعہ جو "قول" کے مفہوم کو ادا کرتا ہو اور اس کو شامل ہو جیسے اَمَرَ، نَہیٰ، قَضٰی، حَکَمَ، وغیرہ۔

(ب) **مرفوع فعلی** :۔ وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا بیان ہو، خواہ لفظ "فَعَلَ" اور "عَمِلَ" کے ذریعہ اور خواہ کسی دوسرے لفظ کے ذریعہ جیسے تَوَضَّأَ، صَلّٰی، صَامَ، اِعْتَکَفَ وغیرہ۔

(ج) **مرفوع تقریری** :۔ وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات یا مجلس و موجودگی میں کسی کام کے کیے جانے کا ذکر ہو اور آپ کا انکار مذکور نہ ہو،

(د) **مرفوع وصفی** :۔ وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی یا روحانی واخلاقی اوصاف و احوال میں سے کسی کا تذکرہ ہو۔

(ب) مرفوع حکمی :-

۱- تعریف :- وہ حدیث جو بظاہر یعنی لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو لیکن حکماً کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی نسبت رکھتی ہو۔

۲- انواع وصور :- مرفوع حکمی کی بھی متعدد انواع اور صورتیں ہیں۔

الف) ایسا صحابی جس کے متعلق اہل کتاب سے استفادہ معروف نہیں ہے، اس کا کوئی ایسی بات کہنا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، اور نہ ہی اس کا لغت کے بیان یا کسی لفظ کی شرح سے تعلق ہو، مثلاً

۱- گذشتہ واقعات وحالات کی خبر جیسے آغاز خلقت کا بیان۔

۲- مستقبل کے واقعات وحالات کی خبر جیسے احوال قیامت۔

۳- کسی کام کے کرنے پر مخصوص ثواب یا سزا کا ذکر،

(ب) صحابی کا کوئی ایسا کام کرنا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، جیسے حضرت علی کا نماز کسوف میں دو سے زائد رکوع کرنا،

(ج) صحابی کا یہ بیان کہ صحابہ ایسا کہتے ہیں یا کرتے تھے، یا فلاں کام میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۱- اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی طرف نسبت کر کے ایسا کہا جائے تو صحیح یہ ہے کہ مرفوع قرار پائے گی جیسے حضرت جابرؓ کا قول كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ہم صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں عزل کیا کرتے تھے) (بخاری ومسلم)

۲۔ اگر حضورؐ کے زمانے کی طرف نسبت نہ کیجائے تو بھی حاکم ابن حجر اور عراقی کے نزدیک مرفوع ہی قرار پائے گی اور باقی سب کے نزدیک نہیں بلکہ وہ صحابہ کی طرف ہی منسوب ہوگی جیسے حضرت جابرؓ کا قول "کُنَّا اِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَ اِذَا انْزَلْنَا سَبَّحْنَا" (ہم صحابہ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نیچے کو اترتے تو سبحان اللہ کہا کرتے تھے۔ (بخاری)

(د) صحابی کا کہنا، اُمِرْنَا بِکَذَا، یا نُھِیْنَا عَنْ کَذَا، یا مِنَ السُّنَّۃِ کَذَا،

۱۔ جیسے بعض صحابہ کا قول اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَۃَ (حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہا کریں۔ (بخاری ومسلم)

۲۔ حضرت ام عطیہؓ کا قول نُھِیْنَا عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ یُعْزَمْ عَلَیْنَا (ہم کو جنازوں کے پیچھے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا لیکن لازم نہیں کیا گیا۔ (بخاری ومسلم)

۳۔ حضرت ابو قلابہؒ کا حضرت انسؓ سے ارشاد مِنَ السُّنَّۃِ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِکْرَ عَلَی الثَّیِّبِ اَقَامَ عِنْدَھَا سَبْعًا (یہ سنت ہے کہ جب کوئی آدمی کنواری لڑکی سے شادی کرے اور اس کے نکاح میں پہلے سے ثیبہ ہو یعنی ایسی عورت جس سے صحبت کر چکا ہو تو نئی کنواری بیوی کے پاس سات دن قیام کرے، (بخاری ومسلم)

(ہ) صحابہ کے بعد کے لوگوں میں سے کسی کا کسی روایت کی سند میں صحابی کے ذکر کے بعد حسب ذیل چار کلمات میں سے کسی کا استعمال کرنا، یَرْفَعُہٗ، یَنْمِیْہِ، یَبْلُغُ بِہٖ، رِوَایَۃً، جیسے عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رِوَایَۃً،"

(و) صحابی کا کسی آیت کی تفسیر میں سبب نزول سے متعلق کسی چیز کا ذکر کرنا[۱]

---

[۱] تدریب ج ۱، ص ۱۸۵ تا ۱۹۴

(ج)

موقوف

۱-تعریف :-

ا- لغوی :- موقوف بمعنی رکا ہوا

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول و فعل ہو یا تقریر[1] (- اور خواہ صحابی و تابعی بیان کرے یا کوئی دوسرا اور جس کیفیت کے ساتھ ہو، سند ہو یا نہ ہو، سند پوری ہو یا ناقص)

۲- اقسام :- موقوف کی تین اقسام ہیں (الف) موقوف قولی (ب) موقوف فعلی، (ج) موقوف تقریری،

۳- امثلہ :-

(الف) موقوف قولی :- وہ حدیث جس میں کسی صحابی کا کوئی ارشاد منقول ہو مثلاً "قَالَ عَلِیُّ بنُ ابی طالب حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ" (لوگوں سے وہی بیان کیا کرو جسے وہ جانیں اور سمجھیں (بخاری)

(ب) موقوف فعلی :- وہ حدیث جس میں کسی صحابی کا کوئی فعل منقول ہو جیسے بخاری کا قول اَمَّ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَیَمِّمٌ،

(حضرت ابن عباس نے تیمم کئے ہوئے ہونے کی حالت میں امامت فرمائی)[2]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۱۸۴، [2] بخاری کتاب التیمم ج ۱ ص ۸۲

(ج) موقوف تقریری :- وہ حدیث جس میں کسی صحابی کی تائید سکوتی منقول ہو، جیسے کسی تابعی کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں صحابی کے سامنے یا ان کے زمانے میں ایسا کام کیا اور انہوں نے مجھ پر انکار نہیں کیا،

۴- موقوف کا مصداق دیگر

کبھی کبھی موقوف کا اطلاق، غیر صحابہ سے منقول امور پر بھی ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں "ھٰذَا الحَدِیْثُ وَقَفَہٗ، فُلَانٌ عَلَی الزُّھرِیِّ، اَوْ عَلَی عَطَاءٍ"،

۵- اصطلاح فقہاء خراسان :-

فقہاء خراسان نے مرفوع و موقوف کے درمیان فرق کے لیے دوسری تعبیر اختیار کی ہے وہ ۱- "مرفوع" کو "خبر" اور ۲- "موقوف" کو "اثر" کہتے ہیں[۱]

"خبر" اور اس کے "متعلق عام محدثین کا نقطۂ نظر آپ آغاز کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ان کے یہاں اس تخصیص کے ساتھ فرق نہیں ہے

۶- حکم موقوف :-

موقوف" کے حکم کی بابت دو شقیں ہیں (الف) حکم باعتبار قبولیت و عمل (ب) حکم باعتبار احتجاج،

(الف) حکم باعتبار قبولیت :- یعنی از روئے اصول حدیث، "حدیث موقوف" کے تحت وہ تمام اقسام نکلتی ہیں جن کا بیان آپ انشاء اللہ اسی باب کے "مبحث دوم" بعنوان "تقسیم ثانی" میں پڑھیں گے، وہ مقبول بھی ہو سکتی ہے اور غیر مقبول بھی،

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۱۸۵

(ب) حکم باعتبار احتجاج :- احتجاج سے مراد یہ ہے کہ اگر "حدیث موقوف" "مقبول" قرار پائے تو از روئے "اصول فقہ" اس کی کیا حیثیت ہے، اس سے احتجاج یعنی کسی مسئلہ میں اس کو دلیل بنانا، درست ہے یا نہیں،

۱- اگر حدیث موقوف، حکماً مرفوع ہے تو وہ مانند مرفوع قرار پائے گی یعنی حجت ہوگی، اور اسے دلیل بنایا جائے گا [۱]

۲- اگر ہر اعتبار سے موقوف ہے تو یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ اس سے احادیث ضعیفہ کی تقویت ہوتی ہے اس لیے کہ صحابہ اپنے ہر قول و فعل میں سنت کا لحاظ و اہتمام کرنے والے تھے [۲] رہا مستقل حجت و دلیل ہونا تو جو امور ان سے بغیر کسی اختلاف کے مروی و منقول ہیں وہ تو حجت ہیں ہی، جو اختلاف کے ساتھ مروی ہیں اکثر کے نزدیک ان کا بھی بایں معنی لحاظ کیا جائے گا کہ سب سے ہٹ کر کوئی راہ ورائے نہ اختیار کی جائے [۳]

---

[۱] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۶۱- ۱۶۲ و ۱۸۹- ۱۸۸

[۲] تیسیر المصطلح ص ۱۲۲ [۳] ملاحظہ ہو تاریخ المذاہب الاسلامیہ جلد دوم، اور کتب اصول ، مثلاً المدخل الی علم اصول الفقہ ص ۱۰۵، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۸۶

(د)

مقطوع

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی۔ مقطوع بمعنی کاٹا ہوا

ب۔ اصطلاحی۔ وہ قول و فعل جس کی کسی تابعی کی طرف نسبت کی جائے۔[۱] *

حاشیہ * مقطوع کے حق میں عام طور سے یہی معروف ہے کہ "مقطوع" تابعی کا قول و فعل کہلاتا ہے اور محدثین نے حدیث کے طور پر تابعین کے اقوال و افعال کو ہی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مگر ابن حجرؒ اور خطیبؒ نے تابعین کے بعد کے لوگوں کی طرف منسوب اشیاء کے لیے بھی یہی عنوان ذکر کیا ہے۔ (نزھۃ ص ۵۹ فتح المغیث ج ۱ ص ۱۰۵) مگر ابن صلاحؒ نے اس کی تردید کی ہے نووی وسخاوی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (فتح المغیث ج ۱ ص ۱۰۵ ـ ۱۰۷ تقریب و تدریب ج ۱ ص ۱۹۴) دوسری بات یہ لائق تنبیہ ہے کہ ابن حجر نے "مقطوع" کے تحت تابعی کے قول و فعل کے ساتھ "تقریر" کو بھی لیا ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث نے بھی اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ اس بابت بھی ابن صلاحؒ و نوویؒ وغیرہ کی رائے کو اختیار کیا گیا ہے جسے سیوطی سخاوی وغیرہ نے لیا ہے۔ (تقریب و تدریب ج ۱ ص ۱۹۴۔ فتح المغیث ج ۱ ص ۱۰۵ ـ ۱۰۶) اور یہ رائے اس لیے راجح معلوم ہوتی ہے کہ صحابہؓ کی عظمت شان و جلالت قدر کے باوجود ان کے قول و فعل کے سند ہونے میں تو ائمہ کا اختلاف ہے پھر تابعین کی تقریر کو صحابہؓ کا درجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ صلاحیت احتجاج سے قطع نظر محض نقل کی حد تک ان کی طرف منسوب کسی چیز کو اگر مجموعۂ روایات میں شامل کیا جائے حتی کہ ان کی تقریر کو بھی تو اس میں کوئی اشکال نہیں ممکن ہے جن حضرات نے حدیث کی تعریف میں ان کی تقریر کو بھی شامل کیا ہے ان کے پیش نظر یہی بات ہو۔ چنانچہ سیوطی نے تدریب میں طیبی سے اس کو نقل کیا ہے (تدریب ج ۱ ص ۴۲۔ و منہج النقد ص ۲۷)

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۱۹۴۔

۲- **اقسام** :- دو ہیں۔ (الف) مقطوع قولی۔ (ب) مقطوع فعلی

۳- **امثلہ** :- (الف) مقطوع قولی :- جیسے بدعتی کے پیچھے نماز کی بابت حضرت حسن بصری تابعی کا قول، صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ (نماز پڑھ لیا کرو اس کی بدعت تو اسی پر پڑے گی) [۱]

(ب) مقطوع فعلی :- ابراہیم بن محمد بن منتشر کا بیان ہے کہ حضرت مسروق تابعی اپنے اور اپنے اہل کے درمیان پردہ ڈال کر نماز میں لگ جاتے اور ان سے اور ان کی دنیا سے صرف نظر فرما لیتے تھے [۲]

۴- **حکم** :-

(الف) باعتبار قبولیت مبحث دوم میں آنے والی تفصیلات اس پر بھی جاری ہوں گی۔

(ب) باعتبار احتجاج یعنی حجت و دلیل ہونے کے اعتبار سے تابعی سے منقول امر۔

۱- اگر کسی وجہ سے مرفوع قرار پا جائے تو یہ مرفوع مرسل کے حکم میں ہوگا [۳] یہ سمجھا جائے گا کہ اس تابعی کو اس کا علم حضرات صحابہ کے واسطے سے ہوا ہے مگر اس نے موقع بیان پر ان کا نام نہیں لیا ہے، اور مرسل [۴] اس روایت کو کہتے ہیں جس کے راوی صحابی کا نام ذکر نہ کیا جائے۔

۲- اگر حکماً مرفوع نہ ہو تو موقوف کی حیثیت بالاتفاق حاصل نہیں [۵] بہت سے حضرات کچھ تفصیل کے ساتھ حجت و دلیل بنانے کے قائل ہیں۔

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۱۵۷ [۲] حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۹۶ [۳] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۲۸۲ و امعان النظر ص ۲۰۳ و حاشیہ نزہۃ و منہج النقد ص ۳۳۱ [۴] ملاحظہ ہو خبر مردود کے تحت بحث مرسل [۵] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۲۸۸ و حسامی و نظامی ص ۹۴، قواعد فی علم الحدیث ص ۸۱۔

بعض اکابر احناف بھی اس تفصیل کے ساتھ حجت و دلیل بنانے کے قائل ہیں کہ تابعی عہد صحابہ میں ان کی موجودگی میں افتاء کا کام کرتا رہا ہو اور صحابہ کو نہ صرف یہ کہ اس کا علم ہو بلکہ وہ اس سلسلہ میں اس پر اس حد تک اعتماد کرتے ہوں کہ اس کی رائے کی طرف رجوع سے بھی ان کو انکار نہ ہو[1]

۵۔ عنوان دیگر :-

غیر صحابی سے منقول قول و فعل کے لیے، مشہور عنوان یہی ہے امام شافعیؒ سے اس اصطلاح کے رواج سے پہلے اور طبرانی سے اس کے بعد توسعاً اس کے لیے "منقطع" کا عنوان منقول ہے[2]

۶۔ مواقع موقوف و مقطوع :-

(الف) مصنف عبدالرزاق م ۲۱۱ھ،

(ب) مصنف ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ،

(ج) ابن جریر (م ۳۱۰ھ)

(د) ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ)

ابن المنذر کی تفاسیر[3]

---

[1] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۸۸، حامی و نظامی ص ۹۲، قواعد فی علم الحدیث ص ۸۱ [2] تدریب ج ۱ ص ۱۹۲

[3] ایضاً ص ۱۹۵

مُتّصِل

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی :۔ متصل بمعنی ملنے والا ، ملا ہوا

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث مرفوع یا موقوف جس کی سند متصل ہو
(یعنی اسکے تمام رواۃ مذکور ہوں کوئی رہ نہ گیا ہو)

* اس وصف کو یعنی پوری سند کے ساتھ حدیث کی نقل کو "اتصال" اور سند میں کسی راوی کی کمی کے ساتھ نقل کو "عدمِ اتصال" اور "انقطاع" سے تعبیر کرتے ہیں

۲۔ امثلہ :۔

ا۔ متصل مرفوع :۔ مَالِكٌ عَنْ ابن شہاب عَنْ سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ كَذَا کہ امام مالک سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری سند مذکور رہے۔

ب۔ متصل موقوف :۔ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابنِ عمر أَنَّهُ قَالَ كَذَا

۳۔ مقطوع اور متصِل :۔

اقوال تابعین یعنی حدیث مقطوع اگر سند متصل کے ساتھ مروی ہو تو اگرچہ لغۃً وہ "متصل" ہی ہیں مگر اصطلاحاً ان کو مطلق متصل نہیں کہتے بلکہ قید کے ساتھ مثلاً هٰذا متصلٌ الی سعید بنِ المسیب ، او الی الزہری او الی مالک ، [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۱۸۳   [1] تدریب ج ۱ ص ۱۹۴   [2] ایضاً ص ۱۹۵

مسند

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی :۔ مسند بمعنی نسبت کیا ہوا

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث مرفوع جو متصل ہو[1]

۲۔ مثال :۔

بخاری کی روایت ہے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِی اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعاً[2] (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوئے) یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی سند متصل ہے۔

---

[1] نزد حاکم و ابن حجرؒ اور خطیب کہتے ہیں ہر حدیث متصل و لیے اکثر مرفوع پر اطلاق ہوتا ہے ، ابن عبد البر ہر حدیث مرفوع ، تدریب ج ۱ ص ۱۸۲ - ۸۳

[2] بخاری ج ۱ ص ۷۴

۲- **امثلہ** :- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جو آدمی قصداً میری طرف جھوٹ کی نسبت کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے) اسکو ستر سے زیادہ صحابہ نے انھیں الفاظ میں نقل کیا ہے، ایسے ہی "خفین پر مسح" والی حدیث کو بھی، اور "حوض کوثر" والی حدیث کو پچاس سے زائد صحابہ نے

۳- **عنوان دیگر** :- اس کو "متواتر اسنادی" بھی کہتے ہیں [1]

(ب) **متواتر معنوی** :-

۱- **تعریف** :-

وہ حدیث جس کے معنی متواتر ہوں (الفاظ نہیں)

۲- **مثال** :-

دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کی بابت سو کے قریب احادیث ہیں جن میں مختلف مواقع پر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، الگ الگ سب حد تواتر کو نہیں پہونچتیں مگر ان کا قدر مشترک مفہوم وحاصل یعنی دعا کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا متواتر ہے،

۳- **عنوان دیگر** :- اس کو "متواتر قدر مشترک" بھی کہہ دیا کرتے ہیں [2]

* تدریب الراوی میں یہی دو اقسام مذکور ہیں [2] ان پر مزید دو کا اضافہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سے منقول ہے [3]

(ج) **متواتر عملی** :-

۱- **تعریف** :- وہ مسئلہ جس پر ہر قرن وعہد کا ایک بڑا مجمع وجماعت عمل پیرا ہو

---

[1] حاشیہ اسحق عزوز بر نزھۃ النظر ص ۲۲ [2] تدریب ج ۲ ص ۱۸۰ [3] حاشیہ نزھۃ از اسحق عزوز ص ۲۲ نقلاً عن الکشمیری، النفحۃ العنبریۃ ص ۴۲

۴- **اقسام** :- پانچ ہیں۔ (الف) متواتر لفظی (ب) متواتر معنوی (ج) متواتر عملی (د) متواتر طبقہ (ھ) متواتر استدلالی،

(الف) **متواتر لفظی** :-

۱- **تعریف** :- وہ حدیث جس کے لفظ و معنی دونوں متواتر ہوں (یعنی تمام راویوں کے الفاظ بھی ایک ہوں)

= تلویح ص ۶۳۴) ایسے ہی عدالت و عدد کے مدار ہونے کا بلکل انکار کیا ہے، ملا علی قاری کا قول ہے کہ مدار محض جھوٹ پہ اتفاق کا محال ہونا اور یقین کا حاصل ہونا ہے (شرح القاری النزھۃ ص ۴۲) اور ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ متواتر کیلئے عدالت وغیرہ کی تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں ~~نزھۃ النظر~~ ص ۲۲) تلویح شرح التوضیح میں لکھا ہے۔ حتیٰ کہ اگر شمار سے باہر کوئی جماعت کسی ایسی بات کو نقل کرے کہ جس کے حق میں کسی وجہ سے جھوٹ پر اتفاق ہو سکتا ہو تو اسے متواتر نہیں کہیں گے (ص ۶۳۴ توضیح حاشیہ تلویح میں مزید توضیح ہے۔ حاصل یہ کہ امور جھوٹ پر اتفاق کے محال ہونے کے قرائن ہیں، البتہ کثرت رواۃ اہم ترین قرینہ اسی لیے اسے بطور شرط ذکر کرتے ہیں اور اسی لیے بھی اسے مستقل شرط کی حیثیت حاصل ہے کہ "عدد کثیر" کے حق میں اس کی تصریح ہے کہ تین سے زائد ہوں" اس لیے کہ تین کا تعلق دوسری قسم سے ہو جاتا ہے، دوسرا اہم قرینہ رواۃ کے حالات ہیں کہ وہ اپنے دین و علم کے اعتبار سے لائق اطمینان ہوں مزید قرائن موقع و محل کے حالات اور رواۃ کے اوطان و اقوام کا اختلاف وغیرہ میں چنانچہ ایک موقع پر جو عدد یقین کا باعث بنتا ہے دوسرے موقع پر نہیں بنتا، ایسے ہی ایک جماعت یقین کی موجب ہوتی ہے دوسری نہیں، ایک سامع کو یقین ہوتا ہے دوسرے کو نہیں، حاشیہ نزھۃ ملاکنی عزور ص ۲۰۔ اسی لیے ابن حجر نے چار شرطوں کے ساتھ مفید علم و یقین نہ ہونے کی قید کا ذکر کیا ہے (نزھۃ ص ۲۱) اور اسی لیے نووی نے تعریف میں کہا ہے کہ متواتر وہ حدیث ہے جس کو ایسے لوگ جن کی سچائی کو بداہتہً مانا جائے اپنے جیسوں سے نقل کریں (تدریب ج ۲ ص ۱۷۶) یہ بھی خیال رہے کہ حس کے تحت ساری حسیات آتی ہیں۔ دیکھی و سنی جانے والی چیز کی قید غالب حال کی رعایت میں لگائی جاتی ہے یا پھر اس رعایت سے کہ حدیث میں منقول مضمون انھیں دونوں کے قبیل سے ہوتا ہے کہ یا تو قول ہوتا ہے یا فعل و تقریر (امعان النظر ص ۱۷)

۲- **امثلہ** :- مسواک، پنجوقتہ ، نماز دیگر فرائض و شعائر اسلام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آج تک ، نسل در نسل عملاً نقل ہوتے چلے آرہے ہیں ۔

(د) **متواتر طبقہ** :-

۱- **تعریف** :-

وہ امر جس کو ایک نسل و طبقہ اپنے سے پہلی نسل و طبقہ سے نقل کرے ۔

۲- **مثال** :- قرآن کریم جس کو ہر بعد والی نسل و طبقہ نے ماقبل کی نسل و طبقہ سے نقل کیا ہے ۔

* قسم (ھ) یعنی پانچویں قسم کا اضافہ شاطبی سے منقول ہے [۱]

(ھ) **متواتر استدلالی** :-

(جس کو شاطبی نے " المستفاد من الاستقراء فی موارد الشریعة ،، کا عنوان دیا ہے)

۱- **تعریف** :-

وہ امر جس کے دلائل متواتر ہوں ۔

۲- **توضیح** :-

اس کی یہ ہے کہ کسی چیز کے دلائل اتنی تعداد میں ہوں کہ ان کا مجموعہ اس کے حق میں قطعیت کا فائدہ دے ، اس لیے کہ سب کا مدلول ایک ہو، البتہ یہ کہ بعض دلائل صراحت کیساتھ اس امر کے مطلوب ہونے پر دلالت کریں اور بعض بالواسطہ یعنی یہ کہ بعض دلائل میں صراحت کے

---

[۱] حاشیہ نزھۃ از اسحق ص ۲۲ - ۲۳

ساتھ اس کے کرنے کا مطالبہ ہو اور بعض میں کرنے والے کی مدح اور نہ کرنے والے کی مذمت ہو، مثلاً نماز ہے کہ اس کے دلائل حد تواتر تک ہیں بعض میں اس کا صریح مطالبہ ہے اور بعض میں نماز پڑھنے پر مدح اور اجر و ثواب اور نہ پڑھنے پر مذمت اور سزا کا ذکر ہے۔

۳- **امثلہ**:- اجماع، خبر واحد، اور قیاس کا شرعی حجت و دلیل ہونا ایسے ہی دلائل سے ثابت ہے جو کہ شمار میں لاتعداد ہیں اور مختلف مواقع پر مذکور ہیں اور وہ الگ الگ ظنی ہیں قطعی نہیں ہیں مگر ان کا حاصل ایک ہے، [۱]

۴- **اہم مصنفات**:- حسب ذیل ہیں

(الف) "الفوائد المتکاثرۃ فی الأخبار المتواترۃ"

(ب) "الأزھار المتناثرۃ فی الأخبار المتواترۃ"

(ج) "قطف الأزھار"

یہ تینوں کتابیں امام سیوطی کی ہیں، اور انہوں نے تینوں ترتیب وار لکھی ہیں اصل پہلی ہے اس کا اختصار دوسری ہے جس کی تلخیص تیسری ہے، ان میں متواتر روایات کو باب وار جمع کیا گیا ہے۔

(د) "نَظْمُ الْمُتَنَاثِرِ مِنَ الْحَدِیْثِ الْمُتَوَاتِر"- مصنف ابو عبد اللہ محمد بن جعفر کتانی، یہ کتاب در اصل سیوطی کی تالیف پر اضافہ ہے،

(ہ) "اِتْحَافُ ذَوِی الْفَضَائِلِ الْمُشْتَھِرَۃ بِمَا وَقَعَ مِنَ الزِّیَادَاتِ فِی نَظْمِ الْمُتَنَاثِرِ عَلَی الْأَزْھَارِ الْمُتَنَاثِرَۃ"- مصنف ابو الفضل عبد اللہ صدیق، یہ کتاب کتانی کی کتاب کی تلخیص ہے، اور اس میں کچھ اضافہ بھی ہے [۲]

---

[۱] حاشیہ اسحٰق عزوز بر نزھۃ ص ۲۲ و ۲۳

[۲] تدریب مع حاشیہ ج ۲ ص ۱۷۹

خبر
اقسام باعتبار مسند الیہ
اقسام باعتبار سند
(۲) متواتر
خبر واحد
اقسام باعتبار ثبوت و عدم ثبوت
اقسام باعتبار تعداد رواۃ
(۱) مشہور
(۲) عزیز
(۳) غریب
(۱) مشہور اصطلاحی
(۲) مشہور عرفی
(۱) غریب لغوی
غریب اسنادی
اقسام باعتبار موقع غرابت در سند
اقسام باعتبار محل غرابت
(۱) غریب مطلق
(۲) غریب نسبی
(۱) غریب اسناداً و متناً
(۲) غریب اسناد
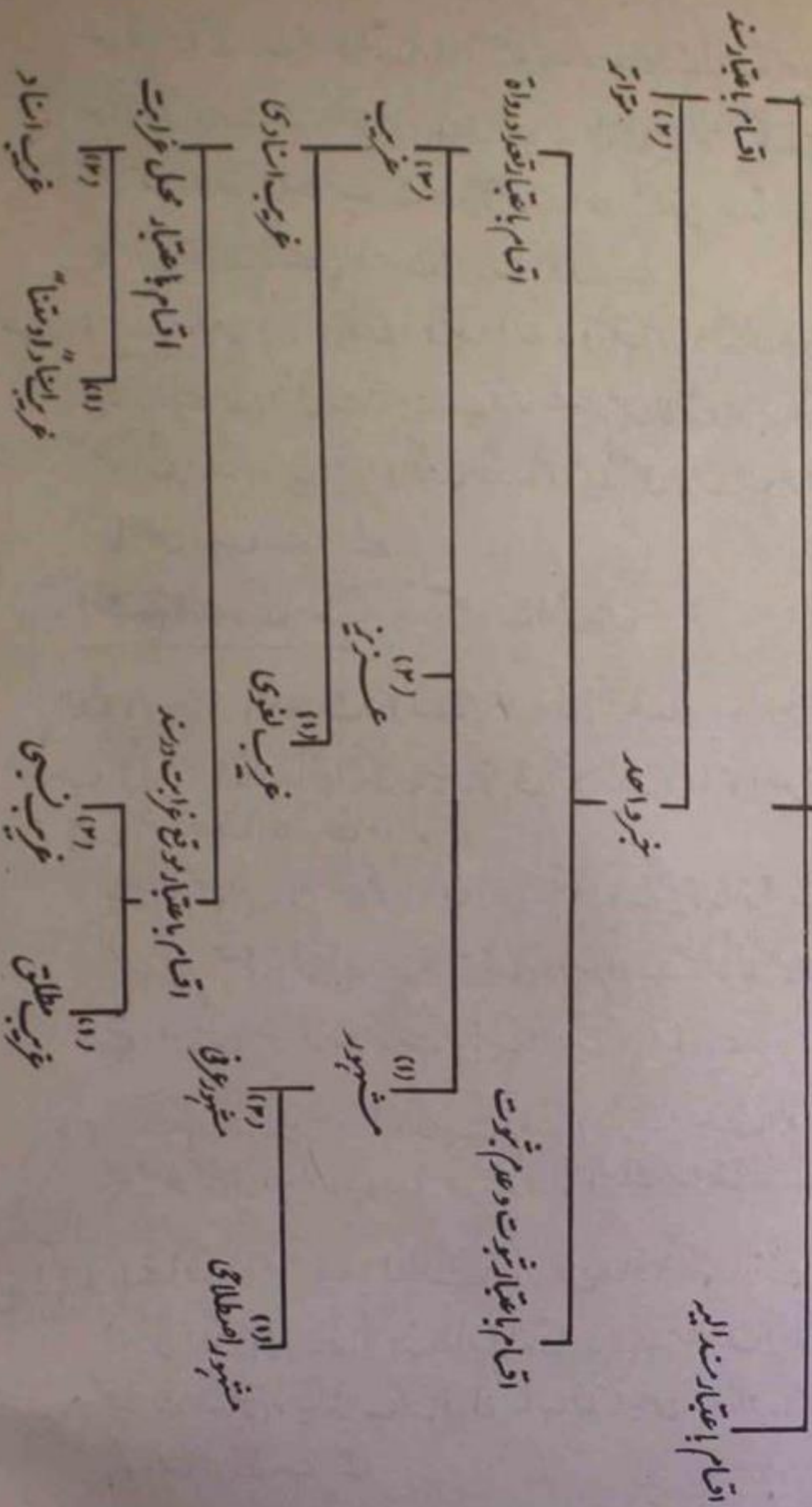
مبحث دوم

خبرِ واحد

۱۔ **تعریف** :۔ لغتہً :۔ واحد بمعنی ایک، آحاد، اس کی جمع ہے۔
خبرِ واحد و اخبار آحاد جس کے ناقل ایک ایک آدمی ہوں
(ب) اصطلاحی :۔ وہ حدیث جو تواتر کی حد کو نہ پہونچے ؎۱

۲۔ **حکم** :۔ ایسی حدیث گمان غالب کے درجہ میں علم کا فائدہ دیتی ہے، اور قرائن کی بناء پر علم قطعی کا بھی فائدہ دیتی ہے، اس سے حاصل ہونے والے علم کو "علم نظری" بھی کہتے ہیں اس لیے کہ اس کا حصول غور و فکر اور بحث و تفتیش پر موقوف ہوتا ہے اور خبرِ متواتر سے حاصل ہونے والے علم کو بدیہی و ضروری کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اسے ہر کس و ناکس اور عموماً کسی تحقیق کے بغیر ماننے پر مجبور ہوتا ہے ؎۲

۳۔ **تقسیمات** :۔ خبرِ واحد میں دو تقسیمیں جاری ہوتی ہیں (ب) باعتبار نقل (ب) باعتبار قوت و ضعف،

؎۱ نزھۃ النظر ص ۲۶

؎۲ ایضاً مع حاشیہ ۲۵۔۲۶ تیسیر المصطلح ص ۲۱

بحث اوّل

تقسیمِ اوّل باعتبارِ نقل

نقل یعنی ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے خبرِ واحد کی تین اقسام ہیں

۱۔ مشہور ۲۔ عزیز ۳۔ غریب

(۱)
مشہور

۱۔ تعریف :۔ وہ حدیث جسے تین یا تین سے زائد افراد نقل کریں بشرطیکہ تواتر کی حد کو نہ پہونچے ،

* اس "وصف" وکیفیت کو "شہرت" کہتے ہیں

۲۔ امثلہ :۔ (الف) من اتی الجمعۃ فلیغتسل (صحیح) (ب) طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (حسن) (ج) اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ (ضعیف)

۳۔ مشہور و مستفیض :۔

تعریف :۔ ا۔ لغوی :۔ مستفیض بمعنی بہنے و پھیلنے والا ،

ب۔ اصطلاحی :۔ کی بابت تین قول ہیں

۱۔ مشہور کا ہم معنی ہے

۲۔ مشہور سے خاص ہے اس لیے کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کے ناقل افراد کی تعداد شروع و اخیر میں برابر ہو ، اور مشہور میں یہ قید نہیں ہے ۔

۳۔ مشہور سے عام ہے کہ مشہور میں مذکورہ بالا قید معتبر ہے مستفیض میں نہیں،

۴۔ مشہور کی دوسری تفسیرات

مذکورہ بالا تفسیر وتعریف کے علاوہ مشہور کی مزید دو تفسیرات بھی ہیں جن کو "مشہور غیر اصطلاحی" کی تعبیر شامل ہے۔

(الف) مشہور نزد فقہاء و اصولیین

وہ حدیث جس کے ناقل عہد صحابہ میں تین سے کم اور بعد کے زمانوں میں تین سے زائد ہوں اور وہ حدیث امت میں مقبول ہو یعنی "مشہور" ان کے نزدیک متواتر اور خبر واحد کے بیچ کی ایک قسم ہے،

(ب) مشہور عرفی وہ حدیث جو زبان زد عوام وخواص ہو خواہ اس

۱۔ تعریف :۔ میں شہرت کے شرائط موجود ہوں یا نہیں

۲۔ صورتیں :۔ اس کی تین ہو سکتی ہیں (الف) کبھی ایک ہی سے منقول ہوتی ہے (ب) کبھی ایک سے زائد سے (ج) کبھی بالکل بے سند ہوتی ہے [1]

۳۔ اقسام :۔ مشہور عرفی کی ان طبقات کے اعتبار سے جن کے درمیان ان کی شہرت ہوتی ہے متعدد اقسام ہیں مثلاً

(الف) مشہور نزد محدثین :۔

جیسے حضرت انس رض کی حدیث اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَنَتَ شَہْرًا یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَذَکْوَانَ

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھ کر رعل وذکوان کے لیے بددعا کرتے رہے۔ صحیحین)

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳، ۱۷۳ – ۴، نزھۃ النظر مع حاشیہ اسحٰق عزوز ص ۲۳ – ۲۴

(ب) مشہور نزد فقہاء :- مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ (جس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے اور وہ اسے چھپائے تو اس کو آگ کی لگام لگائی جائے گی ۔ ترمذی)

(ج) نزد فقہاء اصولیین :- رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ (ابن حبان وحاکم)

(د) مشہور نزد عوام :- (۱) اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ (صحیح ابن حبان)

لیس الخبر کالمعاینۃ (ضعیف)

اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ (حسنہ الترمذی)[1]

۴- حکم :- مشہور کے مختلف مراتب ہو سکتے ہیں، البتہ مشہور اصطلاحی اگر "صحیح" ہو تو اس کو بعد کی اقسام پر ترجیح حاصل ہوتی ہے[2]

۵- اہم مصنفات :- "مشہور اصطلاحی و عرفی" دونوں کی جامع متعدد اہم کتابیں ہیں مثلاً

(الف) "اَلتَّذْكِرَةُ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمُشْتَهِرَةِ" مصنف بدرالدین زرکشی م ۷۹۴ھ

(ب) "اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَةُ فِيمَا اشْتُهِرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ" مصنف محمد بن عبد الرحمن سخاوی م ۹۰۲ھ یہ اس باب کی مشہور و اہم ترین کتاب ہے جو متداول و دستیاب ہے۔

(ج) "كَشْفُ الْخَفَاءِ وَمُزِيلُ الْإِلْبَاسِ فِيمَا اشْتُهِرَ مِنَ الْحَدِيثِ عَلَى أَلْسِنَةِ النَّاسِ" مصنف اسماعیل ابن محمد عجلونی م ۱۱۶۲ھ یہ اس فن کی وسیع و جامع ترین کتاب ہے۔

(د) تَمْيِيزُ الطَّيِّبِ مِنَ الْخَبِيثِ فِيمَا يَدُورُ عَلَى أَلْسِنَةِ النَّاسِ مِنَ الْحَدِيثِ، مصنف ابن دیبع شیبانی م ۹۴۴ھ

ے صحیح کی تعریف "خبر واحد" کی تقسیم دوم میں آرہی ہے۔ [1] تدریب ج ۲ ص ۱۷۵، ۱۸۰، [2] تیسیر المصطلح ص ۲۴

(۲)

عزیز

۱- **تعاریف** :-

ا- لغوی :- عزیز بمعنی نادر و قلیل الوجود یا قوی و طاقتور ۔ [۱]

ب - اصطلاحی :- وہ حدیث جس کے راوی کسی طبقے میں دو سے کم نہ ہوں

توضیح :- مطلب یہ ہے کہ رواۃ کے جتنے طبقات ہوں ہر ایک میں کم از کم دو راوی ضرور ہوں ، اگرچہ دو صرف ایک طبقے میں ہوں اور ایک کے علاوہ باقی یا چند طبقات میں دو سے بہت زائد راوی ہوں ۔

۲- **مثال** :- حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

(تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک میں اس کے والد ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں ۔)

یہ حدیث صحیحین میں حضرت انس رضؓ اور بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے حضرت انس سے اسے قتادہ و عبد العزیز بن صہیب نے ، اور قتادہ سے شعبہ و سعید نے ، اور عبد العزیز سے اسمٰعیل بن عُلَیَّہ و عبد الوارث نے ، پھر ان میں سے ہر ایک سے ایک ایک جماعت نے روایت کیا ہے [۲]

۳- **مشہور مصنفات** :- کوئی ایسی کتاب جس میں خاص طور سے "عزیز" احادیث ہی جمع کی گئی ہوں ، اس کی تالیف منقول نہیں

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۲۴ ، نووی و ابن صلاح کم از کم تین کے قائل ہیں ، تدریب ج ۲ ص ۱۸۱

[۲] نزھۃ النظر ص ۲۵ تدریب ج ۲ ص ۱۸۱ ،

(۳)
غریب

۱۔ تعریف

ا - لغوی :- غریب بمعنی منفرد و اکیلا۔ اور اجنبی و نامانوس "غریب" واحد ہے اس کی جمع "غرائب" استعمال ہوتی ہے۔

ب - اصطلاحی :- اعتبار سے غریب کی دو تعریفات ہیں اس لیے کہ اس کا اطلاق حدیث کی دو الگ الگ اقسام پر ہوتا ہے جن کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ایک کو ہم "غریب اسنادی" اور دوسری کو "غریب لغوی" کہہ سکتے ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ ان ہر دو اقسام کی بنیاد "غریب" کے دونوں لغوی معانی میں سے ایک ایک پر ہے

"غریب اسنادی" کی پہلے معنی یعنی "منفرد و اکیلے" پر اور "غریب لغوی" کی دوسرے معنی یعنی "اجنبی و نامانوس" پر اور تقسیم زیر بحث کے تحت پہلی قسم آتی ہے، اس لیے اولاً "غریب اسنادی" اور اس کے بعد "غریب لغوی" کی تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں [۱]

---

[۱] تقریب و تدریب کی ترتیب یہی ہے۔

(الف)

غریب اسنادی

۱- **تعریف**:- وہ حدیث جسکو کم از کم ایک طبقہ میں ایک ہی فرد نے روایت کیا ہو۔

* اس وصف وکیفیت کو "غرابت" کہتے ہیں۔

۲- **توضیح**:- مطلب یہ ہے کہ اس کی سند کے جتنے طبقات ہیں کم از کم ایک میں تنہا ایک آدمی روایت کرنے والا ہو۔ رہے طبقات تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باقی یا اکثر میں ایک سے زائد رہوں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ تمام طبقات میں ایک ہی راوی ہوں اور یہ ایک طبقہ جس کا راوی ایک ہو اولین بھی ہوسکتا ہے اور درمیانی وبعد کا بھی، اسی لیے "غریب اسنادی" کی دو اقسام ہیں

۳- **اقسام**:- دو ہیں (الف) غریب مطلق، (ب) غریب نسبی،

۴- **عنوان دیگر**:- غریب کے لیے دوسرا عنوان "فرد" استعمال ہوتا ہے جیسے ابن حجر نے استعمال کیا ہے، اس کے تحت غریب کی دونوں اقسام میں سے "غریب مطلق" کو فرد مطلق کہتے ہیں اور "غریب نسبی" کو "فرد نسبی" کہتے ہیں۔

۵۔ غرایب اور فراد :- تفصیل بالا کے مطابق "غریب" و "فرد" دونوں ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں، اکثر حضرات کا یہی خیال ہے۔ ابن حجر نے "قلت استعمال" اور "کثرت استعمال" کو وجہ فرق قرار دیا ہے کہ

لفظ "فرد" اکثر "فرد مطلق" (غریب مطلق) کے لیے اور

لفظ "غریب" اکثر "فرد نسبی" (غریب نسبی) کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ فرق بھی اس وقت ہے جبکہ فعل کا استعمال نہ ہو مگر ان دونوں سے متعلق افعال۔ یعنی "تفرّد"، اور "أغرب" تو ان کے استعمال میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے، دوسرے محققین جیسے ابن صلاح و نووی وغیرہ نے فرق کیا ہے۔ اور "مطلق" و "نسبی" کو "فرد" کی اقسام بتایا ہے "غریب" کی نہیں [1]

(الف) غریب مطلق :-

۱۔ تعریف :- وہ حدیث جس کی سند کے اولین طبقہ میں غرابت ہو

۲۔ توضیح :- مراد یہ ہے کہ جس کو اولین طبقہ میں صرف ایک فرد نے روایت کیا ہو، خواہ اس کے بعد آخری طبقہ تک تمام یا اکثر طبقات میں بھی ایک ہی ایک روایت کرنے والے ہوں یا یہ کہ ایک یا دو طبقے کے بعد زائد ہو جائیں

اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ "اولین طبقہ" سے کون لوگ مراد ہیں حضرات صحابہ یا تابعین، ملا علی قاری کا خیال ہے اور ابن حجر کی ذکر کردہ توضیح و مثال سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ "طبقہ تابعین" مراد ہے [2]

---

[1] دریب ج ۱ ص ۱۴۹ و ۱۵۰ و منہج النقد ص ۳۹۶ و ۴۰۲

[2] اسی طرح غرر نحشی نزھۃ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ البتہ صاحب تیسیر کا خیال ہے اور انہوں

۳۔ **امثلہ** :۔ (الف) حدیث نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء (یعنی غلام آزاد کرنے کے بعد آقا کا جو حق اس سے متعلق رہ جاتا ہے) اس کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے اسے حضرت ابن عمرؓ سے عبداللہ بن دینار تابعی نے تنہا روایت کیا ہے،

(ب) وہ حدیث جس میں ایمان کے ستر سے زائد شعبے بیان کیے گئے ہیں اس کو حضرت ابو ہریرہؓ سے صرف ابو صالح نے اور ابو صالح سے صرف عبداللہ بن دینار نے روایت کیا ہے

(ج) اولین طبقہ سے طبقۂ صحابہ مراد لینے والوں نے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کو مثال میں ذکر کیا ہے جسے صحابہ میں سے صرف حضرت عمرؓ نے روایت کیا ہے [۱]

(ب)۔ **غریب نسبی** :۔

۱۔ **تعریف** :۔ وہ حدیث جس کے درمیانی کسی طبقہ میں غرابت ہو

۲۔ **توضیح** :۔ مراد یہ ہے کہ اولین طبقہ یعنی عہد تابعین یا عہد صحابہ میں تو اس کے راوی ایک سے زائد ہوں مگر بعد کے طبقات میں اگرچہ ایک طبقہ ہی میں ہو، اس کو صرف ایک فرد روایت کرے، (اسی لیے اس کو نسبی کہتے ہیں کہ اس کی غرابت، درمیانی کسی طبقہ کی نسبت سے ہوتی ہے)

نے علی قاری پر نقد بھی کیا ہے کہ "اولین طبقہ" سے مراد" طبقۂ صحابہ ہے" انہوں نے، ابن حجر کی ذکر کردہ "تعریف غریب" کو اپنی رائے کے حق میں بنیاد بنایا ہے، نزھۃ النظر مع حاشیہ ص ۲۷ ـ ۲۸، تیسیر المصطلح ۲۸ [۱] نزھۃ ص ۲۷ و ۲۸ و تیسیر المصطلح ص ۲۸

۳- مثال:- مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِي عَنْ عَلِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ صحیحین)

اس حدیث کو زہری ؒ سے صرف امام مالک ؒ نے روایت کیا ہے [۱]

۴- تعریفات ہر دو اقسام نزد دیگراں

فرد:- وہ حدیث جس میں کسی اعتبار سے تفرد ہو (یعنی دوسری روایتوں اور رواۃ کے اعتبار سے امتیاز پایا جائے)۔

(الف) فرد مطلق:- وہ حدیث جس کو کسی راوی نے دوسرے تمام رواۃ حدیث کے مقابلے میں تنہا روایت کیا ہو۔

۲- امثلہ وصور:- کسی راوی کے تنہا کسی حدیث کو روایت کرنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جن کو ان کے احوال کے اعتبار سے الگ الگ متعدد اقسام قرار دیا گیا ہے، ان صورتوں میں اوپر ذکر کردہ دونوں اقسام بھی اپنی تعریفات مذکورہ کی بنیاد پر داخل ہیں۔ جیسے کہ "غریب" کی دونوں اقسام سے قطع نظر جو تعریف ہے، اس کی بنیاد پر اس کے تحت "تفرد" کی متعدد صورتیں آتی ہیں مثلاً (۱) کسی شخص کا تن تنہا کسی روایت کا راوی ہونا (۲) کسی راوی کا کسی سند میں (۳) یا متن میں اضافہ کر کے روایت کرنا۔ [۲]

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۲۸، تیسیر المصطلح ص ۲۸ و ۲۹، مذکورہ حدیث کو ابن صلاح نے غریب کہا ہے، ابن حجر نے دلائل و تحقیقات کیساتھ اسکا رد کیا ہے فتح الباری ج ۴ ص ۵۹ [۲] تدریب ج ۱ ص ۲۴۹ تا ۲۵۱ و نخبہ ص ۱۰۱ مع حاشیہ

(ب) فرد نسبی :- وہ حدیث جس کا تفرد کسی خاص حال کی وجہ سے ہو

۲- صور و امثلہ :- اس کی چار صورتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(الف) تفرد ثقہ (ب) تفرد راوی معین از راوی معین (ج) تفرد اہل شہر و اہل علاقہ (د) تفرد اہل شہر از اہل شہر۔

(الف) تفرد ثقہ :- وہ حدیث جسے ثقہ رواۃ میں سے کسی ایک نے ہی روایت کیا ہو۔

۲- مثال :- مسلم کی حدیث، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الاضحی والفطر بقاف واقتربت الساعۃ اس کو ثقات میں سے صرف حمزہ بن سعید نے روایت کیا ہے دوسرے راوی ضعیف ہیں،

(ب) تفرد راوی معین از راوی معین :- وہ حدیث جس کو کسی شخص سے کسی ایک آدمی نے ہی روایت کیا ہو، اگرچہ دوسرے سے کئی افراد نے نقل کیا ہو۔

۲- مثال :- سنن اربعہ کی حدیث۔ سفیان عن وائل بن داؤد عن ابنہ بکر عن الزہری عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَوْلَمَ عَلٰی صَفِیَّۃَ بسویق وتمر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کرنے پر ستو اور کھجور سے ولیمہ کھلایا) اس میں تفرد اس اعتبار سے ہے کہ اس روایت کو وائل سے صرف سفیان نے اور وائل بن داؤد نے اس کو اپنے بیٹے بکر بن وائل سے تنہا ہی روایت کیا ہے۔

(ج) تفرد اہل شہر و علاقہ :- وہ حدیث جسے کسی شہر یا علاقے کے لوگوں نے (اس طور پر) روایت کیا ہو (کہ کسی دوسرے شہر و علاقے

کے کسی فرد نے اس کی روایت نہ کی ہو)

۲ - مثال :- اہل مکہ یا اہل شام، یا اہل بصرہ وکوفہ وغیرہ میں سے کوئی تنہا کسی حدیث کی روایت کرے جیسے ابو داؤد کی روایت ۔ عن ابی الولید الطیالسی عن همام عن قتادة عن ابی نضرة عن ابی سعيد قال أُمِرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ ۔ اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ صرف اہل بصرہ نے روایت کیا ہے اس کے تمام رواۃ بصرہ کے رہنے والے ہیں ،

(د) تفرد اہل شہر از اہل شہر :- وہ حدیث جسے کسی شہر و علاقے کے لوگ کسی خاص اہل شہر و علاقے سے روایت کریں ۔

۲ - جیسے نسائی کی حدیث کلوا البلح بالتمر (کچی کھجور کو پختہ کھجور کے ساتھ کھایا کرو) اس کو صرف ابو زکیر بصری نے ہشام مدنی سے روایت کیا ہے [1]

۷ - حکم احادیث غرائب واحادیث عزاز آپ نے مشہور کے حکم کے تحت پڑھا ہے کہ شہرت کے باوجود ہر حدیث مشہور کا صحیح اور معتمد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ حسب موقع مختلف مراتب ہوتے ہیں یہی معاملہ ان احادیث کا بھی ہے جن کو عزیز یا غریب قرار دیا گیا ہو بلکہ غرائب تو اکثر مجروح ہی ہوتی ہیں جیسا کہ اکابر اہل تحقیق سے منقول ہے [2]

---

[1] تدریب ج ا ص ۲۹۴ ــــ ۵ا صاحب تیسیر نے ان چاروں اقسام کو "غریب نسبی" کے تحت ذکر کیا ہے اس بنیاد پر کہ اس میں غرابت کا مدار ایک خاص نسبت ہوتی ہے ص ۲۹ جبکہ تدریب میں تصریح ہے کہ اس کے تحت افراد اہل شہر داخل نہیں۔ تدریب ج ۲ ص ۱۸۲ ، [2] الکفایۃ ص ۱۴۰-۱۴۳، منہج النقد ص ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۱۷

۸- **مواقع احادیث غرائب** :- ایسی کتابیں جن میں بڑی تعداد میں احادیث غرائب مذکور ہیں، متعدد ہیں، ان میں سے اہم و مشہور حسب ذیل ہیں۔

(الف) "مسند بزار" مؤلف ابو بکر بزاز م ۲۹۲ھ

(ب) "المُعجَمُ الأوسَط" مؤلف سلیمان بن احمد طبرانی م ۳۶۰ھ

۹- **مشہور مصنفات** :- بعض حسب ذیل ہیں

(الف) "غرائب مالک" مصنف امام دارقطنی م ۳۸۵ھ

(ب) "الافراد"

(ج) السُّنَنُ الَّتِی تَفَرَّدَ بِکُلِّ سُنَّۃٍ مِنْهَا اَهْلُ بَلدَۃ
مصنف ابوداؤد سجستانی م ۲۷۵ھ

(ب)

غریبِ لغوی

۱۔ تعریف:۔

ا۔ لغوی:۔ اجنبی، پردیسی، یہاں وہ الفاظ مراد ہیں جن کے معانی واضح نہ ہوں اس لیے کہ ان کا استعمال مانوس نہ ہو،

ب۔ اصطلاحی:۔ متن حدیث میں آنے والا وہ لفظ جس کے معنی قلت استعمال کی وجہ سے واضح و ظاہر نہ ہوں،

۲۔ اہمیت و صعوبت:۔

فنون حدیث میں یہ فن بھی نہایت عظیم الشان ہے جس سے محدث کو مفر۔ تو کیا ہوتا اس سے ناواقفیت اس کی فنی حیثیت و مرتبہ کو مجروح کرتی ہے ۔ اور ساتھ ہی اس سے شغف معمولی چیز نہیں، اس کے لیے بڑی احتیاط و تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کہ معاملہ "کلام نبوی" کی شرح کا ہے۔ اور "کلام الٰہی" کی طرح "کلام نبوی" کی شرح و تفسیر بھی اگر محض خود رائی سے کی جائے مذموم ہے،

۳۔ **بہترین تفسیر**:۔ ایسے کلمات کی بہترین و معتمد تفسیر وہ ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی دوسری حدیث میں منقول ہو،

۴۔ **مثال**:۔ حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کو حالت مرض میں نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

"صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ" (بخاری) (کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پہلو پر)

حضرت علیؓ کی روایت میں فَعَلٰى جَنْبٍ (پہلو پر) کی تفسیر بایں الفاظ منقول ہے" داہنی کروٹ کے بل قبلہ رخ ہو کر" (دار قطنی)[1]

۵۔ **مشہور و اہم مصنفات**

ا۔ کتاب نضر بن شمیل م ۲۰۴ھ اولین کتاب ہے

ب۔ "غریب الحدیث" مصنف، ابو عبید القاسم بن سلام ۲۲۴ھ

ج۔ "غریب الحدیث" مصنف، عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری م ۲۷۶ھ

د۔ "النِّهَايَة فِي غَرِيْبِ الْحَدِيْثِ وَالْأَثَرِ" مصنف، مبارک بن محمد ابن اثیر م ۶۰۶ھ سب سے عمدہ و جامع اور مشہور و متداول کتاب ہے

و۔ "اَلْفَائِق" مصنف، جار اللہ زمخشری م ۵۳۸ھ

ز۔ مجمع بحار الانوار ″ ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی ہندی م ۹۸۶ھ

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۱۸۴ تا ۱۸۶

تقسیمِ مذکور اور فقہاءِ احناف

خبر کے ہم تک پہونچنے کے اعتبار سے جو تفصیل ذکر کی گئی ہے وہ عام محدثین کی اختیار کردہ ہے، فقہاء احناف اس تقسیم کے تحت، مذکورہ تفصیل سے کسی قدر اختلاف کے ساتھ اقسام کی تفصیل کرتے ہیں [۱]

اولاً تو وہ باعتبار نقل حدیث کی دو اقسام قرار دیتے ہیں ۱۔ مسند ۲۔ مرسل

۱ <u>مسند</u> :۔ جو پوری سند کے ساتھ مروی ہو

۲ <u>مرسل</u> :۔ وہ حدیث جس کے تمام راوی مذکور نہ ہوں خواہ سارے مذکور نہ ہوں یا بعض،

پھر "مسند" کی تین اقسام ذکر کرتے ہیں (الف) متواتر، (ب) مشہور، (ج) خبر واحد،

(الف) <u>متواتر</u> :۔

۱۔ تعریف ! اس کی تعریف محدثین کی تعریف کے مطابق کرتے ہیں

۲۔ حکم ! بھی محدثین کے مطابق ذکر کرتے ہیں مزید کچھ وضاحتوں کے ساتھ مثلاً یہ کہ اس کا انکار کفر ہے۔

(ب) <u>مشہور</u> :۔

۱۔ تعریف ! وہ حدیث جو عہد صحابہ کے بعد تواتر کی حد کو پہونچ جائے اگرچہ عہد صحابہ میں اس حد کو نہ پہونچی ہو یعنی اگرچہ اس

---

[۱] امعان النظر ص ۳۱

عہد میں عزیز یا غریب ہو

۲۔ حکم ! ثبوت و قطعیت میں متواتر سے کچھ ہی کم ہوتی ہے اسی لیے اس سے حاصل ہونے والا علم لائق اطمینان ہوتا ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

★ متواتر و مشہور دونوں ثبوت کے اعتبار سے قرآنی آیات کے ثبوت جیسی قوت رکھتی ہیں اس لیے ان میں مذکور مضمون اگر کسی آیت میں نہ ہو تو اس مضمون کا اعتبار اس درجہ میں کرتے ہیں جس درجہ میں کسی آیت کا مضمون ہوتا ہے۔

ج) خبر واحد :۔

ا۔ تعریف ! وہ حدیث جو کہ عہد صحابہ کے بعد کے عہدوں میں تواتر و شہرت کی حد کو نہ پہونچے بایں طور کہ اس کے راوی ایک یا دو یا چند ہوں

خواہ ایسا ہر عہد و طبقہ میں ہو یا ایک یا چند طبقات میں ہو حتی کہ اگر صحابہ و تابعین کے بعد یہ صورت ہو جائے اور اس سے پہلے نہ ہو تو بھی "خبر واحد" کہلائے گی،

یعنی اس کا مصداق عموماً وہ روایات ہیں جن کو محدثین نے "عزیز" یا "غریب" کہا ہے بلکہ "مشہور اصطلاحی نزد محدثین" بھی اس کے تحت آسکتی ہے اگر اس میں تواتر کی شروط کا تحقق نہ ہو اس لئے کہ محدثین اس حدیث کو مشہور کہتے ہیں جسے تین یا چار افراد نقل کریں جب کہ یہ صورت "تواتر" کے تحت نہیں آتی۔

۲۔ حکم ! چند شرائط کے ساتھ اعتبار و احتجاج کے لائق ہوتی ہے، گمان غالب کے درجہ میں علم کا فائدہ دیتی ہے اسی لیے

واجب العمل ہوتی ہے [1]

۳۔ شرائط عمل! خبر واحد پر عمل کی اصولی آٹھ شرطیں ذکر کی جاتی ہیں چار راوی کے حق میں اور چار مروی و روایت کے حق میں، راوی کے حق میں یہ کہ راوی مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو۔ عادل اور ضابط ہو مروی کے حق میں یہ کہ قرآن کے مخالف نہ ہو، کسی حدیث متواتر و مشہور کے مخالف نہ ہو، کسی ایسے مسئلہ کی بابت نہ ہو جس سے عوام و خواص سب کا سابقہ پڑتا ہو اور حالات کا تقاضا ہو کہ وہ سب کے علم میں ہو صحابہ نے باہمی اختلافات میں اس سے استدلال کیا ہو، اس سے صرف نظر نہ کیا ہو [2]

جیسے کہ اگر خود راوی حدیث سے قولاً یا فعلاً، اس کی روایت کردہ کسی حدیث کی مخالفت ثابت ہو، یا فقہاء صحابہ وائمہ فقہ وحدیث سے مخالفت ثابت ہو، جبکہ قرائن کا تقاضہ یہ ہو کہ وہ اس حدیث سے ناواقف نہ ہوں تو اس پر عمل جائز نہیں

اول صورت میں اس کو نسخ پر اور دوسری صورت میں عدم ثبوت و عدم صحت پر محمول کریں گے جیسے کہ اگر جس سے روایت نقل کی گئی ہو وہ قطعی انکار کر دے تو روایت مقبول نہیں اور انکار رجوع پر محمول ہوگا [3]

یہ بھی ایک اہم بات ہے کہ سننے کے بعد سے دوسروں کو سنانے تک

---

[1] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۱۱ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۳۱ و ۱۳۲، حسامی و نظامی ص ۶۸ تا ۷۱

[2] فواتح الرحموت ج ۲، مبحث السنۃ مثلاً ص ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۴۳ وغیرہ

[3] فواتح ج ۲، مبحث السنۃ حسامی و نظامی ص ۷۱ تا ۷۷

روایت برابر راوی کے ذہن میں محفوظ ہو، ذہول نہ ہو جائے، حتیٰ کہ اگر تحریر میں محفوظ ہو اور تحریر سے یاد آجائے تو اعتبار ہوگا ورنہ نہیں، یہ امام صاحب فرماتے ہیں، امام ابو یوسف کے نزدیک اگر تحریر اپنے پاس محفوظ ہو یا دوسرے کے پاس ہو مگر اطمینان ہو تو کافی ہے [۱]

اسی انداز کی شرطوں کی وجہ سے متعدد اہل تحقیق سے یہ مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے احادیث کے رد و قبول کا جو معیار اپنایا تھا وہ عام محدثین سے زیادہ سخت تھا اس لیے کہ دوسرے محدثین و ائمہ اس قسم کی تمام شرطوں کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ بعض کی نسبت سے ان کا امام صاحب سے اختلاف ہے [۲]

---
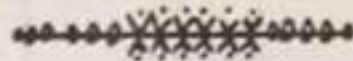
[۱] امعان النظر ص ۷۴، قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۳ و ۲۰۴ اس سلسلہ کی مزید تفصیلات و تحقیقات اصول فقہ کی کتب کے علاوہ، "قواعد فی علوم الحدیث" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

[۲] السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۴۲۳ تا ۴۲۴، اس میں تنقیح کرکے بطور مثال ۱۳ شرطیں ذکر کی گئی ہیں جن کو ہم نے مذکورہ تفصیلات میں سمیٹ لیا ہے، مقدمہ شرح الملا علی القاری علی المسند از شیخ خلیل، وغیر ذلک

خبر

- اقسام باعتبار مسند الیہ
- اقسام باعتبار سند
  - متواتر
  - خبر واحد
    - اقسام باعتبار تعداد رواۃ
    - اقسام باعتبار ثبوت و عدم ثبوت
      - (۲) مردود
      - (۱) مقبول
        - اقسام باعتبار احوال رواۃ و کیفیت روایت
          - (۱) صحیح
            - (۱) صحیح لذاتہ
            - (۲) صحیح لغیرہ
          - (۲) حسن
            - (۱) حسن لذاتہ
            - (۲) حسن لغیرہ
        - اقسام باعتبار عمل و عدم عمل
          - معمول بہ
            - (۱) ناسخ
            - (۲) محکم
          - غیر معمول بہ
            - (۱) منسوخ
            - (۲) مختلف الحدیث

بحث دوم

خبرِ واحد کی تقسیم دوم

باعتبارِ ثبوت وعدمِ ثبوت

خبر واحد کی ثبوت وعدم ثبوت کے اعتبار سے دو اقسام ہیں

(الف) مقبول (ب) مردود

———

(الف)

خبر مقبول

مقدمہ تعریف و حکم

۱- تعریف مقبول :- وہ حدیث جس کا صدق یعنی ثبوت راجح ہو

۲- دیگر تعبیرات :- مقبول کو، جید، قوی، صالح، مجود، ثابت، محفوظ، معروف بھی کہہ دیا کرتے ہیں [۱]

۳- حکم :- اس کو شرعی احکام میں دلیل بنانا، اور اس پر عمل کرنا

۴- تقسیمات :- مقبول میں دو تقسیمات جاری ہوتی ہیں (الف) تقسیم اول قوت میں فرق مراتب کے اعتبار سے (ب) تقسیم دوم حدیث مقبول کے معمول بہ ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے [۲]

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۱۷۷ - ۱۷۸ [۲] نزھۃ النظر ص ۲۶ - ۲۷، تیسیر المصطلح ص ۳۱ - ۳۲

(الف)
تقسیم اوّل

باعتبار مراتب قوّت

۱- حدیث مقبول کی، قوت میں فرق مراتب کے اعتبار سے دو اساسی اقسام ہیں۔

اول صحیح، دوم حسن، اور ان میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں یوں حدیث مقبول کی قوت کے اعتبار سے چار اقسام ہو جاتی ہیں،

۱۔ صحیح لذاتہ
۲۔ حسن لذاتہ
۳۔ صحیح لغیرہ
۴۔ حسن لغیرہ

(۱)

صحیح لذاتہ

۱- تعریف :- وہ حدیث جو واسطہ در واسطہ اخیر تک عادل و ضابط رواۃ کے ذریعہ متصلاً مروی ہو اور ہر قسم کے شذوذ و علت سے خالی ہو۔

۲- شرائط صحت :- حاصل تعریف یہ ہے کہ صحیح کے لئے پانچ شرطیں ہیں

(الف) اتصال سند :- شروع سے اخیر تک ہر راوی کا اپنے اوپر والے راوی سے براہ راست روایت کو حاصل کرنا۔

(ب) عدالت رواۃ :- ہر راوی کا مسلمان، بالغ و عاقل ہونے کے ساتھ، متقی و باوقار ہونا۔

(ج) ضبط رواۃ :- ہر راوی کا حدیث کو حاصل کرنے کے بعد محفوظ رکھنے کا پورا اہتمام کرنا یادداشت کے ذریعہ ہو یا بذریعہ تحریر۔

(د) عدم شذوذ :- ثقہ راوی کا خود سے ثقہ کی مخالفت نہ کرنا

(ھ) عدم علت :- ظاہری صحت کے ساتھ ساتھ ایسے مخفی عیب سے خالی ہونا جو صحت پر اثر انداز ہو۔ [۱]

۳- مثال :- صحیح بخاری کی روایت حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابن شہاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَرَأَ فِی الْمَغْرِبِ بالطور (کتاب الاذان)

یہ حدیث صحیح ہے اس لیے کہ اس کی سند متصل ہے، رواۃ عادل و ضابط ہیں اور حدیث شذوذ و علت سے بھی خالی ہے۔

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۲۹، تدریب ج ۱ ص ۶۳

۴- **حکم**:- تمام محدثین اور معتمد اصولیین و فقہاء کا اتفاق ہے کہ نقل کے اعتبار سے فرقِ مراتب کی رعایت کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے، صرفِ نظر کی گنجائش نہیں ہے،

۵- **اصح احادیث و اسانید**:-

(الف) حدیث کے متعلق تو کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ فلاں حدیث تمام احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔

(ب) اسانید کے متعلق البتہ بہت کچھ فرمایا گیا ہے۔

۱- بعض نے اشخاص کے اعتبار سے یہ حکم لگایا ہے۔

۲- بعض نے کسی خاص شہر و علاقے کے باشندوں و رُوات کے اعتبار سے۔

۳- بعض نے صحابہ اور مخصوص اساتذہ و شیوخ حدیث کے اعتبار سے اس کا فیصلہ کیا ہے اس قسم کے فیصلے ہر ایک نے اپنی اپنی معلومات و تحقیقات کی بنیاد پر کئے ہیں لیکن پسندیدہ یہ ہے کہ کسی سند کو مطلقاً "اصح الاسانید" (صحیح ترین سند) نہ قرار دیا جائے اس لیے کہ صحت کے مراتب کا فرق و تفاوت شروط صحت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے پر موقوف ہے اور کسی سند کے تمام رُوات کا شروطِ صحت میں سے ہر ایک کے اعلیٰ درجہ پر ہونا شاذ و نادر کے درجے میں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ جن اسانید کے متعلق ائمہ حدیث نے کسی اعتبار سے یہ فیصلہ کیا ہے وہ ان اسانید پر راجح قرار پائیں گی جن کے متعلق ان سے یہ فیصلے منقول نہیں، [1]

---

[1] نزہتہ ص ۳۰، تدریب ج ۱ ص ۷۶ تا ۸۶

۶۔ خالص صحیح کی اوّلین تصنیف

محض احادیث صحیحہ کی جامع کتابوں میں سے اولین کتابیں بخاری اور مسلم ہیں پہلے بخاری تصنیف کی گئی پھر مسلم، امت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں کتابیں قرآن مجید کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتابیں ہیں، اسی لیے امت ان دونوں پر اعتبار و اعتماد اور عمل کے حق میں متفق ہے، اور ان کو "صحیحین" اور امام بخاری و امام مسلم کو "شیخین" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

(الف) رہا ان دونوں میں فرق مراتب تو اگرچہ بعض مسلم کی روایات بخاری کی بعض روایات سے فائق مانی گئی ہیں لیکن مجموعی اعتبار سے اکثر حضرات کے نزدیک بخاری مسلم سے فائق ہے، دونوں کے مصنفین کے فنی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بھی، اور دونوں کتابوں کے ذاتی احوال و خواص کے اعتبار سے بھی،

مصنفین کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اس وجہ سے کہ امام بخاری بالاتفاق فن میں امام مسلم سے فائق ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ امام مسلم امام بخاری کے شاگرد و خوشہ چین تھے۔ اور دوسرے اعتبار سے اس وجہ سے کہ بخاری کی روایات و رواۃ، اتصال، عدالت و ضبط، اور عدم شذوذ و عدم علت (یعنی صحت کی پانچوں شرطوں میں مسلم کی روایات و رواۃ پر فائق ہیں، یہ فوقیت تو صحت کے اعتبار سے ہے اور نفع بخش و مفید ہونے میں بھی بخاری اس وجہ سے فائق ہے کہ وہ جن فقہی استنباطات اور حکیمانہ نکات پر مشتمل ہے مسلم اس سے خالی ہے جن کی طرف امام بخاری اپنے قائم کردہ "تراجم" (یعنی ابواب کے عناوین) اور ان کے متعلقات کے ذریعہ اشارہ کیا کرتے ہیں البتہ مسلم کو "حسن ترتیب" کے اعتبار سے بخاری پر فوقیت

حاصل ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے جن احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا، ان میں سے ہر ایک کے تمام طرق کو مختلف اسانید و الفاظ کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے [۱] اگرچہ بخاری اور دیگر کتب کی طرح ابواب و عناوین نہیں قائم کیے ہیں، اور بخاری کا معاملہ یہ ہے کہ تمام طرق کا ایک جگہ جمع کرنا تو درکنار عنوان کے اعتبار سے کسی موقع پر جو ظاہری مناسبت کسی حدیث کی معلوم ہوتی ہے اکثر اس موقع پر اس حدیث کو نہیں ذکر کرتے اس لیے بخاری میں محض مسئلہ کی "مناسبت" کی بنیاد پر کسی حدیث کو تلاش کرنا عموماً آسان کام نہیں، بخاری کے متعلق اس سلسلہ کی معلومات مستقل ایک فن کا درجہ رکھتی ہیں [۲] اور "تراجم ابواب" (یعنی عناوین ابواب) کی ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے مناسبت علیحدہ ایک فن ہے جس پر مستقلاً کتابیں تحریر کی گئی ہیں مثلاً

۱۔ ناصر الدین علی بن المنیر کی "المتواری علی تراجم البخاری"،

۲۔ ابو عبد اللہ فہری بستی کی "ترجمان التراجم"،

۳۔ ابو عبد اللہ مقراوی سجلماسی کی "حل اغراض البخاری المبهمة فی الجمع بین الحدیث والترجمة"،

۴۔ ابو عبد اللہ فرباتینی کی "تعلیق المصابیح علی ابواب الجامع الصحیح"،

۵۔ اور اس سلسلہ کا آخری شاہکار شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی "کتاب الابواب والتراجم" جو تین حصوں میں ہے اور اس سلسلہ کی تحقیقات کی جامع ہے، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی بھی اس موضوع پر ایک کتاب ہے اور مولانا فخر الدین مرادآبادی کی بھی،

---

[۱] نزہۃ النظر ص ۳۰ - [۲] ۳۱، [۲] استاذی الجلیل مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی فرمایا کرتے ہیں، "امام بخاری تو وہاں لیجا کر مارتے ہیں جہاں پانی نہ ملے" یعنی جہاں موقع کی مناسبت ہو وہاں کے بجائے کسی ایسے موقع پر حدیث کو ذکر کرتے ہیں جہاں بظاہر مناسبت سمجھ میں نہیں آتی،

(۷) بخاری و مسلم اور احادیث صحیحہ کا استیعاب

امام بخاری و امام مسلم کی کتابوں کو جو امتیازات حاصل ہیں وہ ذکر کیے جا چکے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ ذہن نشین رہے کہ ان دونوں حضرات نے نہ تو یہ کیا ہے کہ تمام احادیث صحیحہ کو اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہو اور نہ اس کا التزام ہی کیا ہے بلکہ جیسا کہ ان کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اپنی تحقیقات کے مطابق لاکھوں کی تعداد میں احادیث صحیحہ کے ذخیرہ سے محض چند ہزار احادیث کو اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔ اور دونوں حضرات نے خود ہی تصریح کر دی ہے کہ ہم نے تمام احادیث صحیحہ کو ان کتابوں میں جمع نہیں کیا۔

امام بخاریؒ کا ارشاد ہے "میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث کو ہی لیا ہے اور طول کی بنا پر اکتاہٹ کے خیال سے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے" اور امام مسلمؒ کا ارشاد ہے "ایسا نہیں ہے کہ اپنی رائے کے مطابق ہر صحیح حدیث کو میں نے اس کتاب میں ذکر کر دیا ہو، بلکہ میں نے تو محض وہ احادیث اس میں ذکر کی ہیں جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے"

امام بخاریؒ کا یہ بھی ارشاد ہے — "میں نے جن احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے وہ کہیں زائد ہیں" — ایک موقع پر یہ بھی فرمایا — "مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں" [۱]

ان تصریحات کی بنا پر علماء محققین قائل ہیں کہ صحیح احادیث کا بہت بڑا حصہ ان کی کتابوں سے رہ گیا ہے۔

(۸) بخاری و مسلم کی احادیث کی تعداد اور باقیماندہ احادیث صحیحہ

بخاری و مسلم دونوں میں جو روایات مذکور ہیں ان

---

[۱] علوم الحدیث ص ۱۶

میں بہت سی دوبارہ وسہ بارہ یا اس سے زائد مرتبہ بھی مذکور ہیں اس لیے ان میں مذکور احادیث کے دونوں اعداد جمع کیے گئے ہیں۔

۱- بخاری، مکرر احادیث (۷۳۹۷) غیر مکرر (۲۶۰۲) یا (...۴ تقریباً)

۲- مسلم، مکرر احادیث (۷۱۵۱) غیر مکرر (۴۰۰۰ تقریباً)

بقیہ صحیح احادیث دوسری معتمد و مشہور کتابوں میں ہیں مثلاً ۱- صحیح ابن خزیمہ ۲- صحیح ابن حبان، ۳- مستدرک حاکم ۴- موطا مالک ۵- سنن اربعہ (ابوداؤد، ترمذی نسائی و ابن ماجہ) ۶- دار قطنی ۷- سنن بیہقی ۸- مسانید امام احمد و امام شافعی و امام ابوحنیفہ ۹- مؤلفات امام محمد و امام ابی یوسف، ۱۰- صحیح ابی عوانہ ۱۱- صحیح ابن السکن ۱۲- مختارہ (ضیاء مقدسی کی)، اور دیگر معتمد ائمہ محدثین کی متداول و معروف کتب[ع] البتہ دیگر کتب صحیحین کی ہم پلہ نہیں ہیں کچھ تو ان کے مؤلفین کی وجہ سے اور کچھ صحیحین کے جیسا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے، اس لیے ان کتابوں میں سے جو ایسی ہیں کہ انہیں صرف صحیح احادیث پر اکتفا کی گئی ہے اور اس کی تصریح موجود ہے تو ان کی احادیث پر تو مستقل بحث کی تصریح کے بغیر اعتماد کیا جائے گا جیسے "صحیح ابن خزیمہ" اس لیے کہ ابن خزیمہ صحت کا حکم لگانے میں بہت محتاط تھے اگر کسی سند میں معمولی سا بھی کلام ہوتا تو توقف اختیار کر لیتے، ۔۔۔ اور جن کتابوں میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا ہے اور اکثر کتابیں ایسی ہی ہیں، ان کی احادیث کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب تک صحت کی تصریح نہ ہو، ان کو حجت و دلیل بنانا درست نہیں ہے، حاکم و ابن حبان کے متعلق تصریح کی گئی ہے کہ یہ دونوں حضرات صحت کا حکم لگانے میں بہت زیادہ محتاط نہیں تھے اسی لیے ان کے فیصلہ پر مزید کسی معتمد و محقق کے فیصلے کی ضرورت ہوتی ہو جیسے ذہبی "مستدرک حاکم" کی خصوصیت "صحیحین پر استدراک" یعنی ان احادیث کا جامع ہونا جو امام بخاری و امام مسلم دونوں یا کسی ایک کی شروط کے

سنن احادیث ابی داؤد (۴۸۰۰) ابن ماجہ (۴۰۰۰) یا (۴۳۳۸) ترمذی (۳۸۱۲) نسائی (۴۴۸۲)

ع قواعد فی علوم الحدیث ص ۴۲ تا ۴۵ موطا مالک (۱۷۲۰) (المعاصر علم الحدیث ص ۱)

مطابق ہیں مگر ان دونوں حضرات نے اپنی کتابوں میں ان کو نہیں لیا ہے، ساتھ ہی دوسری احادیث بھی ہیں جن کو حاکم نے صحیح یا غیر صحیح قرار دیا ہے۔[1]

۹۔ مستخرجات:۔

"مُسْتَخْرَجْ" خاص انداز پر تالیف کی گئی حدیث کی کتاب کو کہتے ہیں۔

(الف) موضوع مستخرج:۔ مستخرج، کا موضوع یا یوں کہئے طریق تالیف یہ ہوتا ہے کہ اس کا مصنف حدیث کی کسی کتاب کو سامنے رکھ کر اس کی احادیث کو اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کرتا ہے جن میں اس کتاب کے مصنف کا واسطہ نہیں ہوتا اگرچہ اس مصنف کے شیخ یا اس سے اوپر کے شیوخ میں، دونوں کی سندیں ایک ہو جاتی ہیں۔

(ب) مشہور مستخرجات:۔ یوں تو مستخرجات، دسیوں کی تعداد میں ہیں صحیحین کے علاوہ دوسری معتمد کتب احادیث سے بھی متعلق ہیں مثلاً، ابوداؤد، ترمذی، مستدرک وغیرہ۔ مگر مشہور و اہم صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی بعض مستخرجات ہیں۔

۱۔ مستخرج ابی بکر اسماعیل م ۳۷۱ھ بر بخاری

۲۔ مستخرج ابی عوانہ اسفرائینی م ۳۱۶ھ بر مسلم

۳۔ مستخرج ابی نعیم اصبہانی م ۴۳۰ھ بر صحیحین

(ج) الفاظ احادیث کے حق میں مستخرجات کا طریق کار

مستخرجات میں اس کا التزام نہیں ہے کہ جس کتاب پر استخراج کیا گیا ہے اس کے اور کتاب مُسْتَخْرَجْ دونوں کے الفاظ یکساں ہوں اس لیے

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۱۰۴ تا ۱۰۵

کہ نظر تو اصل مضمون اور سند پر ہوتی ہے اس لیے مصنفین اپنے اپنے واسطوں سے منقول الفاظ کو ذکر کرتے ہیں جن میں تھوڑا بہت فرق بھی ہوتا ہے۔

یہی معاملہ ان حضرات کا بھی ہے جنھوں نے اپنی کتابوں میں بخاری و مسلم کی روایات ذکر کی ہیں جیسے بیہقی، اور بغوی وغیرہ کہ یہ حضرات روایات ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں "رواہ البخاری" یا رواہ المسلم"۔ تو اس سے ان کی مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ اصل روایت ان کتابوں میں موجود ہے یہ نہیں کہ ان کے ذکر کردہ الفاظ اور ان دونوں کتابوں کے الفاظ بالکل ایک ہیں۔

(د) مستخرجات سے احادیث کی نقل اور اصل کی طرف نسبت

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ چونکہ مستخرجات میں الفاظ کی موافقت ضروری نہیں اس لیے ان سے احادیث کو نقل کر کے اصل کی طرف نسبت اسی وقت جائز ہے جبکہ اصل سے مقابلہ کر لیا جائے۔ یا پھر اگر یوں کہا جائے "اخرجہ البخاری بلفظہ" یا اخرجہ مسلم بلفظہ" وغیرہ۔ تو نسبت درست ہوگی

(ھ) فوائد مستخرجات:-

مستخرجات کے تقریباً دس فوائد ھیں، بعض اہم حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علو اسناد:- سند کا علو یعنی کم واسطوں سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کی نقل، اس لیے کہ مُستَخرِج کا مصنف اگر اصل کتاب کے مصنف مثلاً بخاری کے طریق و واسطے سے حدیث کو نقل کرے تو واسطے زائد ہو جائیں گے بہ نسبت اس سند کے جو اس نے بخاری کو چھوڑ کر اختیار کی ہے،

۲۔ صحیح حدیث کی مقدار میں اضافہ

کبھی اصل کتاب میں روایت کے جو اور جتنے الفاظ ہوتے ہیں مستخرج کی روایت میں الفاظ مختلف اور زائد ہوتے ہیں اور روایات دونوں صحیح ہوتی ہیں تو مستخرج کی روایت اصل کی روایت کی مقدار میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔

۳۔ کثرت طرق کی بنا پر قوت

مستخرج کی روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اصل میں ذکر کردہ روایت دوسرے طریق وطرق سے بھی مروی ہے اور متعدد طرق سے روایت کا مروی ہونا اس کی قوت کا باعث ہوتا ہے جس کا ایک خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی دوسری صحیح حدیث سے اصل کتاب کی حدیث کا تعارض ہو تو متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر یہ حدیث دوسری پر راجح و فائق قرار پاتی ہے [۱]

۱۰۔ تعلیقات بخاری و مسلم :-

صحیحین سے متعلق جو تفصیلات آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں وہ ان کی ان روایات سے متعلق ہیں جنہیں امام بخاری و امام مسلم نے اصل ابواب کے تحت مقصود بنا کر پوری سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

رہیں وہ روایات جو پوری اسناد کے ساتھ مذکور نہیں جن کو "معلق" اور "تعلیق" کہتے ہیں اور جو اصل ابواب کے تحت بطور مقصود مذکور نہیں، بلکہ تراجم وعناوین ابواب کے ساتھ بطور مقدمات مذکور ہیں، مسلم میں

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۵

ایسی صرف ایک روایت ہے جو باب الیتیم میں ہے اور دوسری جگہ موصولاً مذکور ہے لیکن بخاری میں ایسی روایات بہت ہیں،
ان روایات کا حکم یہ ہے
اگر ان کو ایسے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جائے کہ جن میں قطعیت کے ساتھ ان کی کسی کی طرف نسبت ہو تو انھیں صحیح قرار دیا جائے گا۔ جیسے قال، اَمر، ذکر وغیرہ۔ اور اگر ایسے الفاظ ہوں کہ قائل متعین نہ ہو، جیسے یُروی، یُذکر، یُحکی (مجہول افعال) تو صحت کا حکم نہیں ہوگا لیکن بخاری کی معلقات کو بخاری کی وجہ سے اس حال میں بھی ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔[1]

۹۱- مراتب احادیث صحیحہ:- تمام احادیث صحیحہ، صحت میں شریک ہونے کے باوجود ایک ہی مرتبہ پر نہیں ہوتیں اس لیے کہ ایک طبقہ و درجہ کے رواۃ بھی اپنے اوصاف میں باہم فرق مراتب رکھتے ہیں اس وجہ سے احادیث صحیحہ کے متعدد مراتب ہیں جو ترتیب وار "اعلیٰ" سے "ادنیٰ" کی طرف ذکر کیے جا رہے ہیں۔

ا۔ وہ حدیث جو اصح الاسانید (صحیح ترین اسناد) میں سے کسی کے ذریعہ مروی ہو۔

ب۔ وہ حدیث جو ایسے رواۃ کے واسطے سے مروی ہو جو پہلے درجہ والوں سے کم مرتبہ ہوں جیسے حماد بن مسلم کی روایت بواسطہ ثابت حضرت انس رضؓ سے۔

ج۔ وہ حدیث جو ایسے رواۃ کے واسطے سے مروی ہو جن میں ثقاہت

---

[1] تدریب ج ۱، ص ۱۱۷ — ۱۲۱

کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ پایا جاتا ہو جیسے سہیل بن ابی صالح کی روایت بواسطہ پدر خود حضرت ابو ہریرہ سے، اسی فرقِ مراتب کی تفصیل کے تحت حدیث صحیح کے بایں طور سات مراتب ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ وہ حدیث جو بخاری و مسلم دونوں میں مذکور ہو۔

۲۔ وہ حدیث جو صرف بخاری میں مذکور ہو۔

۳۔ وہ حدیث جو صرف مسلم میں مذکور ہو۔

۴۔ وہ حدیث جو بخاری و مسلم میں رعایت کردہ شرائط کے مطابق ہو

۵۔ وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔

۶۔ وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔

۷۔ وہ حدیث جس کو ان دونوں کے علاوہ دوسرے محدثین نے صحیح قرار دیا ہو۔ یہ تفاوت مراتب محض ان دونوں کتابوں کے مرتبہ کے پیش نظر ہے، ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حال میں اس ترتیب کا لحاظ کیا جائے گا بلکہ کبھی دوسرے قرائن کی بنا پر کسی نیچے کی قسم کے تحت آنے والی حدیث کو اوپر والی پر ترجیح دی جاتی ہے۔

مثلاً مسلم کی وہ روایت جو مشہور ہو مسلم و بخاری دونوں کی ذکر کردہ اس روایت پر راجح ہوگی جو غریب ہو ایسے ہی ایک حدیث اگر صحیح ترین اسانید میں سے کسی کے ذریعہ مروی ہو اور بخاری و مسلم میں مذکور نہ ہو تو وہ موضوع سے متعلق اس حدیث پر راجح ہوگی جسے دونوں میں سے کسی ایک نے ذکر کیا ہو۔[1]

۱۰۔ <u>شروط شیخین</u> :۔ صحت کی معروف اور گذشتہ صفحات میں مذکور شرائط کے علاوہ، مزید کسی شرط کو ان حضرات نے کہیں ذکر نہیں فرمایا ہے لیکن محققین علماء نے ان کے طریق کار سے یہ سمجھا ہے کہ ان

---

[1] نزهة النظر ۳۱۔ ۳۲ تدریب ج ۱ ص ۱۲۲ تا ۱۴۴ تیسیر المصطلح ص ۴۲

دونوں حضرات نے مزید چند امور کی بھی رعایت فرمائی ہے۔ جن میں سے بعض دونوں کے نزدیک "متفق علیہ" ہیں جن کو "شرط شیخین" کہا جاتا ہے اور بعض ہر ایک کی انفرادی ہیں، جن کو "شرط بخاری" اور "شرط مسلم" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وہ امور کیا ہیں، محققین نے مختلف باتیں کہی ہیں، نووی، ابن صلاح اور ابن حجر کے نزدیک اس کی معتمد تعبیر یہ ہے کہ ان کی شروط کے مطابق حدیث کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث دونوں میں مذکور اسناد، یا کسی کی اسناد کے واسطے سے مروی ہو اور ساتھ ہی یہ کہ ان دونوں حضرات نے اپنے رواۃ سے نقل روایت میں جس کیفیت کا التزام واہتمام کیا ہے اس کی بھی پوری پوری رعایت ہو۔[1]

امام بخاری وامام مسلم کی طرح دیگر ائمہ محدثین نے بھی بعض امتیازی شرطوں کی رعایت رکھی ہے، اور "شروط ائمہ" بھی ایک فن ہے جس پر محققین نے حسب موقع تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور بعض حضرات نے مستقل کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ جیسے "حازمی" کی "شروط الائمۃ الخمسۃ"[2] جس میں انھوں نے پانچ اماموں یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی و نسائی نے اپنی کتابوں میں جن شرائط کو ملحوظ رکھا ہے، ان کو جمع کیا ہے۔

۱۲- صحاح ستہ :-

فن حدیث میں "صحاح ستہ" اور "اصول ستہ" کی اصطلاح بہت معروف ہے جس سے مراد وہ چھ کتابیں ہیں جن پر امت کا خاص اعتبار واعتماد اور عمل رہا ہے، نیز ان کی تدریس اور تحشیہ وتشریح سے شغف زیادہ رہا ہے، ان میں پانچ تو متفق علیہ ہیں[1] صحیح

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۱۲۷ نزھۃ النظر ص ۳۱۔ [2] ایضاً ص ۱۳۰

بخاری، (۲) صحیح مسلم، (۳) سنن ابی داؤد (۴) سنن نسائی، (۵) سنن ترمذی (۶) چھٹی کے متعلق اکثر کا قول ہے کہ ابن ماجہ ہے، بعض نے موطا امام مالک کو شمار کیا ہے، اور بعض نے دوسری معتمد کتابوں کو، ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی امتیازی خصوصیات ہیں، ان میں صحیحین کے بعد نسائی پھر ابی داؤد پھر ترمذی کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد ابن ماجہ کا، البتہ مؤطا مرتبہ میں فروتر یا چھٹے درجہ پر نہیں ہے بلکہ کتاب اور مصنف دونوں کی عظمت کی بنا پر اس کا خاص مرتبہ و مقام ہے [1]

۱۳۔ مراتب کتب حدیث :۔ "صحاح ستہ" کی تعریف کے ضمن میں ان کے باہمی مرتبہ کا ذکر کیا جا چکا ہے، اس عنوان کے تحت تمام کتب حدیث کے مراتب و طبقات کا ذکر مقصود ہے۔

اس موضوع پر شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اور علامہ ابن حزمؒ نے کلام کیا ہے، ابن حزم نے جو کتابیں ان کے سامنے اور ان کے علم میں تھیں ان کے تفصیلی مراتب کو بیان کیا ہے [2] اور شاہ صاحب نے اجمالی مراتب کو ذکر کیا ہے، شاہ صاحب کی تحقیق کو متعدد حضرات نے پسند کرتے ہوئے نقل کیا ہے یہاں بھی انھیں کی تحقیق پیش کی جا رہی ہے۔

تمام کتب حدیث کے چار طبقات ہیں جن کی بنیاد احادیث کی صحت کے ساتھ ہر عہد میں ان کی مقبولیت و شہرت ہے۔

(الف) پہلا طبقہ :۔ مؤطا امام مالک، اور بخاری و مسلم، اس لیے کہ مؤطا میں جو روایات منقول ہیں وہ اگرچہ سب کی سب مرفوع نہیں ہیں اور نہ ہی متصل ہیں مگر تحقیق سے سب کی صحت اور اتصال ثابت ہے۔

(ب) دوسرا طبقہ :۔ ابی داؤد، نسائی، اور ترمذی، یہ وہ کتابیں

---

[1] تدریب مع حاشیہ ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱۔ [2] تاریخ فنون الحدیث ص ۱۳۶

رہیں جو شہرت و مقبولیت میں پہلی تین کتابوں کے بعد ہیں۔

(ج) تیسرا طبقہ:۔ مذکورہ بالا چھ کتابوں سے پہلے اور ان کے بعد مختلف انداز پر تصنیف کی جانے والی وہ کتب حدیث جو اگرچہ غیر معروف نہیں لیکن پہلی چھ کی طرح مقبول اور متعارف بھی نہیں ہیں اور ان میں عموماً ہر قسم کی احادیث مذکور ہیں مثلاً مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابو یعلی، مسند عبد بن حمید، مسند طیالسی، اور بیہقی، و طحاوی و طبرانی کی کتابیں۔

(د) چوتھا طبقہ:۔ ابن حبان کی کتاب الضعفاء، ابن عدی کی کامل، اور حاکم، و ابن مردویہ، و خطیب، و ابن شاہین، و دیلمی و ابو نعیم کی تمام تصنیفات وغیرہ یہ وہ کتابیں ہیں جن میں ایسی احادیث کو جمع کیا گیا ہے کہ یا تو متقدمین کو پوری تحقیق و جستجو کے بعد ان کی اصل کا علم نہیں ہو سکا اور یا اصل کی تو تحقیق ہو گئی مگر ایسے عیوب کے ساتھ کہ ان عیوب کے ہوتے ہوئے ان احادیث کو جمع کرنا اور ذکر مناسب نہیں تھا اس لیے متقدمین نے اپنی کتابوں میں ان احادیث کو نہیں ذکر کیا۔

(ہ) پانچواں طبقہ:۔ ان کتابوں کا ہو سکتا ہے جو زبان زد عوام و خواص ہیں اور ان کا تذکرہ مذکورہ بالا چاروں طبقات کی کتابوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔

ان میں سے پہلے دو طبقہ کی کتابوں سے ہی عموماً **علماء** کا تعلق رہا ہے اور یہی کتابیں ان کی علمی کاوشوں، شرح و تحشیہ اور تحقیقات کا مرکز و محور رہی ہیں، اور تیسرے طبقہ کی کتابوں سے پہلے دو طبقات کی کتابوں میں مذکور احادیث کی مؤید روایات تو لی جاتی رہیں، باقی تحقیق و عمل اکابر محدثین اور ائمہ فن کا کام رہا ہے

چوتھے طبقہ سے متقدمین اور محققین کو دلچسپی نہیں رہی، بلکہ متاخرین نے ان کو اپنی دلچسپیوں کا مرکز بنایا اور حق یہ ہے کہ ان میں اہل حق سے زیادہ گمراہ اسلامی فرقوں کی تسلی کا سامان موجود ہے [۱]

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے باعتبار صحت پانچ طبقات ذکر کئے ہیں۔

پہلا طبقہ :- وہ کتب حدیث جن میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے جیسے مؤطا، صحیحین، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن السکن، ابن جارود کی اَلْمُنْتَقیٰ، ضیاء مقدسی کی "اَلْمُخْتَارَۃ"

دوسرا طبقہ :- جن کی تمام احادیث صحیح تو نہیں ہیں لیکن لائق اعتبار و اعتماد ہیں جیسے نسائی، ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد،

تیسرا طبقہ :- وہ کتب جن میں معتبر و غیر معتبر ہر قسم کی احادیث ہیں جیسے پیچھے تیسرے طبقہ کے تحت مذکور کتب، مزید، اکثر مسانید، ابن ماجہ، دارقطنی، اور بیہقی و ابن جریر کی کتابیں، وغیرہ۔

چوتھا طبقہ :- وہ کتب جو صرف ضعیف روایات کی جامع ہیں جیسے پیچھے چوتھے طبقے کے تحت مذکور کتب، مزید، حکیم ترمذی کی نوادر الاصول، تاریخ الخلفاء، تاریخ ابن عساکر وغیرہ۔

پانچواں طبقہ :- وہ کتب جن میں صرف موضوع روایات کو جمع کیا گیا [۲]

---

[۱] حجۃ اللہ ج ۱ ص ۱۳۳ تا ۱۳۵، العجالۃ النافعۃ ص ۵ تا ۱۷، علوم الحدیث و مصطلحہ ص ۲۹۶ تا ۲۹۸

[۲] ما یجب حفظہ للناظر ذیل العجالۃ ص ۷۹ تا ۸۱

۲

حَسَن لذاتہ

۱- تعریف :-

ا۔ لغوی :- عمدہ ، اچھا ،

ب - اصطلاحی :- وہ حدیث جو واسطہ در واسطہ اخیر تک ہر قسم کے شذوذ و علت کے بغیر متصلاً ایسے عادل روات سے مروی ہو جن کا ضبط کچھ کمزور ہو[۱]

۲- حکم :-

قوت میں صحیح سے کمتر لیکن شرعاً حجت و دلیل ہونے میں صحیح کی مانند ہے حتی کہ بعض حضرات نے صحیح کے ساتھ اس کو شامل کر دیا ہے حالانکہ دونوں کے درمیان وہ بھی فرق مراتب کے قائل ہیں جیسے حاکم، ابن حبان و ابن خزیمہ بجز چند متشددین کے تمام فقہاء اور اکثر محدثین و اصولیین اس سے استدلال اور اس پر عمل کے حق میں متفق ہیں

---

[۱] "حسن" کی تعریف مختلف انداز پر کی گئی ہے بعض حضرات نے اس کے احوال و احکام کو لیا ہے جیسے خطابی، بعض نے صرف ایک قسم کو جیسے ترمذی۔ مذکورہ تعریف ابن حجر کی تحقیق و تفصیل پر مبنی ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تدریب ج ۱ ص ۱۵۳ تا ۱۶۰۔ تیسیر المصطلح ص ۴۵، نزھتہ النظر۔ ص ۳۳، اسی کے تحت یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ بغوی اپنی کتاب "مصابیح السنۃ" (جس کا نام خطیب نے اپنے اضافہ و تہذیب کے بعد "مشکاۃ المصابیح" تجویز کیا، اس) میں "صحیح" سے روایات

۳- مثال :- ترمذی کی روایت ہے۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری قال سَمِعْتُ اَبِیْ بِحَضْرَۃِ العَدُوِّ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ...... الحدیث (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے۔) ترمذیؒ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے، "یہ حدیث حسن غریب ہے"، [۱]

یہ حدیث "حسن" اس لیے ہے کہ اس کی سند کے چاروں رواۃ "ثقہ" ہیں بجز "جعفر بن سلیمان ضبعی" کے کہ ان کا مرتبہ "ضبط" میں کم ہے اس لیے حدیث کا مرتبہ "صحیح" سے گھٹ کر "حسن" کا قرار پایا ہے۔

۴- مراتب :- "صحیح" کی طرح "حسن" کے بھی متعدد مراتب ہیں، ذہبی نے ان مراتب کے دو اصولی مرحلے بیان کیے ہیں۔

(الف) اعلیٰ ، وہ اسناد جو صحیح کے ادنیٰ مراتب کے تحت آتی ہیں جیسے روایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ۔ اور روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔

(ب) ادنیٰ ، وہ احادیث جن کی تحسین و تضعیف کی بابت ان کے رواۃ کے حالات کی وجہ سے اختلاف ہے جیسے حارث بن عبداللہ ، عاصم بن ضمرہ ، حجاج بن ارطاۃ وغیرہ کی احادیث ، [۲]

---

* صحیحین اور "حسن" سے سنن اربعہ وغیرہ کی روایات مراد لیتے ہیں (کما نبہ علیہ ابن الصلاح والنووی)۔ تدریب ج ۱ ص ۱۶۵) [۱] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۳۰۰ ابواب فضائل الجہاد

[۲] نزہۃ النظر ص ۳۲ ، تدریب ج ۱ ص ۱۵۴ و ۱۶۰

٥- توضیح بعض مصطلحات :-

(الف) محدثین ''صحت وحسن'' کے اعتبار سے حدیث کی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے مختلف تعبیرات استعمال کرتے ہیں، ان کے مصداق میں باعتبار مراتب فرق ہے۔

١- ''ہذا حدیث صحیح الاسناد'' ''حدیث صحیح'' سے کمتر ہے

٢- ''ہذا حدیث حسن الاسناد'' ''حدیث حسن'' سے کمتر ہے

یہ فرق اس لیے ہے کہ پہلی عبارت میں صرف اسناد کو ''صحیح'' یا ''حسن'' کہا گیا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سند تو صحت یا حسن کے درجہ میں معتمد ہوتی ہے مگر متن کسی وجہ سے مجروح ہوتا ہے، اس لیے جب محدث ''حدیث صحیح'' کہتا ہے تو صحت کی پانچوں شرطوں کے تحقق کی ذمہ داری لیتا ہے ایسے ہی ''حدیث حسن'' کہتا ہے تو بھی، ہاں یہ کہ اس صورت میں رواۃ میں ضبط کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے اور جب ''الاسناد'' کی قید لگاتا ہے تو محض تین کے تحقق کی ذمہ داری لیتا ہے جن کا تعلق خاص طور سے سند سے ہے یعنی اتصال سند اور رواۃ کی عدالت وضبط البتہ اگر کوئی معتمد حافظ صرف ''ہذا حدیث صحیح الاسناد'' کہے اور کوئی علت ذکر نہ کرے تو بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ متن بھی صحیح ہے، اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ متن شذوذ اور علت دونوں سے خالی ہو۔

(ب) ترمذی وغیرہ بعض محدثین کا دستور یہ ہے کہ حدیث کا حکم بیان کرنے میں ''حسن اور صحیح'' دونوں کو بہت سے مواقع پر جمع کر دیا کرتے ہیں جبکہ اصطلاحاً دونوں میں فرق ہے علماء نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں سب سے بہتر جواب ابن حجر کا ہے جسے سیوطی نے بھی پسند کیا ہے

١- اگر یہ عبارت ایسی حدیث کے متعلق ہے جس کی دو یا دو سے زائد اسناد ہیں تو مفہوم یہ ہو گا کہ ایک سند کے اعتبار سے حسن اور دوسری

۲۔ اگر ایک ہی سند کے ساتھ مروی حدیث کے متعلق یہ کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ بعض محدثین کے نزدیک "حسن" اور بعض کے نزدیک "صحیح" ہے۔
اس توجیہ کی شق اول کے مطابق ـــ جس حدیث کے متعلق "حسن صحیح" کی تعبیر لائی جائے وہ اس حدیث سے فائق ہوگی جس کے متعلق صرف "صحیح" کہا جائے، جبکہ وہ "غریب" ہو یعنی ایک ہی طریق سے مروی ہو، اس لئے کہ "حسن صحیح" کہنے کی صورت میں حدیث کی ایک سے زائد اسناد کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

۶ـــ مواقع احادیث حسان :- (یعنی وہ کتب حدیث جو خاص طور سے احادیث حسان کی جامع ہیں) محض "احادیث حسان" کی جامع کوئی کتاب نہیں تالیف کی گئی، البتہ ایسی کتابیں ضرور ہیں جن میں بکثرت "احادیث حسان" موجود ہیں چند مشہور و اہم حسب ذیل ہیں۔

(الف) جامع ترمذی :- یہ احادیث حسان کا خصوصی مخزن ہے، اور اس لفظ کو شہرت دینے والے اور بکثرت استعمال کرنے والے ترمذی ہی ہیں البتہ "حسن" کی تصریح میں نسخوں کا اختلاف ہے اس لئے کسی تحقیق شدہ و معتمد نسخے کو مدار بنانا چاہیئے۔

(ب) سنن ابی داؤد :- ابوداؤد کی تصریح کے مطابق ان کی سنن میں "صحیح" اور اس سے ملتی جلتی روایات ہیں "بعض روایات کے متعلق انھوں نے ضعف کی تصریح کر دی ہے اور بعض میں سکوت کیا ہے تو جن میں سکوت کیا ہے اور معتمد ائمہ محدثین نے ان کی تصحیح نہیں فرمائی ہے ایسی روایات ان کے نزدیک "حسن" قرار پائیں گی۔

(ج) سنن دارقطنی :- دارقطنی بھی بکثرت "احادیث حسان" کی نشان دہی فرماتے ہیں۔[1]

[1] تدریب ج ۱، ص ۱۶۱ تا ۱۶۹

۳

صحیح لغیرہ

۱- **تعریف**:- وہ حسن لذاتہ حدیث جو کسی دوسرے طریق سے مروی ہو (خواہ وہ طریق بھی اس کی مانند ہو یا اس سے اقوی ہو) اس کو صحیح لغیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر صحت کا حکم دوسری سند وحدیث کی وجہ سے لگتا ہے خود اس کے اپنے احوال کی وجہ سے نہیں)۔[۱]

۲- **مرتبہ وحکم**:- "حسن لذاتہ" سے اوپر اور "صحیح لذاتہ" سے کمتر شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا شرعاً حجت ودلیل اور لائق عمل ہے۔

۳- **مثال**:- بخاری کی حدیث ہے عَنْ أُبَیّ بن العباس بن سهل بن سعد عن ابيه عن جده في ذكر خيل النبی صلی الله علیه وسلم

اس حدیث کے راویوں میں سے "اُبَیّ" کی، امام احمدؒ، ابن معینؒ اور نسائیؒ نے قوت حفظ کی خرابی وکمزوری کی بنا پر تضعیف کی ہے، اس لئے انکی حدیث "حسن" ہے۔ لیکن چونکہ اسی حدیث کو ان کے بھائی "عبد المهيمن" نے بھی روایت کیا ہے اس لیے یہ "صحیح لغیرہ" قرار پائی۔[۲]

---

[۱] نزهة النظر ص ۳۳، تدریب ج ۱ ص ۱۷۵ [۲] تدریب ج ۱ ص ۱۷۶۔

۴

حسن لغیرہ

۱۔ **تعریف**:۔ وہ حدیث ضعیف جو متعدد طرق سے مروی ہو اور سبب ضعف سوءِ حفظ (یادداشت کی خرابی و کمزوری) یا انقطاع (رواۃ کا عدم اتصال) یا جہالت ہو [۱]

۲۔ **مرتبہ و حکم**:۔ مرتبہ حسن لذاتہ سے کمتر ہوتا ہے اور خالص ضعیف سے اوپر۔ اسی لیے مقبول و لائق احتجاج ہے [۲]

۳۔ **مثال**:۔ ترمذی کی روایت ہے۔ عن شعبة عن عاصم عن عبيد الله عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن ابيه ان امرأة من بني فزارة تزوجت على نعلين الحديث، قال الترمذي وفي الباب عن عمر وابي هريرة وعائشة وابي حدرد

اس حدیث کے رواۃ میں عاصم سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف ہیں، لیکن دوسرے طرق سے اس حدیث کے مروی ہونے کی بنا پر ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے [۳]

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۱۷۶ ـ ۷۷ [۲] نزہۃ النظر ص ۵۲، تدریب ج ۱ ص ۱۷۶ [۳] ایضاً ص ۱۷۶

تصحیح و تحسین

۱۔ صحت و حسن کو جاننے کے ذرائع:۔ عام اور معروف ذریعہ تو یہ ہے کہ اہل فن کسی حدیث کے ثبوت اور صحت و حسن کی تصریح فرمائیں، کبھی بعض قرائن بھی ذریعہ بنتے ہیں اور ایسی حدیث جس کی صحت کا علم قرائن کے ذریعہ ہو وہ بھی صحیح لغیرہ شمار ہوتی ہے۔ ایسے قرائن مثلاً

(الف) ائمہ محدثین کے درمیان کسی حدیث کی بغیر نکیر و انکار شہرت یہی کہ اس سے قطعیت بھی حاصل ہوتی ہے[1]

(ب) اگر سند جھوٹ و کذب کے ساتھ متصف افراد سے خالی ہو

تو قرآن کریم کی تصریحات و اشارات وغیرہ نیز اقوال صحابہ و تابعین اسی طرح اصول شرع و قیاس کی موافقت[2]

(ج) معتمد عالم و فقیہ کا کسی حدیث کے مطابق عمل[3]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۶۷ و قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۸

[2] تدریب ج ۱ ص ۶۸، قواعد ص ۳۷ و ۳۸ و ۵۸

[3] تدریب ج ۲ ص ۳۱۵، قواعد ص ۳۷

۲۔ <u>تصحیح و تحسینِ متاخرین</u> :- جیسا کہ آپ پڑھیں گے کہ احادیث کے اصل ذخائر و مجموعوں کی ترتیب متقدمین یعنی ابتدائی تین چار صدیوں کے محققین کے ہاتھوں ہوئی اسی طرح احادیث کی صحت و حسن کا معاملہ بھی وہ طے کر گئے پھر بھی ایسی احادیث ہو سکتی ہیں جن کی بابت انکی تصریح نہ مل سکے یا وہ کسی وجہ سے ان کے علم میں نہ آسکی ہوں تو بعد کے لوگ ہر عہد و طبقہ میں بشرط اہلیت اس کا حق رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ نیز اگر شروط کی تحقیق ہو جائے تو تواتر و شہرت کا بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے البتہ دوسری اقسام مثلاً غریب، وعزیز وغیرہ کی بابت توقف ہی بہتر ہے۔[1]

---

[1] ایضاً ص ۱۳۰ تا ۱۳۱۔

معروف و محفوظ

"معروف" اور "محفوظ" احادیث جن کی تعریفات مردود" بسبب طعن در راوی" کے تحت آرہی ہیں وہ بھی "مقبول" کے تحت داخل ہیں، اور حسب موقع مقبول کی چاروں اقسام میں سے کسی ایک کے تحت شمار ہوں گی. البتہ ان کی تعریفات وغیرہ کا ذکر ان کے بالمقابل اقسام کی وجہ سے "مردود بسبب طعن در راوی" کے تحت کیا جاتا ہے۔ نیز۔
"مردود" کے تحت آنے والی تفصیلات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ "مردود" کی ذیلی اقسام ہر حال میں غیر معتبر وغیر مقبول نہیں قرار پائیں بلکہ بہت سی اقسام کی احادیث کا بعض حالات ۔ میں اور بعض شرائط کے ساتھ اعتبار بھی ہوتا ہے، بعض حضرات نے اسی وجہ سے اپنی کتابوں میں "اقسام مشترکہ میان مقبول و مردود" کے عنوان سے مستقل ایک باب رکھا ہے جس کے تحت ایسی متعدد اقسام کو ذکر کیا ہے جنھیں حسب موقع مقبول یا مردود قرار دیا جاتا ہے[1]

---

[1] ملاحظہ ہو تیسیر المصطلح از ص ۱۲۷ اور علوم الحدیث و مصطلحہ از ص ۲۲۶ -

خبرِ واحد مقبولُ مفیدِ یقین

۱۔ تمہید :۔ گذشتہ اوراق میں "خبرِ واحد" مقبول سے متعلق جو تفصیلات آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں وہ ان کے ذاتی حالات پر مبنی ہیں کبھی اس کے ساتھ بطور "قرائن" ایسے امور کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے جو اس کی مقبولیت کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ایسی خبرِ واحد کو اس درجہ کی دوسری مقبول احادیث پر قوت و امتیاز بھی حاصل ہوتا ہے اور رجحان بھی۔ حتی کہ اس سے یقین کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ انواع :۔ ایسی اخبارِ آحاد کی متعدد اقسام ہیں چند مشہور حسب ذیل ہیں۔

(الف) شیخین کی ذکر کردہ حدیث جو صحیحین میں ہو اور "متواتر" نہ ہو۔۔ اس کے ساتھ مذکورۂ ذیل قرائن ہوتے ہیں۔

۱۔ شیخین کی فن میں جلالتِ قدر و عظمت،

۲۔ صحیح کی تمیز و تحقیق میں ان دونوں کی فوقیت و امتیاز

۳۔ علماء کا ان دونوں کی کتابوں پر اعتماد و عمل۔۔ یہ قرینہ تنہا ایسا ہے جو اس کثرتِ طرق سے کہیں زیادہ قوت رکھتا جو تواتر کی حد کو نہ پہونچے۔

(ب) حدیث مشہور جبکہ متعدد طرق سے مروی ہو اور سب کے سب رواۃ کے ضعف اور علتوں سے محفوظ و پاک ہوں۔

(ج) وہ حدیث جو غریب نہ ہو یعنی جس کا راوی ایک ہی فرد نہ ہو، اور

سلسلہ وار اس کے رواۃ معتمد ائمہ حدیث وفقہ، بلکہ ائمہ دین ہوں، جیسے ایسی حدیث جسے امام احمدؒ نے امام شافعیؒ سے اور انہوں نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہو، اور امام شافعیؒ سے امام احمد کے علاوہ کسی دوسرے نے بھی اسے روایت کیا ہو، ایسے ہی امام مالک سے امام شافعی کے علاوہ کسی دوسرے نے روایت کیا ہو۔

۳۔ **حکم** :۔ دوسری اخبار آحاد جن کے ساتھ ایسے قرائن نہ ہوں ان سے فائق ہوتی ہے اور بوقت تعارض ان پر راجح قرار پاتی ہے اور عام خبر واحد جو کہ غلبۂ ظن کا فائدہ دیتی ہیں ان کے مقابلے میں یہ یقین کا فائدہ دیتی ہے اگرچہ یہ یقین متواتر کے جیسا نہیں ہوتا اس لیے کہ متواتر سے جو یقین حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی ہوتا ہے اور اس خبر واحد سے حاصل ہونے والا نظری کہ تحقیق وغور وفکر کے بعد حاصل ہوتا ہے اسی لئے ہر ایک کو یہ نہیں حاصل ہو سکتا اور متواتر سے ہر عام خاص کو یقین حاصل ہوتا ہے۔[۱]

۴۔ **تنبیہ** :۔ خبر واحد کے یقین کے فائدہ دینے کے جو قرائن ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اول یعنی صحیحین میں کسی حدیث کا ہونا اس وقت مفید یقین ہے جبکہ اس حدیث پر ائمہ نے تنقید نہ کی ہو اور خود باہم صحیحین کی روایات یا دوسری کتب کی روایات میں تعارض نہ ہو جیسے کہ احادیث صحاح کے جو مراتب ذکر کئے گئے ہیں جن میں صحیحین کی روایات و شروط کو اولیت حاصل ہے اُن کا معاملہ بھی یہ ہے کہ یہ مراتب علی الاطلاق نہیں ہیں خود ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ کبھی قرائن کی بنا پر نیچے کے مرتبہ کی روایت مقدم ہو سکتی ہے۔

ایسے ہی علماء احناف میں ابن ہمام نے تصریح کی ہے کہ ظاہر ہے کہ یہ مراتب شیخین کی رعایت کردہ شرط کی بنا پر ——— ہیں

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۲۶ الدرہ ہی ابن ہیں۔

لہٰذا جب مدار شرط ہیں تو ان کے پیش نظر دیگر کتب کی مرویات اور دوسروں کی تصحیح کردہ روایات بھی مقدم ہو سکتی ہیں، بالخصوص ان لوگوں پر یہ چیزیں حجت نہیں جو کہ خود ان مسائل میں اجتہادی شان رکھتے ہیں۔

جیسے کہ امام ابو حنیفہ و امام اوزاعی دونوں نے ایک مسئلہ میں اصح الاسانید کے تحت آنے والی اسانید میں سے ایک ایک کا سہارا لیا تو امام صاحب نے اپنی اختیار کردہ سند کی وجہ ترجیح رواۃ کی فقاہت کو قرار دیا۔[1]

---

[1] نزہۃ مع شرح ملا علی قاری ص ۲۱ و ۳۱ و ۵۸ و ۶۸ و ۶۹ و لسان النظر ص ۳۲ و ۳۵ وغیرہ

(ب)

خبرِ واحدِ مقبول کی تقسیمِ دوم

باعتبارِ عمل

۱- خبرِ واحدِ مقبول کی باعتبارِ عمل دو اقسام ہیں۔ (الف) معمول بہ (ب) غیر معمول بہ۔

۲- خبرِ واحد مقبول کی اس تقسیم پر دو علوم حدیث مبنی ہیں۔

(الف) علم محکم الحدیث ومختلفہ" (ب) "علم ناسخ الحدیث ومنسوخہ" یہ اس لیے کہ حدیث کی مقبولیت کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ اس کا کسی دوسری حدیث سے تعارض تو نہیں، اس بحث کا تعلق "علم محکم الحدیث ومختلفہ" سے ہے، نیز یہ کہ کبھی حدیث کے مقبول ہونے کے باوجود شارع کی جانب سے اس پر عمل ممنوع ہوتا ہے۔ "علم ناسخ الحدیث ومنسوخہ" اسی پر مبنی ہے بلکہ یہ علم، پہلے علم کے تحت آنے والی تفصیلات پر مبنی ہے اس لیے کہ جیسا کہ آپ پڑھیں گے کبھی تعارض کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک پر عمل کا حکم ہونے کے بعد ممانعت ہو جاتی ہے جس کا تذکرہ دوسری حدیث میں ہوتا ہے۔

(الف)۱

حدیث مُحکَم و مُختَلَف

۱۔ اس علم کے تحت جس کو "علم تاویل الحدیث" بھی کہتے ہیں۔ دو اقسام سے بحث ہوتی ہے (الف) حدیث محکم
(ب) حدیث مختلف۔

(الف) حدیث محکم :۔

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی :۔ محکم بمعنی پختہ و مضبوط

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی کسی دوسری حدیث کے معارض (مخالف) نہ ہو

۲۔ اکثر احادیث اسی انداز کی ہیں اور ایسی احادیث جن میں "تعارض" پایا جاتا ہے وہ پورے مجموعے کے اعتبار سے بہت کم ہیں۔

(ب) حدیث مختلف :۔

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی :۔ مختلف، اسم مفعول بمعنی مخالفت رکھنے والا۔

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث مقبول جو اسی درجہ کی دوسری حدیث کے معارض و مخالف ہو۔

* اسی کو "مشکل الحدیث"، یا "مشکل الاثر" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

۲- اقسام :- دو ہیں (الف) ایسی باہم متعارض احادیث کہ جن کے درمیان جمع ممکن ہو، (اب) وہ احادیث مختلفہ جن میں جمع ممکن نہو

(الف) ممکن الجمع :- تعریف :- وہ احادیث مختلفہ جن میں باہم تعارض ہو اور جمع کی کوئی صورت ممکن ہو،

۲- مثال :- مسلم کی حدیث ہے "لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ" (نہ تو چھوت چھات کچھ ہے اور نہ ہی بدفالی) اور بخاری کی حدیث ہے "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ" (مجذوم سے شیر سے بھاگنے کی طرح بھاگو)

دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ساتھ ہی ایک دوسرے کی مخالف، اس لیے کہ پہلی میں چھوت چھات کا انکار و نفی اور دوسری میں اسی کا اثبات واقرار ہے اس لیے کہ اس میں "مجذوم" سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ کہیں اس کا مرض قریب جانے والے کو نہ لگ جائے۔

۳- کیفیت جمع :- علماء نے ان دونوں احادیث کے درمیان جمع و موافقت کی مختلف توجیہات ذکر کی ہیں مثلاً

(الف) ابن حجر کی توجیہ یہ ہے کہ "چھوت چھات" کی نفی حق ہے، اس لیے کہ بعض دوسری احادیث اس مضمون میں زیادہ صریح و واضح ہیں جیسے ترمذی کی حدیث "کوئی چیز کسی دوسری چیز تک متعدی نہیں ہوتی" کہ چھوت چھات کے طریقہ پر اس کو لگ جائے[لہ] رہا "مجذوم" سے بھاگنے کا حکم تو بطور "سد ذرائع" یعنی سد باب کے طور پر ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کسی "مجذوم" سے گھلے ملے اور اتفاق سے از روئے تقدیر اس کو بھی مرض ہو جائے تو وہ اس بد اعتقادی میں مبتلا ہو جائے کہ مجھے یہ مرض "چھوت" کی وجہ سے

لہ ترمذی ابواب القدر ج ۲ ص ۲۰

ہوگیا اور وہ اسے حق سمجھنے لگے، تو ایسے لوگوں کو "بداعتقادی" اور گناہ سے بچانے کیلئے یہ حکم دیا گیا ہے

(ب) ابن صلاح :- نے یہ توجیہ کی ہے کہ نفی اس بنیاد پر ہے کہ یہ چیزیں خود بخود بغیر اللہ کے کیئے کسی کو نہیں لگ سکتیں، اور اثبات کی بنیاد اس پر ہے کہ اللہ جب چاہتا ہے تو اثر کر دیتا ہے، اس لیے کہیں اس کا اثر ہوتا ہے کہیں نہیں، جہاں اللہ چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے جہاں نہیں چاہتا نہیں ظاہر ہوتا

(ب) غیر ممکن الجمع :- تعریف:- وہ "احادیث مختلفہ" جن کے درمیان جمع و موافقت کسی طرح ممکن نہ ہو۔

۲- کیفیت عمل :- ان احادیث کا حکم یہ ہے کہ

(الف) اگر کسی ذریعہ سے ان کی بابت نسخ کا علم ہو جائے تو "ناسخ" پر عمل ہوگا اور "منسوخ" کو چھوڑ دیا جائے گا، تفصیل آگے آرہی ہے

(ب) اگر اس کا علم نہ ہو سکے تو ترجیح کی صورتوں میں سے کسی کو اختیار کرینگے جو سو سے زائد بتائی جاتی ہیں اور سیوطی نے اس کی سات اصولی صورتیں ذکر کی ہیں۔ بہر حال اصول ترجیح سے کام لیکر، "راجح" پر عمل کیا جائیگا اور "مرجوح" کو چھوڑ دیا جائے گا۔

(ج) تیسری صورت جو شاذ و نادر کے درجہ میں ہے یہ ہے کہ ترجیح بھی کسی طرح ممکن نہ ہو تو دونوں پر عمل سے توقف کیا جائے گا۔

۳- تنبیہ :- "مختلف احادیث" پر عمل کی یہ ترتیب، جو ابن حجر وغیرہ نے ذکر کی ہے مذہب شافعی کے مطابق ہے، احناف کے نزدیک، اولیت "نسخ" کو حاصل ہے، اگر نسخ کا علم نہ ہو سکے تو "ترجیح" کو اختیار کریں گے اور آخری درجہ میں "جمع" کو اپنائیں گے اور وہ بھی ممکن

نہ ہو تو توقف کریں گے ورنہ اقوال صحابہ اور اس کے بعد قیاس کیطرف رجوع کریں گے [1]

۴- وجوہ ترجیح وجمع :-

(الف) وجوہ ترجیح باعتبار متن :- ۱- حرمت اباحت پر، ۲- قول اگر عام ہو اور فعل خصوصیت یا عذر کو محتمل ہو تو قول فعل پر، ۳- نفی اگر مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ اصل حال وحکم کی رعایت میں ہو تو اثبات نفی پر، ۴- مفہوم شرعی مفہوم لغوی پر، ۵- جس حکم کی علت مذکور ہو وہ اس حکم پر جس کی علت مذکور نہ ہو، ۶- شارع کا بیان وتفسیر غیر کے بیان وتشریح پر، ۷- قوی دلیل کمزور پر، راجح ہے۔

(ب) وجوہ ترجیح باعتبار سند :- ۱- قوی سند کمزور پر، ۲- عالی یعنی کم واسطوں والی سند نازل یعنی زائد واسطوں والی سند پر بشرطیکہ دونوں کے رواۃ ضبط میں ہم پلّہ ہوں، ۳- فقاہت میں فائق راوی دوسری صورت کی سند عالی پر، ۴- متعدد رواۃ ایک پر، ۵- اتفاقی سند، مختلف فیہ پر، ۶- اکابر صحابہ کی روایت اصاغر صحابہ کی روایت پر،

(ج) وجوہ جمع :- ۱- تنویع (اگر دونوں عام ہوں تو الگ الگ انواع سے ان کا تعلق قرار دینا) ۲- تبعیض (اگر دونوں خاص ہوں تو الگ الگ حال پر یا ایک کو حقیقت اور دوسرے کو مجاز پر محمول کرنا) ۳- تقیید (اگر دونوں مطلق ہوں یعنی بغیر کسی قید کے تو ہر ایک کے

---

[1] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۸۹ - ۱۹۰، اس بابت فقہاء احناف میں بھی باہم کچھ اختلاف ہے، — امعان النظر ص ۹۵،

ساتھ ایسی قید لگانا کہ فرق ہو جائے) ۴۔ تخصیص لاگر ایک عام اور ایک خاص ہو تو عام کو مخصوص قرار دینا یعنی یہ ماننا کہ عام عام نہیں ہے کہ ہر ایک کو شامل ہو بلکہ خاص ہے) ۵۔ ایک کو دوسرے پر محمول کرنا اگر ایک مطلق اور ایک مقید ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرینگے مگر کچھ تفصیلات کے ساتھ مثلاً یہ کہ دونوں کا حکم اور سبب ایک ہی ہو) ؎

۵۔ **اہمیت علم وفن** :۔ فنون حدیث میں یہ فن بھی نہایت مہتم بالشان ہے تمام علماء کو اس سے واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن کمال ومہارت انھیں کو حاصل ہوتی ہے جو حدیث وفقہ دونوں کے جامع ہوں نیز ان اصولیین کو بھی جن کا مشغلہ دریائے معانی میں غوطہ لگانا ہے، ان علماء کے وفور علم کی بناپر شاذونادر ہی ایسی احادیث رہ جاتی ہیں جن کے تعارض کا وہ حل نہ نکال سکیں،

محققین علماء امت کو اَدِلّہ کے تعارض نے ہی زیادہ مشغول رکھا ہے اور ان کی استعداد وصلاحیت، نیز قوتِ فکر وحسن فہم کے ظہور واظہار کا اصل میدان یہی پہلو رہا ہے ورنہ تو بہت سے لوگ اس میدان کے پیچ وخم ہی میں پھنس کر رہ گئے۔

۶۔ **مشہور واہم مصنفات** :۔

۱۔ "اختلاف الحدیث" مصنف امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ، یہ اس فن کی اولین کتاب ہے جو امام شافعی کی کتاب "الاُمّ" کا ایک حصہ ہے۔

؎ لمعات علم الحدیث ۹۳-۹۴، اور ملاحظہ ہو فواتح الرحموت جلد دوم میں مبحث تعارض۔

ب۔ تاویل مختلف الحدیث مصنف ابن قتیبہ عبداللہ بن
مسلم دینوری متوفی ۲۷۶ھ

ج۔ شرح مشکل الآثار " ابوجعفر احمد ابن محمد بن سلامہ
بن سلمہ طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

د۔ کتاب ابن خزیمہ " "ابن خزیمہ" متوفی ۳۱۱ھ
ان کو اس فن میں بڑا عبور و درک تھا حتی کہ کہا کرتے تھے کہ مجھے
کسی ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو، [۱]

ھ۔ مشکل الحدیث :۔ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک متوفی ۴۰۶ھ

و۔ "التحقیق فی احادیث الخلاف" مصنف ابوالفرج ابن
جوزی متوفی ۵۹۷ھ [۲]

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۳۷ ـ ۳۸ تدریب ج ۲ ص ۱۹۶ تا ۲۰۲ [۲] تاریخ
فنون الحدیث ص ۱۵۷ و منہج النقد فی علوم الحدیث ص ۳۴۱

(ب)

حدیث ناسخ و منسوخ

۱- **تمہید:-** آپکے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ "ناسخ و منسوخ" کا علم بھی دراصل "مختلف الحدیث و مختلفہ" کی ایک شق ہے۔ البتہ اس کے بعض مخصوص قواعد و تفصیلات، نیز اہمیت کی بنا پر اس کی مستقلاً اہمیت ہے۔

۲- **تعریف:-**

ا- لغوی:- نسخ کے دو معنی ہیں، ازالہ (مٹانا) اور نقل (منتقل کرنا)

ب- اصطلاحی:-

۱- نسخ:- شارع کا اپنے کسی سابق (پہلے سے موجود) حکم کو بعد کے حکم کے ذریعہ ختم کر دینا،

۲- ناسخ و منسوخ احادیث:- وہ احادیث جن میں بعد والی، سابق پر عمل کی ممانعت کو بتائے۔ سابق کو "منسوخ" اور بعد والی کو "ناسخ" کہتے ہیں، کبھی کبھی حدیث قرآن کیلئے ناسخ ہوتی ہے جیسے کہ کبھی قرآن حدیث کے لیے ناسخ ہوتا ہے [1]

۳- **اہمیت:-** یہ فن بھی نہایت جلیل القدر و عظیم الشان فن ہے اور بڑا ہی دشوار گذار زہریؒ کا قول ہے۔ "فقہاء کو ناسخ و منسوخ احادیث کے علم نے عاجز کر دیا اور تھکا دیا۔"

امام شافعی علیہ الرحمہ کو اس فن میں خصوصی امتیاز حاصل تھا حتی کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں

---

[1] فواتح الرحموت ج ۲ ص ۷۸

"ہم جب تک امام شافعی کے ساتھ نہیں بیٹھے، مجمل و مفسر، اور ناسخ و منسوخ احادیث کو نہیں جان سکے"

۴۔ ذرائع علم نسخ :۔ "نسخ" کو جاننے کے متعدد ذرائع ہیں

(الف) خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح :۔ جیسے حضرت بریدہؓ کی حدیث جو مسلم میں ہے ـــ "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا، قبروں کی زیارت کیا کرو اس لئے کہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں"

(ب) صحابی کا بیان :۔ جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان جسے اصحاب سنن نے نقل کیا ہے۔ "کہ پکی ہوئی چیزوں کے استعمال کے بعد وضو کرنے اور نہ کرنے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ رہا کہ آپ نے وضو کو ترک فرمایا" ایسے ہی حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان۔ جماع کے بعد انزال ہونے پر ہی غسل کا حکم آغاز اسلام میں بطور رخصت تھا بعد میں ہر حال میں جماع کرنے پر غسل کا حکم ہو گیا (ابوداؤد، ترمذی)

(ج) تاریخ و وقت کا علم :۔ یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل و بیان پہلے کا اور کون سا بعد کا ہے، جیسے ابوداؤد میں منقول ـــ حضرت شداد بن اوسؓ کی حدیث "پچھنا لگانے والا اور لگوانے والا، دونوں کا روزہ جاتا رہتا ہے" ـــ مسلم میں مذکور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے جس کا مضمون ہے۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں روزہ رکھے ہوئے پچھنا لگوایا" اس لیے کہ بعض روایات میں حضرت شدّادؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فتح مکہ کے زمانہ کا ہے، اور حضرت ابن عباسؓ نے جو واقعہ نقل فرمایا ہے وہ "حجۃ الوداع" کے موقع کا ہے جو فتح مکہ سے دو سال مؤخر تھا۔

احادیث کے اوقات کا علم بھی مستقل ایک فن شمار کیا گیا ہے۔ بہت سی احادیث میں اوّلیت کی تصریح بھی منقول ہے، بعض محدثین نے "اوائل"

کے عنوان سے مستقل کتابیں اور بعض نے ابواب لکھے ہیں "ناسخ ومنسوخ" کے سلسلہ میں ایسی احادیث کی واقفیت خاص طور سے مفید ہوتی ہے [1]

(د) اجماع کی دلالت:- یعنی کسی حدیث کے خلاف تمام صحابہ کا بالاتفاق عمل وقول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث میں منقول حکم منسوخ ہے اس لیے کہ اگر باقی ہوتا تو صحابہؓ اس کی مخالفت نہ فرماتے

جیسے ابوداؤد وترمذی کی روایت میں شراب پینے والے کے متعلق آیا ہے کہ "اگر چوتھی مرتبہ پئے تو اسے قتل کر دو" نووی کا بیان ہے کہ "اس کے خلاف عمل پر صحابہ کا اجماع اس کے نسخ کی دلیل ہے" البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ "اجماع" خود نہ "ناسخ" ہوتا اور نہ ہی "منسوخ" بلکہ وہ "نسخ کی دلیل" ہوتا ہے کہ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی دلیل نسخ کی ضرور موجود ہے جو ہمارے سامنے نہیں آسکی ہے [2]

۵- مشہور و اہم مصنفات:-

(الف)- "اَلْاِعْتِبَارُ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ مِنَ الْآثَارِ" - مصنف ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۴ھ

(ب)- "اَلنَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ" - مصنف امام احمدؒ متوفی ۲۴۱ھ

(ج) "تَجْرِيْدُ الْاَحَادِيْثِ الْمَنْسُوْخَةِ" - مصنف ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۱۹۵ [2] نزھۃ النظر ص ۳۰، تدریب ج ۲ ص ۱۹۰، ۱۹۲

(ب)
خبرِ مردود

مقدمہ	تعریف اور اقسام و اسباب رد
مبحث اوّل	مردود بسبب سقوط از سند
مبحث دوم	مردود بسبب طعن در راوی

خبرِ واحد
(۱) مقبول
(۲) مردود
(۱) مردود بسبب سقوط از سند
(۲) مردود بسبب طعن در راوی
۱ معلّق
۲ مرسل
۳ مفصل
۴ منقطع
۵ مرسل خفی
۶ مدلّس
(۱) مدلّس شیوخ
(۲) مدلّس اسناد
(۳) مدلّس تسویہ
اسباب طعن در راوی
بابت عدالت
بابت ضبط
۱ کذب
۲ تہمت کذب
۳ فسق
۴ بدعت
۵ جہالت
۱ کثرت غلط
۲ سوءِ حفظ
۳ غفلت
۴ وہم
۵ مخالفت ثقات
(۱) مکفّرہ
(۲) مفسّقہ
(۱) بوجہ تعددِ صفات راوی
(۲) بوجہ قلت روایت
(۳) بوجہ عدم صراحت اسم
اقسام مردود باعتبار طعن در راوی
اقسام مردود بسبب طعن باعتبار مراتب

مقدمہ

خبرِ مردود کی تعریف۔ اور۔ اقسام واسبابِ رد

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی :۔ مردود بمعنی رد کیا ہوا، جسے رد کر دیا جائے اور لوٹا دیا جائے

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث جس کا صدق یعنی ثبوت، قبولیت کے شرائط میں سے ایک یا چند یا تمام کے نہ پائے جانے کی وجہ سے، راجح نہ ہو

۲۔ اقسام :۔ خبر مردود کی علماء نے بہت سی اقسام ذکر کی ہیں عہ۔

اور ان میں سے بہت سی اقسام کے لئے مخصوص القاب و عناوین بھی تجویز کیے ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جن کو کوئی خاص عنوان و نام نہیں دیا گیا ہے بلکہ "ضعیف" کے عنوان کے تحت شامل کر دیا گیا ہے

۳۔ اسبابِ رد :۔ بکثرت ہیں، مردود کی تمام اقسام انھیں اسباب پر مبنی ہیں، اصولی طور پر یہ اسباب دو حصوں میں منقسم ہیں

(الف) سقوط از سند (ب) طعن (اعتراض) بر راوی،

ان دونوں میں سے ہر ایک کی بہت سی صورتیں ہیں جن پر "مردود" کی تمام اقسام مبنی ہیں جیسا کہ تفصیل سے آ رہا ہے، اس سے پہلے بعنوان "ضعیف" کچھ تفصیلات مذکور ہیں، جو اجمالی طور پر اگلے دونوں مباحث کی تفصیلات و اقسام کو شامل ہیں اس لیے کہ "ضعیف" ان تمام سے "عام" ہے یعنی بعنوان دیگر، "ضعیف" "مردود" کا ہی دوسرا معروف عنوان ہے،

عہ بقول عراقی ابن صلاح نے ۴۲، اور ابن حبان نے ۴۹، بعض نے ۶۳، اور مناوی نے عقلاً ۱۲۹، اقسام ذکر کی ہیں۔ تدریب ج ۱ ص ۱۷۹۔

۲۔ مراتب احادیث مردودہ وضعیفہ :۔

ساری احادیث مردودہ وضعیفہ کا ایک مرتبہ نہیں ہے جیساکہ احادیث مقبولہ کا معاملہ ہے، چنانچہ آگے آنے والی تفصیلات سے واضح ہو جائیگا۔ آئندہ آنے والی تمام انواع سے متعلق تفصیلات میں حسب موقع ان کے مراتب کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ اقسام بوجہ سقوط از سند" اور اقسام بوجہ طعن در راوی" دونوں کے بیان میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اس میں حسب امکان مراتب کی رعایت ملحوظ ہے، جوکہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ہے۔

ملا علی قاری نے شرح نخبہ میں اولین اقسام کی ترتیب یوں ذکر کی ہے معلق (بخاری کے استثناء کے ساتھ) معضل، منقطع، مرسل جلی، مرسل خفی، مدلس اور دوسری اقسام بوجہ طعن در راوی کی یوں

موضوع، متروک، منکر، مختلط و معلل، مبتدع داعی کی روایت، مجہول کی روایت، منکر و مختلط کی تحت چونکہ مختلف صورتیں نکلتی ہیں ان میں بھی باہم فرق مراتب ہوگا، ویسے اس ترتیب میں کسی حد تک اختلاف بھی ہے، مثلاً مرسل و مدلس کے درمیان ترتیب کے متعلق سیوطی نے کچھ تفصیل کی ہے، ابن حجر نے بظاہر مختلط کو آخر میں رکھا ہے [۱]

---

[۱] شرح نخبہ للقاری ص ۲۰۷ و ۲۰۳ و اسعاف النظر ص ۱۸۵ تدریب ج ۱ ص ۲۹۵ و ۲۹۶، نزہۃ النظر ص ۴۳ و ص ۱۸۰

ضعیف

۱- تعریف :-

ا- لغوی :- ضعیف بمعنی کمزور، اور کمزوری وضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی ہوتا ہے، یہاں معنوی مراد ہے

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جس میں حسن کے شرائط نہ پائے جائیں

* اس وصف کو "ضعف" اور کسی حدیث کے حق میں اس کے ذکرو اثبات کو "تضعیف" کہتے ہیں۔

۲- مراتب :- صحیح و حسن کی طرح، رواۃ کے اندر پائے جانے والے ضعف کی قوت و شدت کے اعتبار سے ضعیف کے بھی متعدد مراتب ہیں، جن کی بنا پر ضعیف کا نام بھی بدل جاتا ہے اور حکم بھی، سب سے بدتر قسم "موضوع" ہے۔

۳- اقسام :- اسباب ضعف اور ان کی قوت وضعف کے اعتبار سے ۴۲ سے لیکر ۱۲۹ تک اقسام ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے بہت سی اقسام کے مستقل عناوین ہیں اور بہت سی دوسری اقسام یا "ضعیف" کے عنوان کے تحت داخل ہیں، اصولاً یہ تمام اقسام دو عناوین کے تحت آتی ہیں، (الف) سقوط از سند (ب) طعن بر راوی

۴- کمزور ترین اسانید :- علماء نے بعض اسناد کو کمزور ترین اسناد قرار دیا ہے، بعض کو بعض صحابہ کی نسبت سے اور بعض کو علاقہ و ملک کی نسبت سے سیوطی نے تدریب الراوی میں حاکم سے اس سلسلہ کی تفصیلات نقل کی ہیں ۔۔ مثلاً السدی الصغیر محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ۔ اس طریق کو سلسلۃ کذب کہا گیا ہے[۱]

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۱۷۹ تا ۱۸۱-

۵۔ **مثال**:۔ ترمذی نے روایت ذکر کی ہے "حکیم الاثرم" عن ابی تمیمۃ الھجیمی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ "جو شخص کسی عورت سے حالت حیض میں یا اس کے پچھلے مقام میں صحبت کرے یا کسی کاہن کے پاس جائے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب و شریعت کا منکر ہے" ترمذی کا بیان ہے "ہم تک یہ حدیث اس سند سے یعنی حکیم اثرم" کے واسطے سے ہی پہونچی ہے اور امام بخاری نے اسناد کی رو سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے"۔[۱]

اس لیے کہ اس کی سند میں "حکیم اثرم" بھی ہے جس کی علماء نے تضعیف کی ہے۔

۶۔ **حکم روایت**:۔ ضعیف حدیث اگر موضوع نہ ہو تو ضعف کو بیان کیے بغیر اس کی روایت اور اس کی اسانید کے حق میں تساہل دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(الف) عقائد مثلاً صفات باری تعالیٰ سے اس کا تعلق نہ ہو

(ب) حلال و حرام سے متعلق نہ ہو۔

یعنی مواعظ، ترغیب و ترہیب اور قصص وغیرہ سے اس کا تعلق ہو۔

اور اگر موضوع ہو تو وضع کی تصریح کے بغیر اس کی روایت جائز نہیں[۲]

اس کا لحاظ رہنا چاہئے کہ "ضعیف حدیث" کو اگر سند کے بغیر روایت کیا جائے تو یوں نہ کہنا چاہیئے کہ ۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" یا آپ فرماتے ہیں" بلکہ احتیاطی الفاظ استعمال کرنے چاہئیں مثلاً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا ۔ او بلغنا عنہ کذا ۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یا ہم کو آپ سے یہ بات پہونچی ہے)

---

[۱] ترمذی مع تحفۃ ج ۱ ص ۱۹ ۱۴۰۔۔۔ [۲] علوم الحدیث ص ۹۳، الکفایۃ ص ۱۳۲۔ ۱۳۴۔

حکم عمل: حدیث ضعیف پر عمل کے متعلق اختلاف ہے عام طور سے
علماء اس کے قائل ہیں کہ فضائل اعمال میں مستحبات و مکروہات سب کے حق میں
ایسے ہی مواقع احتیاط میں ضعیف پر عمل مستحب ہے بشرطیکہ تین باتیں پائی جائیں۔
(الف) ضعف شدید نہ ہو یعنی کسی طریق میں کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب نہ ہو۔[1]
(ب) حدیث کسی اصل کے آتی ہو یعنی کسی شرعی کلیہ یا قاعدہ کے تحت۔
(ج) عمل وجوب و قطعیت اور حدیث کے قطعی ثبوت کی بنیاد پر نہ ہو۔[2]

جہاں تک سوال ہے دیگر مواقع و احکام کا تو ایکے حق میں امام احمد اور امام ابوحنیفہ
سے اس کا اعتبار منقول ہے حتی کہ احناف کی نسبت سے ان کی کتابوں میں اور دوسرے
اہل تحقیق علماء کی کتابوں میں یہ منقول ہے کہ "ضعیف حدیث قیاس و رائے پر بہرحال
مقدم ہے" البتہ امام احمد کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ بغیر تفصیل کے اس کے قائل ہیں
یا زیادہ سے زیادہ شدید ضعف سے اور تعارض سے خالی ہونے کی شرط لگاتے
ہیں[3] اور احناف مزید کچھ اس انداز کی قیود لگاتے ہیں کہ جن کے بعد حدیث ضعیف
محض نہ رہ جائے بلکہ حسن لغیرہ کی حد میں داخل ہو جائے۔[4] چنانچہ آئندہ آنے
والی تفصیلات سے اس انداز کی چیزوں کی وضاحت ہو جائیگی

وجوب عمل بر ضعیف: بعض مرتبہ قرائن کی وجہ سے ضعیف حدیث
پر عمل واجب بھی قرار پاتا ہے یہی نہیں بلکہ اس سے قطعیات کا نسخ بھی ہوتا ہے
جیسے کہ کوئی حدیث ثبوت کے اعتبار سے ضعیف ہو مگر علماء امت کے درمیان
اسکی نقل معروف و متداول ہو تو اس کی وجہ سے وہ متواتر کی حیثیت اختیار
کر لیتی ہے اور اس سے قطعیات کا نسخ درست قرار پاتا ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ حدیث "لا وصیۃ لوارث" کا ثبوت
اگرچہ اہل تحقیق علماء حدیث کے نزدیک محل کلام ہے مگر عام طور سے علماء و مجتہدین
نے اس پر اس حد تک اعتماد کیا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت کتب علیکم اذا حضر

---

[1] قواعد ص ۵۸ [2] ایضاً، تدریب ۲ ص ۱۹۸ و ۱۹۹ [3] منہج النقد ص ۲۹۱
[4] قواعد ص ۵۸، ۶۱، ۶۷

اَحَدَكُمُ الموتُ الخ کیلئے اس کو ناسخ قرار دیا ہے۔ اسی طرح حدیث "طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان" [۲] کو بھی اسی فہرست میں شمار کیا گیا ہے [۳]

۹۔ **مشہور مصنفات:۔** احادیث ضعاف سے متعلق بہت سی کتابیں ہیں، جن کا تذکرہ آگے آنے والا ہے۔ بعض جامع کتب حسب ذیل ہیں۔

(الف) العلل المتناهية "ابن جوزی م ۵۹۷ ھ

(ب) سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة

ناصر الدین الالبانی

۱۰۔ **تنبیہ:۔**

:۔ ضَعِيفٌ اور مُضَعَّفٌ" میں فرق ہے، کہ دوم کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں اختلاف ہو، اس لئے اس سے احکام میں استدلال کی زیادہ گنجائش ہے، جیسے کہ ضُعف سند اور ضعف متن دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ایک کے ضعف کی وجہ سے دوسرے کا ضعف اور ایک کی صحت کی وجہ سے دوسرے کی صحت ضروری نہیں ہے ۔ الا یہ کہ کسی محقق نے حدیث کی حیثیت بیان کرتے ہوئے ایسی تصریحات کی ہوں کہ جن کے بعد کوئی گنجائش نہ رہتی ہو مثلاً ليس له اسنادٌ يثبتُ به، لم يَرِدْ مِن وجهٍ صحيحٍ، ایسے ہی یہ کہ سبب ضعف کی وضاحت کردی جائے۔

---

[۱] البقرة ۱۸۰ [۲] ابوداود و ترمذی [۳] اسعاف النظر ص ۱۸۶، قواعد ص ۵۴ و ۵۸ و تدریب ج ۱ ص ۶۷

[۴] قواعد ص ۳۹، منہج النقد ص ۲۹۰، تدریب، حاشیہ ج ۱ ص ۱۸۱

مبحث اول
مردود بوجہ سقوط از سند

۱۔ **سقوط از سند کا مطلب :۔** یہ ہے کہ حدیث کی سند کے رواۃ میں سے کسی کا ذکر رہ جائے خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد، اوّل سند سے ہو یا درمیان و آخر سے، یہ سقوط (عدم ذکر)، واضح و ظاہر ہو یا مخفی، قصداً ہو یا بغیر قصد کے

۲۔ **انواع سقوط :۔** سقوط کی بنیادی دو اقسام ہیں (الف) سقوط ظاہر (ب) سقوط مخفی۔

(الف) **سقوط ظاہر :۔** ۱۔ کا مطلب یہ ہے کہ سلسلۂ سند سے کسی راوی کا رہ جانا اور اس کا ذکر نہ کرنا واضح ہو اور اس کے جاننے کے لیے بہت زیادہ تحقیق و جستجو کی ضرورت نہ ہو،

۲۔ اس قسم کا علم ائمہ حدیث اور حدیث سے شغف رکھنے والے عام حضرات سب کو ہوتا ہے اور

۳۔ اس کا علم یوں ہوتا ہے کہ راوی اور جس کو اس نے شیخ کے طور پر ذکر کیا ہے دونوں کے درمیان ملاقات نہیں ثابت ہوتی، یا تو اس وجہ سے کہ زمانہ ایک نہیں ہوتا یا زمانہ ایک ہوتا ہے مگر دونوں کے ایک موقع پر اکٹھا ہونے اور جمع ہونے کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی راوی کو اس شخص سے جس کو وہ اپنے شیخ کے طور پر ذکر کرتا ہے کسی قسم کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔

۴۔ اسی لیے اسناد سے بحث کرنے والے کو راویان حدیث کے تاریخی احوال کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے کہ اس علم کے تحت، ان کی پیدائش، وفات اور طلب علم و سفر وغیرہ کے اوقات کا علم ہوتا ہے

۵۔ علماء نے "مقام سقوط" کہیے یا "تعداد راویان غیر مذکور" کہیے، اس

کے پیش نظر "سقوط ظاہر" پر مشتمل حدیث کے چار عناوین تجویز کیے ہیں،

(الف) مُعَلَّق[1] (ب) مُرْسَل،[2] (ج) مُعْضَل[3] (د) مُنْقَطِع[4]

(ب) سقوط خفی :- ۱- سقوط خفی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی راوی کا عدم ذکر اس انداز پر ہو کہ بآسانی اسے نہ سمجھا جاسکے

۲- اس کا علم فن کے انھیں ائمۂ حذّاق کو ہوتا ہے جو حدیث کے طرق اور علتوں سے خوب واقف ہوتے ہیں

۳- "سقوط خفی" پر مشتمل حدیث کے دو عناوین ہیں (الف) مدلَّس[5] (ب) مُرسَل خفی[6] [1]

---

[1] نزھۃ النظر ص ۴۲

مُعَلَّق (۱)

۱- **تعریف** :- ا- لغوی :- مُعَلَّق بمعنیٰ لٹکایا ہوا

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جس کی شروع سند سے ایک یا ایک سے زائد راوی پے در پے حذف ہوں۔

* اس وصف و عمل کو "تعلیق" کہتے ہیں

۲- **صور و انواع** :-

(الف) سند کے تمام روات یعنی پوری سند کو چھوڑ کر یوں کہا جائے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے) عام طور سے احادیث کے نقل و بیان میں یہی ہوتا ہے۔

(ب) صرف صحابی، یا صحابی کے ساتھ تابعی کا نام و ذکر باقی رکھا جائے اور بقیہ تمام راویوں کو ذکر نہ کیا جائے جیسا کہ مشکوٰۃ کی روایات میں کیا گیا ہے

(ج) اصل بیان کرنے والے کو چھوڑ کر اس سے اوپر کے راوی کو ذکر کیا جائے خواہ وہ اوپر والا اس ناقل کا بھی استاذ ہو یا نہ ہو،

۳- **مثال** :- بخاری کی حدیث جو انھوں نے "باب ما یُذکرُ فِی الفخذ" کے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔ "وقال ابو موسیٰ غطّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکبتیہ حین دخل عثمان" (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عثمان رضؓ گھر کے اندر تشریف لائے تو اپنی رانوں کو ڈھانک لیا) [۱]

اس حدیث میں چونکہ بخاری نے بجز صحابی کے پوری سند چھوڑ دی ہے اس لیے یہ حدیث معلق ہے۔

---

[۱] بخاری کتاب الصلاۃ ج ۱ ص ۹۰

۴۔ **حکم**:۔ (الف) قبولیت حدیث کی شرطوں میں سے ایک یعنی "اتصال سند" کے نہ پائے جانے کی وجہ سے "حدیث معلق" "مردود" قرار پاتی ہے اس لیے کہ راوی غیر مذکور کے حال کا علم نہیں ہوتا

(ب) اگر غیر مذکور راوی کے حال کا علم و اندازہ ہو خواہ تحقیق کی بنا پر یا کسی قرینہ کی بنا پر تو حدیث معلق بھی مقبول قرار پاتی ہے

قرینہ یہ ہے کہ کسی ایسی کتاب میں ایسی حدیث مذکور ہو جس میں صحت کا یعنی احادیث صحیحہ کے جمع، و ذکر کا اہتمام و التزام کیا گیا ہو، جیسے بخاری و مسلم البتہ اس کے ذکر کی دو صورتیں ہوتی ہیں ۱۔ یقین و قطع کے الفاظ کے ساتھ ۲۔ شک و تردد کے الفاظ کے ساتھ

۱۔ یقین و قطع کے الفاظ کے ساتھ مذکور:۔ "حدیث معلق" کا حکم یہ ہے کہ اسے صحیح و ثابت سمجھا جاتا ہے جیسے قَالَ، (فرمایا) ذَکَرَ، (ذکر کیا) حَکَیٰ (بیان کیا) وغیرہ۔

۲۔ شک و تردد کے الفاظ کے ساتھ مذکور:۔ "حدیث معلق" پر کوئی حکم تحقیق کے بعد ہی لگایا جا سکتا ہے اس سے پہلے توقف کیا جائے گا اس لیے کہ اس صورت میں وہ "صحیح" بھی ہو سکتی ہے اور "حسن" یا "ضعیف" بھی، ہاں یہ ضرور ہے کہ بخاری جیسی کتاب کی ایسی احادیث بھی سرے سے غیر معتبر و مردود نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ اس کتاب کو تو "صحیح" یعنی احادیث صحیحہ کی جامع کا عنوان دیا گیا ہے

تحقیق کی صورت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند کے متعلق جستجو کی جائے اور اس کے بعد حسب حال حکم لگایا جائے

۵۔ **مشہور و اہم مصنفات**:۔ کتابی صورت میں ایسی احادیث کی تحقیق و جمع کا کام خاص طور سے بخاری کی "معلقات" کے سلسلہ میں

کیا گیا ہے، ویسے بخاری نے اپنی معلقات کو دوسرے مواقع پر موصولاً ذکر کر دیا ہے پھر بھی ایک سو ساٹھ احادیث ایسی ہیں جن کو موصولاً ذکر نہیں کیا ہے، ان معلقات کی اسناد کے ذکر و جمع کے سلسلہ میں سب سے نمایاں و عمدہ کام ابن حجرؒ نے کیا ہے جن کی تین تالیفات ہیں (الف) "التوفیق" جس میں بخاری کی معلقات کو مع سند ذکر کیا ہے، (ب) "تعلیق التعلیق" جس میں معلقات بخاری کے علاوہ بخاری کی ذکر کردہ موقوف روایات وغیرہ کو بھی جمع کیا ہے (ج) "التشویق الی وصل المھم من التعلیق" دوسری کتاب کا اختصار ہے جس میں اسناد کو چھوڑ دیا ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۱۱۷ تا ۱۲۱ نزھۃ النظر ص ۲۸ مع حاشیہ

مرسل (۲)

۱- تعریف :-

ا- لغوی :- مرسل بمعنی چھوڑا ہوا

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جس کی سند کے آخری حصہ سے تابعی کے بعد کا راوی ذکر نہ کیا جائے،

* اس وصف کو "ارسال" کہتے ہیں

۲- صورت :- تابعی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا یوں کہے قالَ رسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کذا- او فعلَ کذا — او فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ کذا

۳- مثال :- مسلم کی روایت

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ثنا حجین ثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْمُزَابَنَۃِ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "مزابنہ" (جو کہ دور جاہلیت میں خرید و فروخت کی رائج صورتوں میں سے ایک صورت تھی اس کے نامناسب ہونے کی وجہ سے اس سے منع فرمایا) — (کتاب البیوع)

اس حدیث کو حضرت سعید بن مسیب نے جو کہ اکابر تابعین میں سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست نقل کیا ہے اور اپنے بعد کے راوی کا ذکر چھوڑ دیا ہے جس کی کم از کم حد یہ ہے کہ ایک صحابی ہو، اور احتمال ایک سے زائد کا بھی ہے جو کہ صحابی بھی ہو سکتا ہے اور تابعی بھی، اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابعی کسی دوسرے تابعی کے واسطے سے حدیث حاصل کرتا ہے جیسے کہ صحابہ میں بھی ایسا ہوتا رہا کہ ایک دوسرے سے بھی سنتے اور روایت کرتے رہے،

۴- مرسل نزد فقہاء واصولیین :- ہر وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو یعنی

اس کے تمام راوی مذکور نہ ہوں، خواہ اس کی کوئی صورت ہو شروع کا راوی مذکور نہ ہو یا اخیر کا۔ اور ایک یا دو مذکور نہ ہوں یا تمام، پے در پے مذکور نہ ہوں یا الگ الگ۔ یعنی "مردود بسبب سقوط از سند" کی تمام صورتیں ان کے نزدیک "مرسل" کہلاتی ہیں [1]

حکم:- مرسل اصلاً ضعیف و مردود ہے اس لئے کہ اوّلاً تو وہ قبولیت کے شرائط میں سے ایک یعنی اتصال سند سے خالی ہوتی ہے، اور ثانیاً یہ کہ غیر مذکور راوی کا حال معلوم نہیں ہوتا جو کہ غیر صحابی بھی ہو سکتا ہے اور اس کے حالات کا کوئی ٹھیک نہیں کہ کیسے ہوں صحابی کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ ہر حال میں معتبر ہے۔

لیکن اس پر عمل کی بابت علماء کا اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مرسل کے انقطاع یعنی راوی کے سقوط و عدم ذکر کی ایک خاص نوعیت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اکثر صحابی غیر مذکور ہوتا ہے اور وہ سب کے سب عادل و معتبر ہیں انکی شخصیات اور شخصی احوال کا معلوم نہ ہونا اثر انداز نہیں ہوتا،

سیوطی نے دس اقوال ذکر کیے ہیں جن کا حاصل اور ان میں اہم تین اقوال ہیں۔

(الف) جمہور محدثین اور اکثر اصولیین و فقہاء:- کے نزدیک ضعیف و مردود ہے اس لئے کہ راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہیں اور بہت ممکن ہے کہ وہ غیر صحابی ہو،

(ب) ائمہ ثلاثہ (ابو حنیفہ، مالک، احمد در قول مشہور) اور ایک جماعت علماء کے نزدیک مقبول و لائق احتجاج ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا یعنی اپنے سے اوپر کا نام ذکر نہ کرنے والا ثقہ (معتمد) ہو اور کسی معتمد سے ہی ارسال

---

[1] محدثین میں خطیب کا بھی یہی مذہب ہے تدریب ج ۱ ص ۱۹۶، حاشیہ وحاشیہ نخبہ ص ۶۶ و ۶۷

کرے کہ اسی کا نام چھوڑے اس لئے کہ ثقہ تابعی جب تک کسی ثقہ سے کوئی بات نہ سنے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کرتا تھا، اسی وجہ سے حضرات تابعین کے متعلق منقول ہے کہ وہ مرسل پر نکیر نہیں کیا کرتے تھے۔

(ج) امام شافعی وبعض علماء کے نزدیک چند شرطوں کے ساتھ مقبول ہے

۱۔ ارسال کرنے والا اکابر تابعین میں سے ہو جیسے حضرت سعید بن مسیب۔

۲۔ جب غیر مذکور راوی کا نام لیا جائے اور تعیین کی جائے تو ثقہ کا ہی نام لیا جائے۔

۳۔ معتمد حفاظ حدیث اگر اس حدیث کو روایت کریں تو مخالفت نہ پائی جائے

۴۔ امور ذیل میں سے کسی ایک کی موافقت پائی جائے۔

(الف) کسی دوسرے طریق وسند سے متصلاً (پوری سند کے ساتھ) مروی ہو یا

(ب) مرسلاً مروی ہو مگر ارسال کرنے والا اور اس کے اساتذہ ورواۃ سند پہلی مرسل کے رواۃ سے الگ ہوں

(ج) کسی صحابی کے قول کے موافق ہو — یا

(د) اکثر اہل علم اس کے مضمون کے مطابق فتوی دیتے ہوں [1]

اگر یہ شرطیں پائی جائیں تو "اصل حدیث مرسل" اور اس کی "مؤید حدیث" دونوں صحیح قرار پائیں گی — اور اگر ایک طریق وسند سے مروی کوئی صحیح روایت ان کے مخالف ہو اور ان تینوں روایات کے درمیان جمع کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو "مرسل حدیث" دو سندوں سے مروی ہونے کی بنا پر راجح قرار پائے گی [2]

---

[1] الرسالۃ ص ۴۶۱، ۴۷ قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۵

[2] نزھۃ النظر ص ۴۱ - ۴۲ تدریب ج ۱ ص ۱۹۵ تا ۱۹۹ و ۲۰۲ والتمہید لابن عبدالبر ج ۱ ص ۴ و ۱۷ و ۳۰ وغیرہ در بحث مرسل

۶- مرسل صحابی :-

(الف) تعریف :- وہ حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی چیز کسی ایسے صحابی کے واسطے سے منقول ہو جس نے خود نہ تو اس کا مشاہدہ کیا ہو اور نہ براہ راست سنا ہو،

خواہ کم عمری کی وجہ سے، یا تاخیر سے اسلام لانے کی وجہ سے یا موقع پر موجود نہ ہونے کی وجہ سے۔ اکثر صغار (کم عمر) صحابہ مثلاً حضرت ابن زبیر، ابن عباس وغیرہ کی روایات اسی قسم کی ہیں۔

ب- حکم :- جمہور کے نزدیک مقبول ولائق احتجاج ہے اس لئے کہ یہ احتمال کہ شاید صحابی نے کسی تابعی سے سنا ہو شاذ و نادر کے درجہ کا ہے جس کا عام حالات میں اعتبار نہیں، اور صحابہ ایسے مواقع پر ضرور تصریح فرما دیا کرتے ہیں اگر وہ یہ تصریح نہ کریں اور براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے بیان کریں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ انھوں نے خود کسی صحابی سے سنا ہے اور صحابی کا ذکر نہ کرنا اثر انداز نہیں۔

۷- مشہور و اہم مصنفات :-

(الف) مراسیل ابی داؤد م ۲۷۵ھ

مراسیل ابن ابی حاتم " ۳۲۷ھ

جامع التحصیل لاحکام المراسیل۔ مصنف ابو سعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی م ۷۶۱ھ[۱]

۸- مرسل نزد احناف :-

احناف مرسل کی روایت اگر کسی تابعی یا تبع تابعی کی ہو تو مطلقاً قبول کرتے ہیں اور اگر تبع تابعین کے بعد کے لوگوں کی ہو تو ثقہ راوی کی مطلقاً اور دوسروں کی تحقیق و اعتماد کے بعد ہی قبول کرتے ہیں[۲]

۱؎ تدریب ج ۱ ص ۲۰۷، قواعد ص ۸۵ ۲؎ ایضاً۔ فواتح ج ۲ ص ۱۷۴ و ۱۷۵ حسامی و نظامی ص ۷۴/۷۶

معضل (۳)

۱۔ تعریف :۔ ا۔ لغوی :۔ مُعْضَلْ بمعنی مشکل و سخت

ب۔ اصطلاحاً :۔ وہ حدیث جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی یکے بعد دیگرے ساقط ہوں ،

۲۔ مثال :۔ حاکم کی روایت ہے جو انھوں نے بواسطہ قعنبی امام مالک سے نقل کی ہے عن مالک اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْمَمْلُوْکِ طَعَامُہٗ وَکِسْوَتُہٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَا یُکَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ ۔ (مملوک کا کھانا و کپڑا قاعدے کے مطابق اس کا حق ہے اور اس کو اسی کام کا مکلف بنایا جائے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو۔)

حاکم کا بیان ہے کہ یہ حدیث مُعْضَل ہے امام مالک نے اسے موطا میں معضلاً ذکر کیا ہے ، اس لیے کہ اس میں حضرت ابوہریرہؓ اور امام مالک کے درمیان پے درپے دو راوی مذکور نہیں ہیں اس کا علم اس سند سے ہوا ہے عن مالک عن محمد بن عجلان عن ابیہ عن ابی ھریرۃ

۳۔ حکم :۔ ضعیف شمار ہوتی ہے اور بالاتفاق "مرسل" و "منقطع" سے زیادہ بدتر سمجھی جاتی ہے اس لیے کہ اس میں غیر مذکور راوی زائد ہوتے ہیں۔

۴۔ مُعْضَلْ وَ مُعَلَّقْ :۔ کے درمیان تھوڑا سا فرق ہے بعض مواقع پر دونوں جمع بھی ہو جاتی ہیں ، اجتماع کی ایک صورت اور عدم اجتماع کی دو صورتیں ہیں [1]

---

[1] نزھۃ النظر ص ۴۰

(الف) موقع اجتماع :- یہ ہے کہ آغاز سند سے پے در پے دو یا دو سے زائد راوی چھوڑ دیئے جائیں، ایسی حدیث کو "معضل" بھی کہہ سکتے ہیں اور "معلق" بھی

(ب) عدم اجتماع :- کی دو صورتیں ہیں

۱- اگر درمیان سند سے پے در پے دو یا زائد راوی ساقط ہوں تو "معضل" کہیں گے "معلق" نہیں،

۲- اگر آغاز سند سے صرف ایک راوی کا ذکر رہ جائے تو "معلق" کہیں گے "معضل" نہیں،

۵- مواقع معضل :- "معضل احادیث" کی جامع مستقل کوئی تالیف نہیں ہے، البتہ بعض کتابوں میں ان کا بڑا حصہ موجود ہے جیسے

(الف) کتاب السنن ، مصنف سعید بن منصور م ۲۲۷ھ

(ب) مؤلفات ابن ابی الدنیا م ۲۸۱ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۱۱ تا ۲۱۴ و ۲۹۵

مُنقَطِع (۴)

۱- تعریف :- ا- لغوی مُنقَطِع کٹا ہوا

ب- اصطلاحی وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے ایک راوی، یا دویا دو سے زائد راوی ساقط ہوں بشرطیکہ دو اور دو سے زائد کا سقوط (عدم ذکر) پے درپے نہ ہو

* اس وصف کو "انقطاع" کہتے ہیں

۲- توضیح :- ازروئے لغت اس کا اطلاق راویوں کے عدم ذکر کی ہر صورت پر ہوتا ہے۔ اور بہت سے محدثین اصطلاحی مصداق بھی اسی کو قرار دیتے ہیں۔ مگر متاخرین اور متقدمین کے نزدیک اکثر اوپر ذکر کردہ صورت پر ہی اس کا اطلاق معروف ہے۔ عراقی و ابن حجر اسی کے قائل ہیں

نووی کا بیان ہے کہ "منقطع" کا اطلاق اکثر اس حدیث پر ہوتا ہے جسے صحابی سے تابعی کے نیچے کے لوگ روایت کریں"۔ [۱]

۳- مثال :- عبدالرزاق کی روایت جو انہوں نے سفیان ثوری سے نقل کی ہے عن ابی اسحق عن زید بن یثیع عن حذیفۃ مرفوعاً :-

ان ولّیتموھا ابا بکر فقوی امین۔ (اگر تم ابوبکر کے سپرد خلافت کرو تو وہ اس کے حقدار بھی ہیں اس لیے کہ) وہ قوی و امین ہیں۔

اس حدیث کی سند کے درمیان کا ایک راوی مذکور نہیں اور وہ شریک ہیں جو "ثوری" اور "ابو اسحق" کے درمیان ہیں اس لیے کہ ثوری نے براہ راست

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۴۴، تدریب ج ۱ ص ۱۰۷ - ۱۰۸

ابو اسحٰق سے حدیث کی تحصیل نہیں کی بلکہ شریک سے تحصیل کی ہے اور شریک نے ابو اسحٰق سے [۱]

یہ صورت ایسی ہے کہ معلق، مرسل، معضل، تینوں سے الگ ہے

۴۔ **حکم** :۔ راوی غیر مذکور کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بالاتفاق ضعیف ہے۔

۵۔ **مواقع** :۔ محض احادیث منقطعہ پر مشتمل کوئی مستقل تالیف نہیں ہے، البتہ بعض کتابوں میں ان کا بکثرت ذکر ہے مثلاً

(الف) سنن ، سعید ابن منصور

(ب) مؤلفات ابن ابی الدنیا [۲]

۶۔ **تفسیر دیگر** :۔ "مقطوع" کے بیان میں گذر چکا ہے کہ "مقطوع" کو بعض حضرات نے "منقطع" کے عنوان سے ذکر کیا ہے

---

[۱] معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۶ [۲] تدریب ج ۱ ص ۲۱۴

مُدَلَّس (۵)

۱- **تعریف** :- ا- لغوی :- مُدَلَّس بمعنی وہ شے جس کے عیب کو چھپایا جائے
ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جس کی سند کے عیب کو چھپا کر بظاہر سنوار کر پیش کیا جائے * اس وصف کو "تدلیس" کہتے ہیں

۲- **اقسام** :- بنیادی دو ہیں (الف) مدلس الاسناد (ب) مدلس الشیوخ

(الف) مُدَلَّس الاسناد

۱- تعریف :- وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے سنے بغیر اس کی طرف نسبت کر کے ایسے الفاظ سے نقل کرے کہ جن سے براہِ راست سننے کا گمان ہو[1]

(یعنی ایسے الفاظ نہ استعمال کرے جو صراحت کے ساتھ براہِ راست سننے کو بتاتے ہوں کہ جھوٹا کہلائے۔ اس صورت میں بھی چھوڑے ہوئے راوی ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں)

۲- الفاظِ اداء :- (الف) قال، جیسے قال فلان (ب) عن، جیسے عن فلان (ج) انّ، حدّثنا فلان انّ فلانًا ــــ (د) "شیخ" کے نام سے پہلے جو الفاظ لائے جاتے ہیں ان کو ذکر کیے بغیر "شیخ" کا نام لینا۔ مثلاً "الزہری عن فلان ــــ

---

[1] یہ تعریف عراقی کی ہے (شرح الفیۃ العراقی ج ۱ ص ۱۸۰- ابن حجر بھی اسی پر ہیں اس لئے کہ انہوں نے جس شخص کی طرف نسبت کی جائے اس سے "ملاقات" کی قید لگائی ہے اور ظاہر ہے کہ استاذ سے ملاقات ہوا ہی کرتی ہے (نزھۃ النظر ص ۴۳) ابن صلاح نے بھی ملاقات کا اعتبار کیا ہے اگرچہ صرف معاصرت کو بھی کافی سمجھا ہے جیسے کہ بعض حضرات نے محض "معاصرت" کو مدار قرار دیا ہے *

(تدریب ج ۱ ص ۲۲۴ - ۲۲۶)

۳- مثال :- حاکم نے "علی بن خشرم" سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا۔ "عن الزھری" تو ان سے پوچھا گیا "کیا آپ نے براہ راست زہری سے سنا ہے"؟ انہوں نے انکار کیا اور کہا نہ میں نے ان سے سنا نہ ان سے سننے والوں میں سے کسی سے سنا، بلکہ مجھ سے عبدالرزاق نے بواسطہ معمر، زہری سے نقل کیا ہے"۔[1]

سیوطی کے الفاظ میں یہ روایت یوں منقول ہے کہ علی بن خشرم نے ذکر کیا کہ ہم لوگ ابن عیینہؒ کے پاس بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا۔ "الزہری" (یعنی "عن" اور "قال" وغیرہ الفاظ کے بغیر) اس پر ان سے پوچھا گیا۔ "کیا آپ سے زہری نے بیان کیا ہے"؟ تو وہ خاموش رہے اور پھر انہوں نے مذکورہ بالا جواب دیا۔[2]

۴- اقسام :- "مدلس الاسناد" کی پانچ اقسام یا یوں کہئے کہ پانچ صورتیں منقول ہیں، جن میں سب سے اہم "مدلس التسویہ" ہے اسی لئے اسے اکثر حضرات نے اہتمام سے ذکر کیا ہے ابن حجر نے اس کو "مدلس الشیوخ" کے تحت ذکر کیا ہے۔ مختصر توضیح اس کی یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ سے روایت نقل کرے مگر آگے سند میں آنے والے دو ایسے ثقات، جن کی ملاقات ثابت ہو، ان کے درمیان آنے والے کسی کم حیثیت راوی کو گرا دے خواہ اس کے ضعف کی وجہ سے یا کم عمری کی بنا پر، اور ایسے الفاظ استعمال کرے کہ جن سے براہ راست سننے کا گمان ہو اور بظاہر یہ سمجھا جائے کہ کوئی معتمد راوی معتمد سے ہی روایت کر رہا ہے،

مثلاً راوی کا استاذ ثقہ و معتمد ہے۔ اور، استاذ کے استاذ کا استاذ

---

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۳۰

[2] تدریب ج ۱ ص ۲۲۴

بھی ثقہ و معتمد ہے ۔ اور دونوں کے درمیان ملاقات بھی ثابت ہے مگر استاذ
کا استاذ، ضعیف یا کم عمر ہے۔ راوی نقل روایت میں یہ کرے کہ اپنے
استاذ کے بعد بجائے اپنے استاذ کے استاذ کا ذکر کرنے کے ان کے استاذ کے
استاذ کو ذکر کرے، اور محتمل الفاظ استعمال کرے ۔ مثال اس کی، ابن ابی
حاتم کی " کتاب العلل " میں ذکر کردہ روایت ہے جو انہوں نے اپنے والد
سے اسحٰق بن راھویہ سے نقل کی ہے، عن بقیۃ حدثنی ابو وھب الاسدی
عن ابن عمر الحدیث ۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس حدیث میں ایسی خامی
ہے جسے کم ہی لوگ سمجھ سکتے ہیں ۔ اس حدیث کو "ابو وھب اسدی" (جن کا نام
عبید اللہ بن عمرؓ ہے) نے بواسطہ اسحٰق بن ابی فروہ حضرت نافع سے روایت
کیا ہے ۔ "بقیہ" جس سے اسحٰق بن راھویہ نے روایت لی ہے اس نے
یہ کیا ہے کہ " اسحٰق بن ابی فروہ " کو درمیان سے چھوڑ دیا ہے اور، اپنی اس
حرکت پر پردہ ڈالنے کیلئے " عبید اللہ بن عمرؓ " کے نام کے بجائے جس سے
وہ معروف تھے، ان کی کیفیت اور خاندانی نسبت ذکر کی ہے جو ان کے
حق میں معروف نہ تھی ۔ تاکہ جو لوگ ان رواۃ کے احوال سے واقف ہیں
وہ "بقیہ" کے اس جرم کو سمجھ نہ سکیں ۔

۵ ۔ حکم :- ایسی احادیث ضعیف کی اہم اقسام میں سے ہیں، علماء نے
اس عمل کو نہایت مکروہ قرار دیا ہے اور بہت مذمت کی ہے، شعبہ نے
"تدلیس" کو "کذب بیانی" کا دوسرا عنوان بتایا ہے، خاص طور سے "تدلیس
التسویہ" تمام اقسام سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، عراقی کا قول ہے کہ جو شخص
قصداً ایسا کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مجروح کرتا ہے، اس لیے کہ اس عمل میں
بڑا دھوکہ ہے عام آدمی ظاہر حال کو دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ معتمد رواۃ
کی روایت ہے اور اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے حالانکہ
حقیقت کچھ اور ہوتی ہے ۔

۶۔ اغراض :۔ تدلیس اسناد کی اغراض پانچ میں سے کوئی ایک ہوتی ہے (الف) "علو سند" یعنی کم واسطوں سے حدیث کے حصول کا وہم پیدا کرنا (ب) جس استاذ سے بہت سی روایات حاصل کی ہیں اور کچھ اس سے نہیں حاصل کی ہیں تو سب کی اس کی طرف نسبت، (ج) استاذ کا غیر ثقہ ہونا (د) شیخ کی وفات اتنی دیر سے ہونا کہ اس راوی کے علاوہ دوسرے بہت سے افراد نے اس سے استفادہ کیا ہو اور وہ ان سے امتیاز چاہتا ہو (ھ) شیخ کا راوی سے کم عمر ہونا۔ ؎

(ب)

مُدَلَّس الشیوخ

۱۔ تعریف :۔ وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے اس کے لیے کوئی غیر معروف نام، لقب، یا کنیت ونسب ذکر کرے تاکہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔

۲۔ مثال :۔ ابوبکر بن مجاہد جو ائمہ قراء میں سے ہیں ان کا قول ہے حدثنا عبداللہ بن ابی عبداللہ۔ انہوں نے اس سے "ابوبکر بن ابوداؤد سجستانی" کو مراد لیا ہے جو "عبداللہ بن ابی عبداللہ" سے معروف نہیں ہیں۔

۳۔ حکم :۔ اس کی کراہت پہلی قسم سے کمتر ہے، اس لیے کہ اس میں کسی راوی کا سقوط نہیں ہوتا بلکہ راوی کا غیر معروف نام ذکر کرنے سے سننے والے الجھن ودشواری میں پڑتے ہیں اور "راوی" کی حیثیت عرفی متاثر ہوتی ہے البتہ چونکہ ایسا کرنے کی اغراض مختلف ہوتی ہیں اس لیے ان کے پیش نظر درجۂ کراہت مختلف ہوگا۔

؎ تدریب ج ۱ ص ۲۲۳ تا ۲۲۹۔

۴۔ اغراض :۔ "تدلیس شیوخ" کی چار اغراض میں سے کوئی ایک غرض ہوتی ہے، تین تو، "تدلیس اسناد" میں ذکر کردہ پانچ میں سے آخری تین ہیں اور چوتھی شیخ سے بکثرت روایت کرنے کی وجہ سے اس کے معروف نام کی تصریح کے ساتھ روایت کرنے سے احتراز۔[۱]

۳۔ اسباب مذمت تدلیس :۔ تین ہیں

(۱) راوی نے جس سے حدیث نہیں حاصل کی اس سے تحصیل کا وہم پیدا کرنا۔

(ب) صراحت کے بجائے احتمالی صورتوں کو اختیار کرنا،

(ج) راوی کا یہ جاننا (سمجھنا) کہ اگر نام لے گا تو اس کی روایت مجروح قرار پائے گی[۲] یہ اسباب ہر قسم و صورت کے لیے نہیں ہیں بلکہ مجموعی طور پر اس عمل کے لیے بتائے جاتے ہیں۔

۴۔ تدلیس کے علم کے ذرائع :۔ تدلیس کا علم حسب ذیل دو امور میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے۔

(الف) مدلس (تدلیس کرنے والے) کا خود بتانا جیسے ابن عیینہ نے پوچھنے پر بتا دیا

(ب) تحقیق و جستجو کی بنیاد پر کسی امام فن کی تصریح[۳]

۵۔ مدلس کا حکم :۔ "حدیث مدلس" کو قبول کرنے کی بابت علماء کا اختلاف ہے صحیح و معتمد قول یہ ہے کہ

(الف) اگر سماع کی تصریح کر دی جائے تو حدیث مقبول ہوگی یعنی راوی صاف صاف اپنے سننے یا شیخ کے اس سے بیان کرنے کو ذکر کرے، اور

(ب) اگر سننے کی تصریح نہ کرے بلکہ محض محتمل الفاظ ذکر کرے تو نہیں قبول کی جائے گی[۴]

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۲۲۸ تا ۲۳۱ [۲] الکفایہ ص ۳۵۸ [۳] نزھۃ النظر ص ۴۳
[۴] تدریب ج ۱ ص ۲۲۹

(ج) یوں بھی کہا گیا ہے کہ معتمد رواۃ جو "ثقات" سے تدلیس کیا کرتے ہیں ان کی روایت مقبول ہوگی اور جو "غیر ثقات" سے تدلیس کریں وہ جب تک براہ راست سننے کی تصریح نہ کردیں ان کی حدیث مقبول نہیں ہوگی [1]

۶- مشہور مصنفات :- "تدلیس" سے متعلق مستقل تصانیف بہت سی ہیں، بعض "تدلیس" یعنی نفس اس عمل سے متعلق ہیں اور بعض "مدلسین" (تدلیس کا عمل کرنے والوں) کے بارے میں

(الف) متعلق بتدلیس :-

خطیب کی دو کتابیں ہیں ہر ایک "تدلیس" کی ایک ایک قسم سے متعلق ہے [2]

(ب) متعلقین بمدلسین :-

۱- اَلتَّبیِینُ لِاَسمَاءِ المُدَلِّسِینَ- مصنف خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ

۲- اَلتَّبیِینُ لِاَسمَاءِ المُدَلِّسِینَ- مصنف برہان الدین ابراہیم بن محمد بن الحلبی متوفی ۸۴۱ھ

۳- تعریف اَہلِ التَّقدِیسِ بِمَرَاتِبِ المَوصُوفِینَ بِالتَّدلِیسِ | مصنف حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ

---

[1] تدریب ج۱ ص ۲۳۰ [2] الکفایۃ ص ۳۵۷

مرسل خفی (۶)

۱۔ **تعریف** :۔ وہ حدیث جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اس کی معاصرت کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو

۲۔ **مرسل خفی اور مدلس کے درمیان فرق** (الف) ابن قطان نے یہ ذکر کیا ہے کہ "مرسل" اس شخص کی روایت ہوتی ہے جس کا اس شخص سے سماع (یعنی تحصیل حدیث) نہ ثابت ہو جس کو وہ اپنے شیخ کی حیثیت سے ذکر کرتا ہے ۔ ہاں معاصرت ہوتی ہے اور ملاقات بھی ہو سکتی ہے اور "مدلس" میں معاصرت و ملاقات کے ساتھ "سماع" بھی ہوتا ہے

(ب) ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ معاصرت کے ساتھ اگر ملاقات کا علم نہ ہو تو "مرسل" کہیں گے

۳۔ **اہمیت** :۔ یہ فن بھی علوم حدیث میں ایک مہتم بالشان اور نہایت مفید فن ہے اس میں درک انھیں لوگوں کو ہوتا ہے جنھیں فن کی وسیع واقفیت کے ساتھ روایات اور ان کے طرق کا بھی وافر علم ہو

۴۔ **مثال** :۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے بطریق عمر بن عبد العزیز عن عقبۃ بن عامر مرفوعاً "رَحِمَ اللّٰہُ حَارِسَ الْحَرَسِ" (اللہ محافظین کی نگہبانی کرنے والوں پر رحم فرمائے) [1]

حضرت عمر بن عبد العزیز کی ملاقات عقبہ سے ثابت نہیں جیسا کہ "مزی" نے اطراف میں ذکر کیا ہے ۔

---

[1] ابن ماجہ کتاب الجہاد ج ۲ ص ۹۲۵ ۔

۵- **ذرائع علم** :- تین ہیں

(الف) کسی امام فن کی تصریح کہ راوی کی اس کے شیخ سے ملاقات یا سماع ثابت نہیں۔

(ب) خود راوی کی اپنی بابت تصریح،

(ج) حدیث کا دوسری سند سے زائد راوی کے ساتھ منقول ہونا۔ (ویسے اس شق کی بابت علماء کا اختلاف ہے اس لیے کہ یہ ایک مستقل قسم "المزید فی متصل الاسانید" بھی ہو سکتی ہے)

۶- **حکم** :- ضعیف ہے اس لیے کہ اس میں انقطاع ہوتا ہے

۷- **مشہور مصنفات** :-

(الف) "کتاب التَّفْصِیْل لِمُبْہَمِ المَرَاسِیْل" مصنف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۰۵ - ۲۰۶ نزہۃ النظر ص ۴۳

مُلحقاتِ مُدَلَّس

مُعَنْعَن اور مُؤَنَّن

(الف)

مُعَنْعَن

۱- تعریف :-
ا- لغوی :- "مُعَنْعَن" ماخوذ ہے عَنْعَنَ سے بمعنی عَنْ عَنْ کہنا،
ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جو لفظ "عَن" کے ذریعہ روایت کی جائے

۲- مثال :- ابن ماجہ کی حدیث ہے
حَدَّثَنَا عثمان بن ابی شیبہ ثنا معاویۃ بن ھشام ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن مرۃ عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ [1] (اللہ اور اس کے فرشتے نماز کی صفوں کے داہنے حصوں پر خصوصی عنایت رکھتے ہیں)

۳- حکم :- "حدیث مُعَنْعَن" کو "متصل" یا "منقطع" شمار کرنے کی بابت دو قول ہیں،
صحیح و معمول بہ قول جو جمہور فقہاء اور محدثین و اصولیین کا ہے یہ ہے کہ

---

[1] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا ج ۱ ص ۳۲۱

چند شرائط کے ساتھ اس کو "متصل" شمار کیا جائے گا جن میں سے دو اتفاقی ہیں جن کی بابت "امام مسلم" کا قول ہے ۔ "بالاتفاق یہی دو کافی ہیں۔" اور وہ حسب ذیل ہیں

(الف) عن کے ذریعہ روایت کرنے والا مدلس نہ ہو،

(ب) اور جن دو راویوں کے درمیان لفظ عن آرہا ہے ان کے درمیان ملاقات کا امکان پایا جاتا ہو کہ دونوں کا زمانہ ایک ہو۔[1]

(ب)
مُؤَنَّن

۱- **تعریف** :- ا- لغوی :- مُؤَنَّن، أَنَّنَ سے ماخوذ ہے بمعنیٰ أَنَّ أَنَّ کہنا۔

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جو بایں الفاظ مروی ہو حَدَّثَنَا فُلَانٌ أَنَّ فُلَانًا قَالَ ـ

۲- **حکم** :- دو قول ہیں۔

(الف) امام احمد اور ایک جماعت کا قول ہے جب تک اتصال ثابت نہ ہو منقطع شمار ہوگی۔

(ب) جمہور کا قول ہے کہ "أَنَّ" "عَنْ" کی مانند ہے" ایسی حدیث کو سماع پر ہی محمول کیا جائے گا جبکہ "معنعن" کے لیے ذکر کردہ معتبر شرائط پائے جائیں۔[2]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۱۴ - ۲۱۵ [2] تدریب ج ۱ ص ۲۱۷

مردود

- مردود بسبب سقوط از سند
- مردود بسبب طعن در راوی
  - (۱) اقسام مردود باعتبار طعن در راوی
    - اقسام باعتبار طعن در عدالت
      - (۱) موضوع (بوجہ کذب)
      - (۲) متروک (بوجہ تہمت کذب)
      - (۳) منکر (بوجہ فسق)
      - (۴) مردود (بوجہ بدعت)
      - (۵) مردود (بوجہ جہالت)
    - اقسام باعتبار طعن در ضبط
      - (۶) منکر (بوجہ کثرت غلط وغفلت)
      - (۷) معلل (بوجہ وہم)
      - (۸) مردود (بوجہ سوء حفظ)
      - (۹) مدرج
        - (۱) مدرج السند
        - (۲) مدرج المتن
      - (۱۰) مقلوب
        - (۱) مقلوب السند
        - (۲) مقلوب المتن
      - (۱۱) مضطرب
        - (۱) مضطرب السند
        - (۲) مضطرب المتن
      - (۱۲) مصحف
        - اقسام باعتبار موقع
          - (۱) مصحف السند
          - (۲) مصحف المتن
        - اقسام باعتبار باعث
          - (۱) مصحف بوجہ بصر
          - (۲) مصحف بوجہ سمع
        - (۱) مصحف اللفظ
        - (۲) مصحف المعنی
      - (۱۳) مزید فی متصل الاسانید
      - (۱۴) شاذ (مقابل محفوظ)
      - (۱۵) منکر بوجہ مخالفت ثقہ (مقابل معروف)
  - (۲) اقسام مردود بسبب طعن باعتبار مراتب
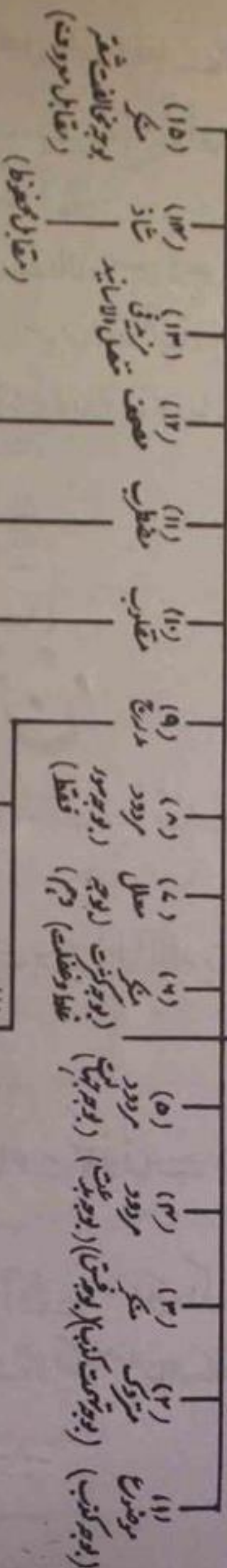
نمبر (۹) یعنی مدرج سے (۱۵) منکر تک
کی اقسام اسباب طعن میں سے
مخالفت ثقات کے تحت بنتی ہیں
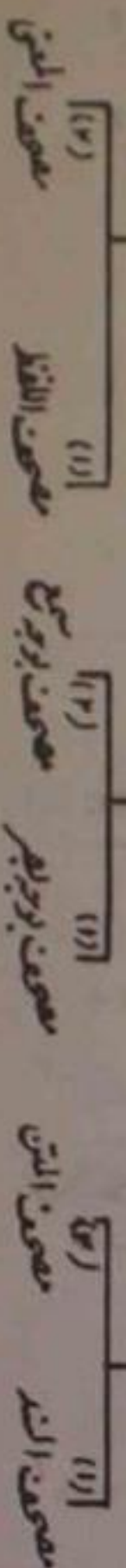
مبحث دوم

مردود بسبب طعن در راوی

۱۔ **راوی میں طعن کا مطلب** :۔ یہ ہے کہ راوی کی عدالت یعنی دین و کردار، اور ضبط و حفظ کے حق میں کلام کیا جائے اور کسی وجہ سے ان کو مجروح قرار دیا جائے۔

۲۔ **اسباب طعن** :۔ دس ہیں جو اصولاً دو حصوں میں منقسم ہیں

(الف) متعلق بعدالت (ب) متعلق بضبط

(الف) **متعلق بعدالت** پانچ ہیں

۱۔ کذب، ۲۔ تہمت کذب، ۳۔ فسق، ۴۔ بدعت، ۵۔ جہالت

(ب) **متعلق بضبط** بھی پانچ ہیں

۱۔ زبانی اغلاط ۲۔ سوء حفظ (یادداشت کی خرابی) ۳۔ غفلت ۴۔ کثرت وہم ۵۔ مخالفت ثقات[۱]

۳۔ **عناوین احادیث مشتملہ براسباب مذکورہ** (الف) کی قسم اول پر مشتمل کو "موضوع"۔ قسم دوم پر مشتمل کو "متروک"۔ اور (الف) کی سوم نیز (ب) کی اول و سوم پر مشتمل کو "منکر" اور (ب) کی چہارم پر مشتمل کو "معلّل" کہتے ہیں، (الف) کی چہارم و پنجم پر مشتمل کے مستقل عناوین نہیں ہیں ایسے ہی (ب) کی دوم اور پنجم پر مشتمل احادیث کے حسب تفصیل مختلف نام ہیں۔ آئندہ اوراق میں یہ اسباب اور تفصیلات و اقسام ذکر کی جا رہی ہیں۔

۴۔ **مراتب** :۔ ترتیب وار اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ہیں موضوع، متروک، منکر، معلل، مخالفت ثقات، مشتمل بر جہالت، بدعت، سوء حفظ[۲]

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۴۲ [۲] تدریب ج ۱ ص ۲۹۵، تیسیر المصطلح ص ۹۴

مردود

- مردود بسبب سقوط از سند
- مردود بسبب طعن در راوی

اقسام بسبب طعن باعتبار مراتب

اقسام بسبب طعن در راوی

۱ موضوع

۲ متروک

۳ منکر (مبنی بر فسق وکثرت غلط وغفلت)

۴ معلل

۵ مدرج

۶ مقلوب

۷ مزید فی متصل الاسانید

۸ مضطرب

۹ مصحف

۱۰ مردود بوجہ جہالت

۱۱ مردود بوجہ بدعت

۱۲ مردود بوجہ سوء حفظ

اقسام مبنیہ بر مخالفت ثقات

شاذ* — مبنی بر مخالفت فائق در ثقاہت

منکر* — مبنی بر مخالفت ثقہ

موضوع

۱۔ **تمہید** :۔ راوی پر طعن کا پہلا سبب حدیث کے حق میں کذب بیانی ہے اس پر مشتمل روایت کو "موضوع" کہتے ہیں۔

۲۔ **تعریف** :۔ ا۔ لغوی :۔ موضوع بمعنی وضع کردہ، گھڑا ہوا

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ مضمون جس کی بصورت حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت کیجائے ۔

۳۔ **صورتیں** :۔

(الف) وضاع :۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی چیز کی جھوٹی نسبت کرنے والا) اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر اس کے لیے کوئی سند تجویز کر کے اس سند کے ساتھ اس کو روایت کرے۔

(ب) حکماء یا سلف وصلحاء یا اسرائیلیات میں سے کسی چیز کو لے کر اسے کسی سند کے ساتھ جوڑ دے

(ج) کسی ضعیف حدیث کے سند قوی ساتھ لگا دے لے (اس صورت میں اصل نسبت تو جھوٹی نہیں ہوتی مگر قوی سند لگا کر اس کی قطعی نسبت کی جو صورت اختیار کر لی جاتی ہے وہ جھوٹ و کذب ہوتی ہے)

۴۔ **مثال** :۔ آگے آنے والی تفصیلات کے تحت متعدد مثالیں آرہی ہیں۔

۵۔ **مرتبہ** :۔ احادیث ضعیفہ کی بدترین قسم ہے بلکہ بعض حضرات نے اسے "ضعیف" احادیث کے قبیل سے شمار ہی نہیں کیا ہے بلکہ اسے صحیح، حسن، ضعیف، کے علاوہ مستقل ایک قسم قرار دیا ہے، ا

ے احقر نے یہ تعریف آگے ذکر کی جانیوالی موضوع کی صورتوں کی بنا پر اختیار کی ہے اس لیے کہ جیسا کہ ان صورتوں سے ظاہر ہے "موضوع" کی حقیقت صرف "خالص جھوٹ" ہی نہیں بلکہ بسا اوقات امر واقعی کے ساتھ بھی کا معاملہ کیا جاتا ہے، ۱۲ الاسعدی۔ لے نزہۃ النظر ص ۴۵ تدریب ج ا ص ۲۸۷

اس لیے کہ جیسا کہ اوپر ذکر کردہ صورتوں سے ظاہر ہے "موضوع" کا مضمون حدیث ہوتی ہی نہیں، بجز تیسری صورت کے اور اس میں بھی، اس کا حدیث ہونا گمان غالب کے درجہ میں بھی نہیں بلکہ وہم کے درجہ میں ہوتا ہے جسے واضع (گھڑنے والا) اس کے درجہ سے بڑھا دیتا ہے۔

۶۔ حکم:۔ اہل حق علماء کا اتفاق ہے کہ جس حدیث کی وضع کا علم ہو، وضع کی تصریح کے بغیر اس کی روایت جائز نہیں بلکہ ایسے کسی بھی مضمون کا نقل کرنا بغیر تصریح روا نہیں ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی مسئلہ و مضمون سے ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشہور ارشاد کی بناء پر کہ "جو کسی بات کی میری طرف نسبت کو جھوٹ جانتے ہوئے اسے نقل کرے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے" [1] بعض صوفیہ ترغیب [2] (رغبت پیدا کرنے) اور کرامیہ (جو ایک گمراہ اسلامی فرقہ ہے) اس کے ساتھ ترہیب [3] (خوف پیدا کرنے) کے حق میں جواز کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بعض روایات میں ایسے ہیں کہ جن سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ممانعت اس مضمون کے حق میں ہے جو مخالفت اور نقصان پر مبنی ہو اور جو موافقت و مصلحت اور نفع پر مبنی ہو اس کے حق میں ممانعت نہیں ہے مگر جمہور علماء اس کے خلاف ہیں بلکہ امام الحرمین جوینی واضع حدیث کو کافر قرار دیتے ہیں، یہ جرم اتنا قبیح ہے کہ ایک مرتبہ بھی اگر کسی کی بابت اس کا ثبوت ہو جائے تو پوری زندگی اس کی روایت مقبول نہ ہوگی حتی کہ اگر توبہ کر لے تب بھی یہی حکم ہوگا [4]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۷۴ [2] نزہۃ النظر ص ۵۴ [3] مقدمہ عبدالحق دہلوی

۷۔ وضع کو جاننے کے ذرائع

حسب ذیل ہیں

(الف) خود واضع کا اقرار :۔ جیسے ابوعصمہ نوح بن ابی مریم نے کہا تھا کہ اس نے قرآن کی تمام سورتوں کے فضائل سے متعلق احادیث گڑھ کر حضرت ابن عباس سے نقل کی ہیں

(ب) بمنزلہ اقرار :۔ یعنی واضع کا کوئی ایسا بیان جو صریح اقرار تو نہ ہو لیکن اقرار کے درجہ میں ہو اس لئے کہ اس کا حاصل یہی ہو کہ اس کی کی ہوئی نسبت جھوٹ ہے، مثلاً ایک آدمی کسی سے ایک روایت نقل کرے اور جب اس سے اس کے استاذ کی تاریخ پیدائش کے متعلق سوال ہو تو ایسی تاریخ کا ذکر کرے کہ جس سے بہت پہلے اس شخص کی جسے اس نے بطور استاذ ذکر کیا ہے، وفات ہو چکی ہو۔

(ج) راوی کے اندر کوئی قرینہ :۔ مثلاً راوی کسی خاص عقیدہ ومذہب سے تعلق رکھنے والا ہو اور روایت اسی عقیدہ ومذہب سے متعلق ہو جیسے یہ کہ راوی رافضی ہو اور حدیث اہل بیت کے فضائل میں ہو

(د) مروی کے اندر کوئی قرینہ :۔ جو متعدد امور ہو سکتے ہیں

۱۔ لفظ ومعنی کی رکاکت یعنی حدیث کے الفاظ کا جو معیار معروف ہے اور اس میں منقول جو مضامین ومعانی معروف ہیں، اس سے گرا ہوا ہونا اور مضامین کا منصب نبوت کے شایان شان نہ ہونا، ابن حجر کا قول ہے کہ محض الفاظ کی رکاکت اس کا قرینہ نہیں بن سکتی اس لیے کہ روایت بالمعنی میں الفاظ بدل ہی جاتے ہیں اور ان کا معروف معیار باقی نہیں رہتا، البتہ نحوی وصرفی، غلطیاں ضرور اس کے تحت داخل ہیں۔

۲۔ عقل ومشاہدہ یا صریح قرآن، سنت متواترہ، اجماع قطعی اور مشہور

تاریخی واقعات کی مخالفت اس انداز پر کہ اس کی کوئی مناسب تاویل و توجیہ نہ ہو سکے

۳۔ امر منقول، ایسا ہو کہ حالات و قرائن کے تقاضا سے پوری جماعت کو اس کا ناقل ہونا چاہئیے یا یہ کہ وہ دین کی ایک اصل ہو اور اسے نقل کرنے والے حد تواتر سے کم ہوں یا صرف ایک آدمی ہو،

۴۔ کسی معمولی چیز پر سخت دھمکی یا بڑا وعدہ،

۵۔ بعض قرائن ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی بناپر تواتر کی تعداد کے ذریعہ منقول امر پر بھی وضع کا حکم لگتا ہے۔

۸۔ دواعی وضع :-

(الف) تقرب الی اللہ :- (بعض لوگوں نے اسے غلبۂ جہل سے بھی تعبیر کیا ہے)

۱۔ تعریف :- طاعت میں رغبت اور معصیت سے خوف دلانے والے مضامین کو گڑھنا ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو زہد و صلاح کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور اسی کے اثر سے اور رعایت میں وہ یہ کام کرتے ہیں۔

۲۔ حکم :- یہ وضع کا بدترین داعیہ اور ایسے واضعین بدترین واضعین شمار ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کی نیک کرداری ان روایات کی قبولیت و اعتبار کا باعث بنتی ہے۔

۳۔ مثال :- "میسرہ بن عبد ربہ" نامی ایک شخص تھا جس کے متعلق ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس سے کہا تم سورتوں و آیات کے پڑھنے کے فضائل کی روایات کہاں سے لائے؟ تو اس نے کہا "میں نے لوگوں کو رغبت دلانے کے لیے ان کو گڑھا ہے"

(ب) مذہبی تحریک کی حمایت :- (جسے "زیادتی تعصب" کا عنوان بھی دیا گیا ہے) اپنے اپنائے ہوئے مذہب و نظریہ کی تائید و تقویت کے لیے کسی چیز کا گڑھنا خاص طور سے سیاسی و مذہبی گروہ بندیوں کے بعد، کہ ہر فرقہ و جماعت نے اپنی تائید میں احادیث گڑھیں جیسے "عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ شَکَّ فِیْہِ کَفَرَ" (حضرت علی سب سے افضل انسان ہیں جو اس بارے میں شک کرے وہ کافر ہے) روافض نے اسے اپنا ہتھیار بنا کر استعمال کیا

(ج) طعن در اسلام (جسے "بے دینی" کا عنوان بھی دیا گیا ہے) اسلام کو بدنما و داغدار بنانے کے لیے احادیث کی وضع، یہ کام زندیقوں یعنی در پردہ اسلام کی دشمنی رکھنے والوں نے کیا جو اسلام کے خلاف کھلم کھلا جب کوئی سازش نہ کر سکے تو انہوں نے یہ بدترین اور مہلک ترین صورت نکالی اور کافی تعداد میں احادیث گڑھیں مثلاً محمد بن سعید شامی جسے بددینی کے الزام میں ہی سولی دی گئی اس نے بواسطہ حمید حضرت انس سے روایت نقل کی ہے۔ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ،

(د) حکام سے تقرب (جس کا دوسرا عنوان حکام و امراء کی خواہشات کا لحاظ و پاس اور ان کی خوشنودی کا حصول ہے) بعض مخلص مگر کمزور اہل ایمان نے یہ کیا ہے کہ حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے غیر شرعی مشاغل کی مؤید روایات گڑھ کر بیان کی ہیں جیسے غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی کا قصہ مشہور ہے کہ وہ عباسی خلیفہ مہدی کے پاس گیا تو اسے کبوتروں میں مشغول پایا فوراً ہی سند متصل کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے حدیث سنائی "لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ نَصْلٍ اَوْ خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ" (انعامی مقابلے کا مال صرف تیر چلانے یا اونٹ یا گھوڑوں کے دوڑانے یا پرندوں ہی میں ہے)

اس حدیث میں اس شخص نے " پرندوں " کا اضافہ کر دیا تاکہ " مہدی " کے ذوق و مشغلہ کی تائید کر سکے ، مہدی چونکہ صاحب علم تھا فوراً ہی اس کی حرکت کو تاڑ گیا اور چونکہ اس کا عمل اس خبیث حرکت کا باعث بنا تھا اس لیے اسی وقت تمام کبوتروں کو ذبح کر دینے کا حکم دیدیا اور کہا کہ میں ہی اس کے لیے اس کام کا محرک بنا ہوں ۔

(ہ) طلب معاش :- حصول مال و زر کے لیے مضامین گڑھ کر اور ادھر ادھر کے قصے بطور احادیث بیان کرنا جیسے قصہ گو کرتے رہے کہ مجلسیں لگا کر لوگوں کو اس قسم کی چیزیں سنانے اور ان سے پیسے حاصل کرتے جیسے ابو سعید مدائنی ۔

(و) طلب شہرت :- ایسے احادیث کے بیان و نقل کا شوق جو دوسرے محدثین کے یہاں نہ مل سکیں ، ایسے لوگ اسناد میں الٹ پھیر کر کے اپنا مطلب پورا کیا کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جیسے ابن ابی دحیہ ، حماد نصیبی ،

(ز) طلب دلیل :- اہل افتار اپنے فتاوی کی قوت و پختگی کے لیے بطور دلیل ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں جیسے ابو الخطاب ابن دحیہ ،

(ح) احباب سوء :- بعض لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ بھی ہوا کہ ان کی اولاد و زیر کفالت افراد یا کاتب و منشی وغیرہ نے ان کی لاعلمی میں ان کے مسودات و مکتوبات میں گڑھی ہوئی احادیث شامل کر دیں اور وہ انہیں سمجھ نہ سکے اور صحیح سمجھ کر بیان کرتے رہے جیسے حماد بن سلمہ

(ط) حاجت و ضرورت :- بھی کبھی اس کی داعی بنتی ہے جیسے محمد بن عکاشہ مامون ہروی [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۸۴ تا ۲۸۶ نزھۃ النظر ص ۴۴-۴۴ ، العجالۃ النافعۃ ص ۷ تا ۸ ،

اور حق یہ ہے کہ "حاجت" ایسا داعی ہے کہ اس کے تحت تمام صورتیں آسکتی ہیں اس لیے کہ حاجت دین کی بھی ہوتی ہے اور دنیا کی بھی اور اوپر ذکر کردہ امور انھیں میں منحصر ہیں[1] ۔ بجز ایک دو صورتوں کے ،

۹۔ **مفسرین اور موضوع احادیث** :۔ بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں بہت سی موضوع روایات بھی لے لی ہیں اور ان کے وضع کی تصریح نہیں کی ہے خاص طور سے فضائل سور و آیات اور اسباب نزول کی بابت منقول روایات جو حضرت ابی بن کعب رض سے یا بواسطہ میسرہ حضرت ابن عباس رض سے مروی ہیں ان مفسرین میں اہم یہ ہیں۔

ا ۔ ثعلبی

ب ۔ واحدی

ج ۔ زمخشری

د ۔ بیضاوی

ہ ۔ شوکانی

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سور و آیات کے فضائل کی بابت مروی تمام احادیث موضوع ہیں بلکہ ان کا ایک معتد بہ حصہ صحیح ہے جس کے حق میں معتمد ترین ماخذ تفسیر ابن کثیر ہے[2]

تفسیر کے علاوہ وضع کا زیادہ تعلق اقوام و افراد کی منقبت و مذمت انبیاء سابقین کے قصوں، بنی اسرائیل کے احوال، کھانے پینے کی چیزوں، جانوروں اور جھاڑ پھونک دعا نیز نوافل کے ثواب سے رہا ہے[2]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۸۸ تا ۲۹۰ [2] العجالتہ النافعہ ص ۱۷ ،

۱۰۔ مشہور واہم مصنفات :- (۱) "تذکرۃ الموضوعات" مصنف ابو الفضل مقدسی (م ۵۰۷ھ)

(ب) کتاب الموضوعات" مصنف عبد الرحمٰن بن جوزی (م ۵۹۷ھ) یہ اس فن کی قدیم ترین اور وسیع ترین کتابوں میں سے ہے مگر اس میں مصنف نے بے احتیاطی سے کام لیتے ہوئے بہت سی ضعیف کیا حسن و صحیح حتی کہ مسلم کی روایات کو بھی لے لیا ہے، اسی لیے علماء نے اس پر سخت تنقید کی ہے" ویسے بقول ابن حجر، اکثر حصہ موضوع احادیث کا ہے۔

(ج) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ " مصنف سیوطی (م ۹۱۱ھ)

یہ ابن جوزی کی کتاب کی تلخیص اور اس پر تنقید و اضافہ ہے،

(د) تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ" مصنف ابن عراق کتانی (م ۹۶۳ھ) پچھلی دونوں کتابوں کی تلخیص اور دونوں سے زیادہ جامع اور مرتب و مفید ہے [۱]

(ہ) المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ۔ حافظ ابن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ)

(و) الموضوعات الکبیر مصنف، ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ)

(ز) الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث المرفوعۃ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ)

(ح) الاحادیث المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ مصنف مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) [۲]

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۲۷۹ تا ۲۸۱ [۲] فن اسماء الرجال ص ۱۰۵

متروک

۱- تمہید :- راوی میں طعن کا دوسرا سبب "جھوٹ کی تہمت" ہے، اس پر مشتمل حدیث "متروک" کہلاتی ہے

۲- تعریف :- وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو کذب بیانی (جھوٹ بولنے) کے ساتھ متہم ہو،

۳- اسباب اتہام :-

(الف) حدیث صرف ایک آدمی سے مروی ہو اور قرآن وحدیث سے مستنبط قواعد مشہورہ کے خلاف ہو،

(ب) عام گفتگو میں راوی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اور حدیث کے حق میں اس کی کذب بیانی ثابت ومنقول نہ ہو

* اور اگر عام گفتگو میں اس کی کذب بیانی معروف نہ ہو اور وہ اس کا عادی نہ ہو تو یہ حکم نہیں ہوگا۔

۴- مثال :- عمرو بن شمر جعفی کوفی شیعی کی روایت عن جابر عن ابی الطفیل عن علی وعمار قالا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور یوم عرفہ کو فجر کی نماز سے ہی تکبیر کہا کرتے تھے اور ایام تشریق کے آخری دن بوقت عصر بند کر دیتے تھے)

اس کے راوی "عمرو بن شمر" کے متعلق نسائی اور دار قطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ "یہ متروک الحدیث ہے"[۱] اس کی حدیث جھوٹ کی

---

[۱] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۸،

تہمت کی بنا پر نہیں قبول کی جائے گی)

۵۔ مرتبہ :۔ ذکر کیا جا چکا ہے کہ "موضوع" کے بعد ہے [۱]

۶۔ حکم :۔ ایسی حدیث قبول نہیں کی جائے گی الّا یہ کہ ایسا راوی اپنی اس حرکت سے توبہ کرے تو اس کی جو روایات دفعہ (الف) کے تحت نہ آتی ہوں وہ مقبول ہوں گی [۲]

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۴۵۔۴۶ تدریب ۱/ص ۲۹۵ [۲] مقدمہ عبدالحق دہلوی
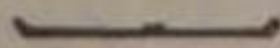
منکر

۱۔ **تمہید** :۔

معنی لغوی :۔ منکر بمعنی انکار کیا ہوا جس کا انکار کیا جائے، برا قرار دیا جائے اور اصطلاحی طور پر اس کی دو تعریفات معروف ہیں (الف) اس مبحث اور اسباب طعن کے مناسب، (ب) اس سے الگ، جس کی تفصیلات آئندہ ساتویں سبب "مخالفت ثقات" کے تحت آئیں گی انشاء اللہ۔ "الف" جس کی تفصیلات یہاں ذکر کی جا رہی ہیں وہ ہے جو تین اسباب یا کثرت اغلاط وشدت غفلہ اور فسق ہو کہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں اسباب ہیں) میں سے کسی ایک پر مبنی ہو،

۲۔ **تعریف** :۔ وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو اغلاط کی زیادتی، یا غفلت کی شدت یا فسق کے ساتھ متصف ہو۔

۳۔ **مثال** :۔ نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے جو ابو زکیر یحیٰی بن محمد بن قیس سے بواسطہ ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ مرفوعاً، مروی ہے کہ "کچی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو اس لیے کہ جب کوئی انسان اس طرح کھاتا ہے تو شیطان کو غصہ آتا ہے"

نسائی کا بیان ہے کہ یہ حدیث "منکر" ہے اس لیے کہ یہ صرف "ابو زکیر" سے مروی ہے جو اگرچہ صالح شخص ہیں امام مسلم نے متابعات میں انکی روایات لی ہیں مگر اس درجہ کے نہیں ہیں کہ ان کا تفرد (تنہا کسی چیز کو روایت کرنا) قابل قبول ہو بلکہ بعض ائمہ نے ان کو ضعیف اور غیر لائق احتجاج قرار دیا ہے[۱]

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۴۵، تدریب ج ۱ ص ۲۳۹ - ۲۴۰

۴- تنبیہ :- "منکر" کی مذکورہ تعریف ابن حجر نے متنِ نخبہ میں ذکر کی ہے اگرچہ شرح میں اس کی نسبت دوسروں کی طرف کی ہے اور خود وہ تعریف پسند کی ہے جو ساتویں سبب کے تحت آرہی ہے، ابن صلاح نے "منکر" کی دو اقسام قرار دیتے ہوئے پہلی تو "شاذ" کو بتایا ہے جس کا تذکرہ آئندہ اوراق میں انشاء اللہ آئے گا۔ اور دوسری کی تعریف بایں الفاظ کی ہے "وہ غریب روایت جس کا راوی اعتماد و اعتبار میں اس درجہ کا نہ ہو کہ اس کا تفرد قابل قبول ہو" اس کا حاصل تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہے چنانچہ بطور مثال انہوں نے مذکورہ بالا روایت ہی ذکر کی ہے اور

"اسباب طعن" کے مناسب بھی یہی تعریف ہے جو اوپر ذکر کی گئی جن حضرات نے منکر کی دوسری تعریف ہی پسند کی ہے وہ اس قسم کو بھی "متروک" کا عنوان دیتے ہیں [۱]

۵- تنبیہ :- تعریف کے تحت یہ تصریح گذر چکی ہے کہ فاسق اور فاحش الغلط اور فاحش الغفلۃ تینوں کی روایات منکر کہلاتی ہیں، ان تینوں میں بھی باہم فرق مراتب ذکر کیا گیا ہے فاسق، فاحش الغلط، شدید الغفلۃ اس لئے معلل وغیرہ کا مرتبہ ان تینوں کے بعد ہے جیسا کہ تصریح کی گئی ہے [۲]

مُعَلَّل

۱- **تمہید** :- راوی پر طعن کا چھٹا سبب" وہم" ہے اس پر مشتمل حدیث کو" معلل" کہتے ہیں۔

۲- **تعریف** :- ۱- لغوی : . مشہور یہ ہے کہ یہ باب" افعال" سے آتا ہے" اور "معلل" کا لفظ باب" تفعیل" سے مفعول کا صیغہ ہے۔" افعال" سے "مُعَلّ" ہونا چاہیئے۔ اور محدثین کے یہاں مستعمل بھی لفظ "معلل" ہی ہے بمعنی" علت سے متصف قرار دیا ہوا" بعض محدثین اس کے لیے "معلول" کی تعبیر بھی اختیار کرتے ہیں جو از روئے زبان غلط ہے۔

ب۔ اصطلاحی :- وہ حدیث جو بظاہر بے عیب ہو مگر اس کے اندر کسی ایسے عیب کا علم ہو جو اس کی صحت کو مجروح قرار دے۔

(ایسے عیب کو محدثین اصطلاحی طور پر" علت" کہا کرتے ہیں۔)

۳- **تعریف علت مذکور در تعریف** (الف) محدثین" عیب و علت" ان امور کو کہتے ہیں جو نہایت پوشیدہ ہوں اور حدیث کی صحت پر اثر انداز ہوں، یعنی کسی امر کے محدثین کے نزدیک ایسا عیب قرار پانے کے لیے جس کا اعتبار" حدیث معلل" میں ہوتا ہے دو شرطیں ہیں، اور دونوں کا تحقق ضروری ہے، کوئی ایک کافی نہیں،

(۱) غموض و خفا، یعنی حد درجہ پوشیدگی اور عدم ظہور

(۲) صحت حدیث پر اثر انداز ہونا

(ب) کبھی کبھی لفظ" علت" کا اطلاق ایسے مواقع یعنی ایسے امور پر بھی ہوتا ہے جو حدیث کو کسی درجہ میں بھی مجروح کرتے ہیں اگرچہ ان کے اندر دونوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، یعنی وہ امر جو مخفی و پوشیدہ نہ ہو،

یا یہ کہ صحت پر اثر انداز نہ ہو، اس کو بھی "عیب و علت" کہہ دیا کرتے ہیں،

(۱) غیر مخفی کی مثال:۔ راوی کے کذب، یا غفلت، یا سو، حفظ (خرابی یادداشت) وغیرہ کو "علت" کہا حتیٰ کہ ترمذی نے "نسخ" کو بھی "علت" کہدیا ہے جب کہ یہ امور پوشیدہ نہیں ہوتے البتہ صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں

(۲) غیر موثر بر صحت کی مثال (ایسی مخالفت کو علت قرار دینا جو صحت پر اثر انداز نہ ہو، جیسے جس حدیث کو کسی ثقہ نے متصلاً وموصولاً روایت کیا ہو اسے "مرسلاً" نقل کرنا، کہ "ارسال" کوئی ظاہر و واضح امر نہیں ہوتا مگر صحت پر بھی اثر انداز نہیں ہوتا،

بعض محدثین کا قول ذیل اسی پر مبنی ہے، کہ "بعض احادیث صحیحہ بھی معلل ہوتی ہیں")

۴۔ مواقع علت:۔ علت سند میں بھی پائی جاتی ہے اور متن میں بھی

(الف) علت در سند:۔

(۱) اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ علت سند میں واقع ہوتی ہے جیسے وقف اور ارسال وغیرہ،

(۲) ایسا اسی سند میں ہوتا ہے جس میں بظاہر صحت کی تمام شرطیں موجود ہوں اس لیے کہ جس حدیث کا "ضعف" کھلا ہوا ہے اور اس درجہ کا ہے کہ اس پر عمل کی اجازت نہیں تو اس کی بابت ان "عیوب و علل" کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہوتی،

(۳) علت در سند۔ کا اثر (الف) کبھی سند کے ساتھ متن پر بھی پڑتا ہے جیسے کہ کوئی حدیث جو "موصولاً" مروی ہو بعد تحقیق "مرسل" قرار پائے تو سند کے ساتھ متن بھی غیر مقبول قرار پاتا ہے۔ اور

(ب) کبھی صرف سند کی حد تک معتبر ہوتا ہے "متن" بے داغ یعنی صحیح و معتبر قرار پاتا ہے مثلاً

یعلیٰ بن عبید کی حدیث ہے جو سفیان ثوری سے بواسطہ عمرو بن دینار، من ابن عمر، مرفوعاً مروی ہے۔ "اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ" — اس میں یعلی کو سفیان کے شیخ کے حق میں وہم ہو گیا اور انہوں نے "عبداللہ بن دینار" کی جگہ "عمرو بن دینار" کا نام لیا ہے۔ اور دونوں ثقہ ہیں اس لیے اگرچہ سند اس غلطی کی وجہ سے مجروح ہے لیکن متن مقبول و معتبر ہے اس لیے کہ اصل ثقہ کی جگہ دوسرے ثقہ کا ہی نام لیا گیا ہے۔

(ب) علت در متن :-

(۱) ایسا کمتر ہوتا ہے کہ علت متن میں واقع ہو

(۲) جیسے نماز میں جہراً بسم اللہ پڑھنے کی روایت جو مسلم اور موطا میں مروی ہے یہ حدیث متعدد وجوہ سے معلل ہے جن کو سیوطی نے مستقل ایک مجلس میں لکھایا ہے اور تدریب میں ان کا خلاصہ ذکر کیا ہے

۵۔ اقسام و صور :- معلل کی اقسام دو ہیں جیسا کہ "مواقع علت" کے بیان سے ظاہر ہے،

(الف) معلل در سند (ب) معلل در متن،

البتہ صورتیں اس کی بقول حاکم دس سے بھی زائد ہیں

۶۔ علت کو جاننے کے ذرائع "علت" کا علم حاصل کرنے میں مختلف امور معاون و مددگار ہوتے ہیں، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(الف) راوی کا تفرد یعنی تنہا ہی کسی روایت کو نقل کرنا

(ب) کسی دوسرے راوی کا اس راوی کے خلاف روایت کرنا

(ج) ان دونوں کے ساتھ مزید کچھ قرائن

اس فن کے واقف و ماہر کو مذکورہ بالا امور کے ذریعہ ان اوہام کا علم ہو جاتا ہے جو کسی راوی کو کسی حدیث میں درپیش ہوتے ہیں جبکہ تحقیق سے اس

کے خلاف صورتحال سامنے آتی ہے، مثلاً جس حدیث کو موصولاً روایت کر دیا گیا ہے اس کا مرسل ہونا جس کو مرفوعاً روایت کیا گیا ہے اس کا موقوف ہونا وغیرہ،

اگر تحقیق سے راوی کی اس غلطی کا گمان غالب حاصل ہو جاتا ہے تو حدیث کی عدم صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر گمان غالب نہ ہو بلکہ تردد ہو تو توقف کیا جاتا ہے،

۷۔ **معلل کو جاننے کا ذریعہ**:۔ یہ ہے کہ حدیث کے سارے طرق یعنی جتنی اسناد و الفاظ سے مروی ہے سب کو جمع کیا جائے اور پھر ان میں رواۃ کا جو باہم اختلاف ہے اس پر غور کیا جائے، رواۃ کے ضبط و حفظ کا موازنہ و مقابلہ کیا جائے اور اس کے بعد حسب تحقیق کوئی فیصلہ کیا جائے،

۸۔ **عظمت و جلالت فن**:۔ مذکورہ بالا تفصیلات سے ظاہر ہے کہ یہ فن بھی نہایت عظیم الشان ہے نہ صرف یہ بلکہ دقیق فن ہے کہ اس کے جزئیات کی واقفیت بڑی گہرائی و تحقیق کی طالب ہوتی ہے اس لیے کہ اس کی بنیاد ان اسباب و علل پر ہے جو ظاہر و واضح ہونے کے بجائے نہایت مخفی و پوشیدہ ہوتے ہیں جن کو علم حدیث کے اعلیٰ درجہ کے باکمال و محققینِ فن ہی سمجھ پاتے ہیں، اور انہیں کو فن پر عبور ہوتا ہے جو قوی یادداشت کے مالک اور اس میدان کے چپہ چپہ سے واقف ہوں، یہی وجہ ہے کہ ائمہ فن میں بھی محض چند حضرات نے ہی اس موضوع پر کام و کلام کیا ہے جیسے ابن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابوحاتم، دارقطنی۔

۹۔ **مشہور و اہم مصنفات**:۔ اس فن کی اہم کتب حسب ذیل ہیں (الف) کتاب العلل، ابن مدینی م ۲۳۴ھ (ب) علل الحدیث، ابن ابی حاتم م ۳۲۷ھ (ج) العلل و معرفۃ الرجال، امام احمد م ۲۴۱ھ (د) العلل الکبیر و العلل الصغیر ترمذی م ۲۷۰ھ (ھ) العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ دارقطنی م ۳۸۵ھ، فن کی سب سے جامع اور وسیع کتاب یہی ہے (و) کتاب العلل خلال م ۳۱۱ھ[1]

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۵۱ تا ۲۶۲

مخالفت ثقات

راوی پر طعن کا ساتواں سبب ثقات یعنی معتمد و معتبر راویان حدیث کی مخالفت ہے جس کی مختلف صورتیں اور بنیادیں ہوتی ہیں جن کے پیش نظر اس کے تحت سات اقسام نکلتی ہیں جن میں سے ہر ایک کو مستقل ایک علم کی حیثیت دی جاتی ہے۔

(الف) مُدْرَج (ب) مَقْلُوب، (ج) اَلْمَزِیْد فِی مُتَّصِلِ الْاَسَانِید، (د) مُضْطَرِب (ہ) مُصَحَّف و مُحَرَّف، (و) شاذ (ز) مُنْکَر

آخری دو یعنی "شاذ و منکر" کے مقابلہ میں بھی ایک ایک قسم ہے جو مقبول احادیث" کے قبیل سے ہیں مگر مقابلہ میں ہونے کی وجہ سے ان کا تذکرہ "شاذ" اور منکر" کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ان کے متعلق تفصیلات آگے آرہی ہیں اجمالاً یوں سمجھ لیں کہ

(الف) اگر مخالفت کی صورت یہ ہو کہ اسناد میں کچھ تبدیلی کر دی گئی ہو یا ان میں کسی طرح کا کوئی اضافہ ہو گیا ہو تو حدیث کو "مُدرج" کہیں گے

(ب) اگر مخالفت کی صورت تقدیم و تاخیر ہو تو "مقلوب" کہیں گے

(ج) اگر مخالفت کی صورت دوسری معتبر اسناد کے مقابلہ میں کسی راوی کا اضافہ ہو تو اَلْمَزِیْدُ فِی مُتَّصِلِ الْاَسَانِید، کہیں گے

(د) اگر مخالفت کی صورت یہ ہو کہ ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی مذکور ہو یا متن میں ایسا اختلاف ہو کہ تعارض و ٹکراؤ ہو رہا ہو اور کوئی وجہ ترجیح موجود نہ ہو تو "مضطرب" کہیں گے

(ہ) اگر مخالفت کی صورت یہ ہو کہ حروف میں تبدیلی کر دی گئی ہو، تو "مصحف" و "محرف" کہیں گے۔

(و) اگر مخالفت کی صورت یہ ہو کہ کوئی ثقہ راوی اپنے سے بڑھ کر ثقہ و معتمد کے خلاف روایت کرے تو مخالفت کرنے والے کی روایت "شاذ" اور ثقاہت میں فائق کی روایت کو "محفوظ" کہیں گے۔

(ز) اگر مخالفت کی صورت یہ ہو کہ کوئی ضعیف راوی، ثقہ کے خلاف روایت کرے تو "ضعیف" کی روایت کو "منکر" اور ثقہ کی روایت کو "معروف" کہیں گے [1]

---

[1] نزھۃ النظر ص ۴۶۔۴۴ و ۳۵

(الف)

مُدرَج

۱- **تعریف** :- ا- لغوی :- داخل کیا ہوا، شامل کردہ

ب- اصطلاحی :- وہ حدیث جس میں اس کے غیر کو داخل کر دیا جائے۔

* اس وصف کو "اِدْرَاج" کہتے ہیں

۲- **اقسام** :- دو ہیں (الف) مُدْرَجُ الْإِسناد ، (ب) مُدرجُ الْمَتْن

(الف) مدرج الاسناد

۱- تعریف :- وہ حدیث جس کی سند کا سیاق بدل دیا جائے

۲- اقسام یا صور :- متعدد ہیں، جن کا حاصل دو دفعات میں یوں سمجھ لیں،

(الف) ایک حدیث کو چند حضرات کے واسطے سے سند میں اختلاف کیساتھ حاصل کیا جائے۔ مگر کوئی راوی اس اختلاف کو ختم کر کے یکساں سند کے ساتھ روایت کر دے،

مثلاً ترمذی کی حدیث ہے عن بندار عن ابن مہدی عن سفیان الثوری عن واصل و منصوؒر والأعمش عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبد اللہ الحدیث، اس حدیث میں سفیان ثوری کے تین شیوخ مذکور ہیں جن کا سند کے اگلے حصہ میں یہ اختلاف ہے کہ ان میں سے "واصل" نے "ابو وائل" اور "عبداللہ" کے درمیان "عمرو بن شرحبیل" کا واسطہ نہیں بیان کیا ہے، باقی دو نے اس واسطہ کا ذکر کیا ہے مگر روایت کرنیوالوں نے تینوں سے بالاتفاق "عمرو" کا واسطہ ہونا نقل کیا ہے

ے ابن حجر نے تین اقسام اور چار صورتیں ذکر کی ہیں، سیوطی نے تین اقسام ذکر کی ہیں جن میں سے دو کو نووی نے بیان کیا ہے اور ایک کو ابن صلاح نے ۱۲ نزھۃ النظر ص ۴۶، تدریب ج ۱ ص ۲۷۰ تا ۲۷۳

(ب) دو الگ الگ احادیث کو دو اسناد یا دو شیوخ سے، اسی طرح کسی حدیث کا کچھ حصہ ایک سند یا شیخ سے اور باقیماندہ حصہ دوسری سند یا شیخ کے واسطے سے حاصل کیا جائے اور دونوں احادیث یا پورے مجموعہ کی نقل ایک ہی سند یا ایک شیخ کے واسطے سے کی جائے،

مثلاً موطا، مالک کی حدیث ہے جسے سعید بن ابی مریم نے امام مالک کے واسطے سے یوں نقل کیا ہے عن الزهری، عن انس، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم" قال لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تنافسوا" (آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش نہ کرو۔)

اس میں "لا تنافسوا" کے الفاظ مذکورہ سند سے منقول نہیں بلکہ یہ الفاظ موطا کی ہی دوسری حدیث کے ہیں جسے امام مالک نے بایں سند روایت کیا ہے، عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم الحدیث مگر راوی (سعید بن ابی مریم) نے سب کو پہلی سند سے ذکر کر دیا۔

(ب) مدرج المتن :-

۱- تعریف :- وہ حدیث جس کے متن میں غیر متن کو داخل کر دیا جائے (جو کبھی صحابی کا قول ہوتا ہے اور کبھی بعد کے رواۃ میں سے کسی کا۔)

۲- اقسام وصور :- تین ہیں (الف) ادراج آغاز حدیث میں ہو، (ب) درمیان میں ہو۔ (ج) آخر میں ہو۔ زیادہ تر آخر میں ہوتا ہے اور آغاز میں کم ہوتا ہے اور درمیان میں بہت کم،

(الف) راوی اپنے کسی قول پر حدیث سے استدلال کرنا چاہتا ہے تو اس قول کو ذکر کرکے پھر حدیث کو نقل کرتا ہے، سننے والا پورے مجموعہ کو حدیث سمجھکر اسی حیثیت سے روایت کرتا ہے، جیسے خطیب نے روایت نقل کی ہے ابو

قطن وشبابہ سے بواسطہ شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ ، وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (وضو پورا پورا کیا کرو۔ ایڑیوں کے لیے جہنم کی تباہی و بربادی ہے۔)

اس میں "اَسْبِغُوا الوضوء" کا ٹکڑا مدرج ہے جو کہ آغاز حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے اس لیے کہ امام بخاری نے بواسطہ آدم شعبہ سے اسی سند سے حدیث کو یوں نقل کیا ہے۔" اَسْبِغُوا الوضوء قال ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ویل للاعقاب من النار"

خطیب کا بیان ہے کہ ابوقطن وشبابہ، کو وہم ہو گیا کہ انہوں نے اس ٹکڑے کو بھی بطور حدیث نقل کر دیا حالانکہ آدم کے علاوہ دوسروں نے بھی شعبہ سے آدم کے الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔

(ب) حضرت عائشہ کی حدیث جو آغاز وحی کے بیان میں بہت مشہور ہے کَانَ النَّبِیُّ صلے اللہ علیہ وسلم یَتَحَنَّثُ فِی غارِ حراء وھو التعبد اللَّیَالِیَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی کئی راتیں عبادت فرمایا کرتے تھے۔) اس میں " وھو التعبد" درمیان حدیث میں مدرج ہے جو کہ امام زہری کا قول ہے جس سے، لفظ "تحنث" کی تشریح مقصود ہے۔

(ج) حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع ہے "عبد مملوک (غلام مملوک) کو دو اجر ملتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اللہ کے راستے میں جہاد اور حج اور والدہ کی خدمت کا معاملہ نہ ہوتا تو میرا جی یہی چاہتا تھا کہ غلامی کی حالت میں مروں"

اس میں "اس ذات کی قسم" سے آخر تک کا مضمون مدرج ہے جو حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلامی کی تمنا نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی آپ کی والدہ حیات تھیں۔

۳- دواعی ادراج :- متعدد ہیں چند مشہور حسب ذیل ہیں۔

(الف) کسی حکم شرعی کا بیان جیسا کہ مثال (الف) میں ہے

(ب) حدیث میں آنے والے کسی اجنبی وناموس لفظ کی تشریح جیسا کہ مثال (ب) میں ہے

(ج) کسی حدیث پر کسی مفید مضمون کی تفریع جیسے کہ مثال (ج) میں ہے ؎

۴- ذرائع علم [1] :- "ادراج" کا علم متعدد امور سے ہوتا ہے

(الف) کسی دوسری روایت میں مدرج حصے کا ممتاز ہو کر آنا

(ب) کسی واقف کار امام فن کی تصریح

(ج) خود راوی کا اقرار

(د) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہونے کا عدم امکان واستحالہ (محال ہونا) جیسا کہ مثال (ج) میں ہے۔

۵- حکم :- تمام محدثین وفقہاء کا اتفاق ہے کہ صحابہ کے بعد کسی کیلئے ادراج حرام ہے البتہ اگر کسی نامانوس لفظ کی شرح کے طور پر ہو تو اجازت ہے اسی لیے محتاط ومحققین علماء فن سے اس طرح کا ادراج منقول ہے۔

۶- مشہور مصنفات :-

(الف) "اَلْفَصْلُ لِلْوَصْلِ الْمُدْرَجِ فِي النَّقْلِ" مصنف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ

(ب) "تَقْرِيبُ الْمَنْهَجِ بِتَرْتِيبِ الْمُدْرَجِ" مصنف ابن حجر م ۸۵۲ھ یہ خطیب کی کتاب کی تلخیص اور اس پر اضافہ ہے [1]

؎ اس کی تصریح نہیں مل سکی۔ [1] تدریب ج ۱ ص ۲۶۸ تا ۲۷۴، نزھۃ ص ۴۶۔

(ب)

مَقلوبُ

۱۔ تعریف ا۔ لغوی :۔ مقلوب بمعنی پلٹا ہوا

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث جس کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کے ذریعہ ردّو بدل کر دیا جائے۔

* اس وصف کو "قلب" کہتے ہیں

۲۔ اقسام :۔ بنیادی اقسام دو ہیں (الف) مَقلُوبُ السَّنَد (ب) مَقلُوبُ المَتَن

(الف) مَقلُوبُ السَّنَد

ا۔ تعریف :۔ وہ حدیث جس کی سند میں تقدیم و تاخیر کے ذریعہ ردّو بدل کیا جائے۔

۲۔ صور و اقسام :۔ دو ہیں

(الف) کسی راوی اور اس کے والد کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دی جائے

جیسے "کعبُ بن مُرّہ" کو "مُرّہ بن کعب" کر دینا

(ب) کسی حدیث کے مشہور راوی کی جگہ دوسرے کا نام لینا

جیسے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے منقول کسی مشہور حدیث کو "حضرت نافع" سے نقل کرنا۔

(ب) مقلوب المتن

ا۔ تعریف :۔ وہ حدیث جس کے متن میں تقدیم و تاخیر کے ذریعہ ردّو بدل کر دیا جائے۔

۲۔ صور و اقسام :۔ اس کی بھی دو ہیں

(الف) متن حدیث کے کسی حصہ کو مقدم و مؤخر کر دیا جائے۔

جیسے امام مسلم کی نقل کردہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے ان سات حضرات کی بابت جن کو حشر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی سایہ میں رکھا جائے گا جبکہ کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں ایک کے متعلق فرمایا گیا ہے ــــ
"رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمُ يَمِيْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ" ــــ اس میں کسی راوی کے ذریعہ آخری ٹکڑے میں قلب ہو گیا ہے صحیح یوں ہے " حتی لا تعلم شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ" [1]
(ان سات افراد میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جو اتنا چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو دائیں کے خرچ کی خبر نہ لگے ــــ)
(ب) دو یا چند احادیث میں سے ہر ایک کی سند کو دوسری حدیث کیساتھ جوڑ دیا جائے جیسے اہل بغداد نے امام بخاری کی بغداد میں تشریف آوری کے موقع پر ان کے امتحان کیلئے کیا تھا کہ سو احادیث ان کے سامنے اسی صورت میں پیش کی تھیں، امام بخاری نے سب کے سامنے آجانے پر ان کو اصل صورت میں کسی میں ادنیٰ سی غلطی کے بغیر بیان فرمایا تھا [2]

۳۔ **اسباب** :۔ جو قلب کا باعث بنا کرتے ہیں متعدد ہیں
(الف) قصدِ اغراب یعنی دوسروں پر اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے کی غرض سے تاکہ لوگ اس کی روایت کے حصول و نقل کی رغبت کریں
(ب) امتحان کسی راوی و محدث کی قوت حفظ اور کمال ضبط کا امتحان و اطمینان۔
(ج) خطاء و غلطی

۴۔ **حکم** :۔ قلب کا حکم اسباب قلب پر مبنی ہے

---

[1] مسلم فی الزکاۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ ج ۷، ص ۱۲۰، مع شرح نووی،

[2] تدریب ج ۱ ص ۲۹۱ تا ۲۹۴ تیسیر ص ۱۰۶ تا ۱۰۸

(الف) اگر قلب "اغراب" کی غرض سے ہو تو اس کے عدم جواز میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ اس صورت میں قصداً بغیر کسی معقول شرعی ضرورت واجازت کے حدیث کو بدل دیا جاتا ہے، یہ حرکت "وضاعین" (جھوٹی احادیث گڑھنے دبیان کرنے والے) کیا کرتے ہیں اور ایسی حدیث، احادیث موضوعہ کے قبیل سے شمار ہوگی

(ب) امتحان کی غرض سے جائز ہے بشرطیکہ اختتام مجلس سے پہلے اصل صورت کو بیان کر دیا جائے ورنہ سننے والے غلط صورت میں روایت کریں گے

(ج) خطا وسہو عذر ہے، اس کی بنا پر قلب کرنے والا معذور ہے، البتہ اگر بکثرت کسی سے ایسا ہو تو اس سے اس کا "ضبط" مجروح ہوگا اور وہ ضعیف قرار پائے گا اور روایت بھی ضعیف ومردود ہوگی،

۵ - **مرتبہ** :- مدرج کے بعد ہے، یعنی مدرج سے کمتر ہے،

۶ - **مشہور واہم کتب** :- اس فن کی اہم کتابوں میں سے

(الف) "رَافِعُ الارتیاب فِي المَقْلُوبِ مِنَ الأَسْمَاءِ وَالأَلْقَابِ" خطیب بغدادی م ۴۶۳ ھ کی ہے اور بظاہر "قلب سند" کے ساتھ خاص ہے[1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۹۱ تا ۲۹۴، تیسیر ص ۱۰۶ تا ۱۰۸،

اَلْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْدُ

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی :۔ "مزید" بمعنی زیادہ کیا ہوا، "متصل" بمعنی ملا ہوا، اور اسانید اسناد کی جمع ہے ،۔ پوری عبارت کا مفہوم "متصل اسانید میں جس کو زائد کیا جائے"۔

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث جس کی سند بظاہر متصل ہو، اس کی سند میں کسی راوی کا اضافہ کر دیا جائے،

۲۔ مثال :۔ ابن مبارک کی روایت ہے حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید حدثنی بسر بن عبید اللہ قال سمعت ابا ادریس قال سمعت واثلۃ یقول سمعت ابا مرثد یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا" (قبروں پر مت بیٹھا کرو اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرو۔") یہ روایت مسلم و ترمذی دونوں میں مذکور ہے اور دونوں میں سند کے اندر زیادتی کے ساتھ ہے[1]

۳۔ توضیح :۔ اس حدیث کی سند میں دو جگہ زیادتی ہے (الف) سفیان کی؛ (ب) ابوادریس کی، یہ زیادتی محض وہم کی وجہ سے ہے،

(الف) "سفیان" کی زیادتی، ابن مبارک سے نقل کرنے والوں کے وہم کی بنا پر ہے اس لیے کہ ثقہ رواۃ کی ایک تعداد نے ابن مبارک سے

---

[1] مسلم کتاب الجنائز ج ۷، ص ۳۸، ترمذی مع تحفہ ج ۲ ص ۱۶۳۔

براہ راست عبدالرحمٰن بن یزید سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور بعض نے "عن" کے بجائے صریح لفظ "اخبر" استعمال کیا ہے

(ب) "ابوادریس" کی زیادتی جو ابن مبارک کا وہم ہے، اس لیے کہ ان کے استاذ عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کرنے والوں میں سے ثقات کی ایک تعداد نے "ابوادریس" کا ذکر نہیں کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح کی ہے کہ "بسر" نے براہ راست واثلہ سے سنا ہے،

۴۔ **حکم** :- وہم کی بنا پر مردود ہوتی ہے بشرطیکہ

(الف) زیادتی نہ کرنے والا، زیادتی کرنے والوں سے اتقان و پختگی میں فائق ہو،

(ب) زیادتی کی جگہ میں دوسرے طریق میں راوی نے سماع کی تصریح کی ہو،

اگر دونوں یا کوئی ایک نہ پائی جائے تو زیادتی راجح و مقبول قرار پاتی ہے۔ اور جو سند اس زیادتی سے خالی ہو وہ "منقطع" قرار پاتی ہے لیکن اس کا انقطاع خفی ہوتا ہے اور اس کو "مرسل خفی" کہتے ہیں،

۵۔ **مشہور مصنفات** :- (الف) "تمییز المزید فی متصل الاسانید" مصنف خطیب بغدادی [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۰۳ تا ۲۰۴

مُضطَرِب

۱۔ تعریف :۔ ا۔ لغوی مُضطَرِب، اِضطَرَبَ المَوجُ سے ماخوذ ہے بمعنی موجوں کی کثرت اور تھپیڑوں کا چلنا

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث جو ایک درجہ کی قوت و مرتبہ رکھنے والی مختلف صورتوں کے ساتھ مروی ہو۔ اس کیفیت کو "اضطراب" سے تعبیر کرتے ہیں خواہ راوی ایک ہی ہو اور اختلاف دو یا تین مرتبہ روایت کرنے کی وجہ سے ہو یا راوی ایک سے زائد ہونے کی وجہ سے یہ اختلاف ہو،

۲۔ شروط تحقق اضطراب

(الف) اختلاف ایسا شدید ہو کہ ان کے درمیان تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو،

(ب) قوت و مرتبہ میں مساوات و برابری ایسی ہو کہ ایک کی دوسرے پر ترجیح ممکن نہ ہو،

اگر جمع کی کوئی مقبول و معتبر صورت ممکن ہو،

یا ترجیح کا کوئی باعث موجود ہو ــــ تو "اضطراب" برقرار نہیں رہے گا اور جمع کی صورت میں تمام روایات پر اور ترجیح کی صورت میں راجح روایت پر عمل کیا جائے گا،

۳۔ اقسام :۔ موقع اضطراب کے اعتبار سے، مضطرب کی دو اقسام ہیں

(الف) مُضطَرِبُ السَّنَد (ب) مُضطَرِبُ المَتَن

(الف) مضطرب السند

۱۔ تعریف :۔ وہ حدیث جس کی سند میں اضطراب ہو۔ اکثر یہی صورت پیش آتی ہے،

۲۔ مثال :۔ حضرت ابوبکر سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ اراک شبت قال شیبتنی ھود و اخواتھا[1] (اے اللہ کے رسول میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے، آپ نے فرمایا مجھے سورہ ھود اور اس کے جیسے مضامین پر مشتمل سورتوں نے بوڑھا کر دیا ۔۔۔۔۔)

دار قطنی کا قول ہے کہ یہ مضطرب السند ہے اس لیے کہ یہ صرف ابو اسحٰق کے طریق سے مروی ہے اور اس میں دس وجہوں سے اختلاف ہے، بعض نے مرسلاً روایت کیا ہے اور بعض نے موصولاً بعض نے مسانید ابی بکر میں اس کو شمار کیا ہے اور بعض نے مسانید سعد، یا مسانید عائشہ وغیرہ میں، اور تمام روات ثقات اور ہم پلہ و ہم درجہ ہیں اس لیے ترجیح ممکن نہیں اور جمع بھی دشوار ہے،

(ب) مضطرب المتن

۱۔ تعریف :۔ وہ حدیث جس کے متن میں اضطراب ہو

۲۔ مثال :۔ ترمذی کی روایت ہے عن شریک عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس رضی اللہ عنہا قالت سُئل رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکاۃ فقال ان فی المالِ حقاً سوی الزکاۃ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زکاۃ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی کچھ حق ہے)

ابن ماجہ نے اس کو اسی سند سے بایں الفاظ ذکر کیا ہے "لیس فی المالِ حقٌ سوی الزکاۃ" (مال میں زکاۃ کے علاوہ کوئی اور حق نہیں ہے)

ظاہر ہے کہ یہ اضطراب ہے اور ایسا کہ اس کی توجیہ ممکن نہیں،

۳۔ اہل اضطراب :۔ (الف) اضطراب کبھی ایک ہی راوی کی روایت میں

---

[1] ترمذی مع تحفہ ج ۹ ص ۱۸۴، کتاب التفسیر، سورۂ واقعہ،

ہوتا ہے جبکہ وہ متعدد مرتبہ اسے بیان کرے،

(ب) کبھی ایک سے زائد سے دو ہوں یا دو سے زائد،

۵- حکم و مرتبہ :- چونکہ اضطراب راوی کے ضبط کی کمزوری یا عدمِ ضبط کو بتاتا ہے اس لیے مضطرب روایت ضعیف و مردود شمار ہوتی ہے اور اس کا مرتبہ "مقلوب" کے بعد ہے،

۶- مشہور مصنفات :-

(الف) "اَلْمُقْتَرِب فِی بیانِ المُضْطَرِب" - مصنف حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۶۲ تا ۲۶۷ -

مُصَحَّفُ

۱۔ تعریف :۔ ا۔ لغوی :۔ مُصَحَّفُ ماخوذ ہے "تصحیف" سے بمعنی پڑھنے میں غلطی کرنا، اسی سے "صحفی" ماخوذ ہے بمعنی صحیفہ کے پڑھنے میں غلطی کرنیوالا

ب۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث جس کے کسی کلمہ کو ثقہ رواۃ کی روایت کے خلاف نقل کیا جائے خواہ یہ اختلاف لفظاً ہو یا معنیً،

* اس عمل کو "تصحیف" کہتے ہیں،

۲۔ تقسیمات :۔ اس میں تین تقسیمات جاری ہوتی ہیں (الف) باعتبار منشأ و باعث، (ب) باعتبار محل، (ج) باعتبار حقیقت لفظ یا معنی،

(الف) تقسیم اول

باعتبار منشا و باعث :۔ منشا و باعث کے اعتبار سے مصحف کی دو اقسام ہیں ۱۔ مصحف البصر، ۲۔ مصحف السَّمعُ،

۱۔ مُصحف البصر

(الف) تعریف :۔ وہ مصحف حدیث جس کی تصحیف کا باعث اشتباہ خط ہو خواہ خط کی خرابی کی وجہ سے یا نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ اکثر یہی صورت درپیش ہوتی ہے۔

(ب) مثال :۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ (الحدیث) ابو بکر صولی نے اس میں تصحیف کر کے یوں روایت کیا ہے "مَن صَامَ رمضان وَاَتْبَعَہٗ شَیْئًا من شوال"۔ لفظ "سِتًّا" کو "شیئًا" سمجھا ـــــ

۲۔ مُصَحَّفُ السَّمْعِ

(الف) تعریف:۔ وہ مصحف حدیث جس کی تصحیف کا باعث سننے میں اشتباہ ہو خواہ سماعت کی کمزوری کی وجہ سے، یا بیان کرنے والے سے دور رہ کر سننے کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے تو سننے والا صرفی وزن کے اتحاد کی بنا پر لفظ کو سمجھتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے،

(ب) مثال:۔ "عاصم الاحول" سے مروی حدیث جس میں لفظ "احول" کو بعض نے "احدب" سمجھ کر روایت کیا ہے۔ (اَحْوَل بمعنی بھینگا اور اَحْدَب بمعنی کبڑا)

(ب) تقسیم دوم باعتبار محل:۔ محل کے اعتبار سے مصحف کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ مُصَحَّف السند ۲۔ مصحف المتن

۱۔ مُصَحَّف السند:۔

(الف) تعریف:۔ وہ حدیث جس کی سند میں تصحیف واقع ہو

(ب) مثال: شعبہ کی حدیث میں "عوام بن مراجم" میں "مراجم" کو مصحف کر کے، ابن معین نے "مزاحم" کر دیا

۲۔ مصحف المتن

(الف) تعریف:۔ وہ حدیث جس کے متن میں تصحیف واقع ہو،

(ب) جیسے حضرت زید بن ثابتؓ کی ایک حدیث ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِحْتَجَرَ فی المسجدِ" جس میں لفظ "اِحْتَجَرَ" کو مصحف کر کے ابن لہیعہ نے "اِحْتَجَمَ" کر دیا۔ (احتجر بمعنی گود میں لینا، اور احتجم بمعنی پچھنا لگوانا)

(ج) تقسیم سوم باعتبار لفظ و معنی:۔ لفظ و معنی کے اعتبار سے بھی مُصَحَّف کی دو اقسام ہیں ۱۔ مصحف اللفظ، ۲۔ مصحف المعنی،

۱۔ مصحّف اللفظ

(الف) تعریف :۔ وہ حدیث جس کے لفظ میں تصحیف واقع ہو ۔ اکثر یہی صورت درپیش ہوتی ہے)

(ب) مثال :۔ گذشتہ تمام مثالیں اسی قبیل کی ہیں ۔

(ج) اقسام :۔ دو ہیں ۱۔ مصحف الشکل ۲۔ مصحف النُّقَط

۱۔ مصحف الشکل :۔

(الف) تعریف وہ حدیث جس کے خط کی صورت باقی رہے اور حرف کی حرکت بدل جائے ۔

(ب) مثال :۔ حضرت عرفجہؓ کی حدیث میں "یوم کُلاب" کو "یوم کِلاب" بتانا ۔

۲۔ مصحف النقط

(الف) تعریف :۔ وہ حدیث جس کے خط کی صورت باقی رہے اور نقطوں میں تبدیلی کر دی جائے ۔

(ب) مثال :۔ جیسے "مراجم" کو "مَراحم" کر دینا ،

(ج) ابن حجر نے اول کو "مُحرَّف" اور دوم کو "مصحف" کا عنوان دیا ہے اکثر حضرات کے یہاں فرق نہیں ہے ، وہ دونوں کو ہم معنی قرار دیتے ہیں[1]

۲ ۔ مصحف المعنی :۔

(الف) تعریف :۔ وہ حدیث جس کے معنی کو اصل معنی مراد سے پھیر دیا گیا ہو ،

(ب) مثال :۔ ابو موسیٰ عنزی کا بیان ہے کہ ۔ ہماری قوم کو بڑا شرف حاصل ہے اس لیے کہ ہمارا تعلق "قبیلہ عنزہ" سے ہے اور حضور صلی اللہ

---

[1] حاشیہ نزہۃ النظر از محمد غیاث الصباغ ص ۹۲

علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اپنے اس بیان سے وہ اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس میں منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "عنزہ" کو سامنے رکھکر نماز پڑھی، اور عنزہ کے معنی ہیں چھوٹا نیزہ، ابو موسیٰ نے سمجھا کہ اس سے "قوم عنزة" مراد ہے،

حاکم نے اس حدیث و مثال کے تحت ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی نے لفظ عنزہ کو "بکری" کے معنی میں سمجھ کر، اس کا ہم معنی دوسرا لفظ روایت میں ذکر کیا۔

۳ - **حکم** :- (الف) اگر کسی راوی سے اتفاقاً یہ عمل سرزد ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس کا ضبط متاثر نہیں ہوتا اس لئے کہ تھوڑی بہت غلطی سے تو شاذ و نادر ہی کوئی بچتا ہے۔

(ب) اگر بکثرت ہو تو عیب شمار ہوتا ہے اس سے راوی کا ضبط مجروح ہوتا ہے اور فنی مرتبہ و حیثیت کمزور ہوتی ہے،

۴ - **کثرت تصحیف کا ایک اہم سبب** اکثر تصحیف کا باعث یہ ہوتا ہے کہ راوی حدیث کو اساتذہ و شیوخ کے بجائے، کتب و صحائف سے حاصل کرتا ہے، جس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ ائمہ نے اس طور پر حدیث کی تحصیل کو منع کیا ہے۔

۵ - **اہمیت فن** :- یہ بھی ایک جلیل القدر اور دقیق فن ہے، اس لئے کہ اس کے ذریعہ جو غلطیاں سامنے آتی ہیں وہ نہایت باریک ہوتی ہیں، اسی لیے اس کا بیڑا باکمال حفاظ حدیث اٹھایا کرتے ہیں جیسے دار قطنی،

۶ - **مشہور مصنفات** :-

(الف) "التَّصْحِيفُ" مصنف دار قطنی م ۳۸۵ھ۔ اس میں انہوں نے بے شمار تصحیفات حتیٰ کہ قرآن میں واقع تصحیفات کو بھی جمع کیا ہے۔

(ب) "اصلاح خَطَاءِ المحدثین" مصنف خطابی م ۳۸۸ھ

(ج) "تصحیفاتُ المحدثین" مصنف حسن بن عبد اللہ ابو احمد عسکری م ۳۸۲ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۱۹۳ تا ۱۹۵ نزہۃ النظر ص ۴۷

شاذ و محفوظ

۱- **تعریف شاذ**:- ۱- لغوی شاذ بمعنی سب سے الگ تھلگ

ب- **اصطلاحی**:- وہ حدیث جسے کوئی مقبول راوی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو مرتبہ میں اس سے فائق ہو[1]

✳ اور ایسی مخالفت "شذوذ" کہلاتی ہے،

۲- **توضیح تعریف**:- مقبول سے عادل شخص مراد ہے خواہ اس کا ضبط اعلیٰ درجہ کا ہو یا کم درجہ کا،- اور

"اس سے فائق" سے مراد وہ ہے جو اس پر راجح ہو خواہ اس وجہ سے کہ وہ ضبط میں اس سے بڑھا ہوا ہو، یا کسی دوسری ایسی چیز کی وجہ سے جس کو شریعت وجہ ترجیح مانتی اور قرار دیتی ہو جیسے کثرت تعداد،

۳- **تعریف محفوظ**:- وہ حدیث جسے کوئی اوثق (دوسروں سے ثقاہت میں فائق) راوی کسی ثقہ کے خلاف روایت کرے

۴- **مواقع شذوذیا اقسام شاذ** حدیث کے جس حصہ میں شذوذ یعنی ایسی مخالفت واقع ہوتی ہے اس کے اعتبار سے شاذ کی دو اقسام ہیں (الف)، شَاذُّ السَّنَدِ (ب) شَاذُّ المَتْنِ،

(الف) **شاذ السند**:- ۱- تعریف:- وہ حدیث جس کی سند میں شذوذ ہو

۲- مثال:- ترمذی، ونسائی، و ابن ماجہ کی روایت جو بطریق ابن عیینہ یوں مروی ہے عن عمرو بن دینار عن عوسجة عن ابن عباس اَنَّ رَجُلاً تُوُفِّيَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا مَوْلًى هُوَ اَعْتَقَهٗ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] یہ ابن حجر کی ذکر کردہ و پسند کردہ تعریف ہے، اس کے علاوہ متعدد تعریفات کی گئی ہیں" نزھۃ النظر ص ۳۵

عہد میں ایک آدمی کی وفات ہوئی اور اس نے بجز آقا کے جس نے اس کو آزاد کیا تھا کوئی وارث نہیں چھوڑا)،

ابن عیینہ کی طرح ابن جریج وغیرہ نے بھی اسے موصولاً روایت کیا ہے لیکن حماد بن زید نے اسے مرسلاً یعنی حضرت ابن عباس کو واسطہ بنائے بغیر روایت کیا ہے اور حماد بن زید معتمد عادل وضابط راوی ہیں لیکن چونکہ ان کے مقابلے میں متعدد ثقہ رواۃ نے حضرت ابن عباس کا ذکر کیا ہے اس لیے ابو حاتم نے ابن عیینہ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ ابن عیینہ کی روایت "محفوظ" اور حماد بن زید کی "شاذ" ہے۔

(ب) شاذ المتن ۱۔ تعریف:۔ وہ حدیث جس کے متن میں شذوذ ہو

۲۔ مثال:۔ ابوداؤد وترمذی کی نقل کردہ عبدالواحد بن زیاد کی روایت عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً۔ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْفَجْرَ فَلْيَضْطَجِعْ عَنْ يَمِينِهِ (جب تم میں سے کوئی فجر کی نماز پڑھ لیا کرے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جایا کرے)

بیہقی کا بیان ہے عبدالواحد نے اس روایت میں ایک تعداد رواۃ کی مخالفت کی ہے، اس لیے کہ دوسرے حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے طور پر اس کو روایت کیا ہے اور عبدالواحد جو کہ اعمش کے ثقہ اصحاب میں سے تھے انہوں نے تنہا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتایا ہے،

عبدالواحد کی روایت "شاذ" اور دوسروں کی "محفوظ" ہے،

۵۔ حکم:۔ "شاذ" مردود ہے اور "محفوظ" مقبول اور درجہ قبولیت میں رواۃ کے احوال کے مطابق ہوگی [۱]

---

[۱] تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۴ تا ۲۳۵

منکر و معروف

۱۔ **تعریف منکر**:۔ وہ حدیث جسے کوئی ضعیف راوی معتمد راویوں کی حدیث کے خلاف روایت کرے،

۲۔ **منکر و شاذ کے درمیان فرق** منکر کی مذکورہ اور شاذ کی گذشتہ ورق میں ذکر کردہ تعریفات سے دونوں کا فرق ظاہر ہے، ابن حجر نے، منکر و شاذ کی ذکر کردہ تعریفات کو پسند کرتے ہوئے دونوں کے درمیان فرق کو یوں واضح کیا ہے، کہ منکر و شاذ دونوں میں اختلاف ہوتا ہے، مگر یہ کہ شاذ کا راوی مقبول ہوتا ہے اور اعلیٰ درجہ کے مقبولین کے خلاف روایت کرتا ہے، اور منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے جو مقبول کے خلاف روایت کرتا ہے ابن صلاح دونوں میں فرق کے قائل نہیں ہیں اور منکر کی دو اقسام بتاتے ہوئے پہلی انہوں نے "شاذ" کو قرار دیا ہے اور دوسری اس "منکر" کو جس کا ذکر "متروک" کے بعد گذرا ہے۔ ۱؎

۳۔ **تعریف معروف**:۔ ۱۔ لغوی:۔ معروف بمعنی مشہور، جانا پہچانا

ب۔ اصطلاحی:۔ وہ حدیث جو کسی ثقہ سے کسی ضعیف کی روایت کے خلاف مروی ہو،

۴۔ **مثال**:۔ ابن ابی حاتم کی روایت، جو حُبَیِّب بن حَبیب کے طریق سے بواسطہ ابو اسحٰق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال " مَنْ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ

۱؎ نزهة النظر ص ۳۵، ۳۶، تدریب ۱ ص ۲۴۰۔ ۲۴۱، علوم الحدیث ص ۲،

وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ" (جو آدمی نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے بیت اللہ کا حج کرے، روزہ رکھے اور مہمان نوازی کرے جنت میں داخل ہوگا۔)

ابو حاتم کا قول ہے، کہ یہ حدیث منکر ہے اس لیے کہ معتمد رواۃ نے اس کو ابو اسحٰق سے موقوفاً روایت کیا ہے یعنی حضرت ابن عباس سے ہی نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں، مذکورہ روایت "منکر" ہے اور دوسرے ثقات کی نقل کردہ "معروف" ہے

۵- **حکم** :- "منکر" مردود اور "معروف" مقبول ہے، لیکن "معروف" کا ذکر اس کے ساتھ "منکر" کا مقابل ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

۶- **مرتبہ** :- "مخالفت ثقات" کے تحت "منکر" مرتبہ میں "مخالفت ثقات" کی اقسام کے ساتھ شمار ہوتی ہے [1]

---

[1] نزھۃ النظر ص ۳۵-۳۶، تدریب ج ۱ ص ۲۴۰-۲۴۱

زیادتی ثقات

والے

گذشتہ پانچ اقسام

المزید فی متصل الاسانید، شاذ، محفوظ، منکر، معروف

۱۔ تعریف یا مراد و مفہوم ۔ ۱:۔ زیادتی ثقات سے مراد ثقہ رواۃ کی احادیث میں منقول وہ زائد کلمات ہیں (خواہ نام ہوں یا غیر نام) جو دوسروں سے منقول نہوں۔

۲۔ توضیح :۔ "زیادتی ثقات" دراصل "مخالفت ثقات" کا ایک پہلو ہے اور گذشتہ اوراق میں ذکر کردہ اقسام دراصل اسی اصل کے جزئیات ہیں جیساکہ مذکورہ تفصیلات سے ظاہر ہے۔
لیکن چونکہ ان کے مستقل عناوین ہیں اس لیے ان کو امتیاز حاصل ہے، محدثین، "زیادتی ثقات" کو مستقل ایک علم وفن قرار دیکر اس سے بحث کرتے ہیں،

۳۔ محل وقوع یا اقسام :۔ یہ زیادتی "متن" میں بھی ہوتی ہے اور سند میں بھی
(الف) متن میں کسی کلمہ یا جملہ کی زیادتی ہوتی ہے،
(ب) سند میں راوی کا اضافہ ہوتا ہے تو موقوف "مرفوع" اور مرسل "موصول" ہو جاتی ہے،

(الف) متن میں زیادتی :۔ کی تین اقسام یا صورتیں ہیں، ۱۔ زیادتی منافی
۲۔ زیادتی غیر منافی ۳۔ زیادتی منافی از بعض وجوہ،

۱۔ زیادتی منافی (الف) (تعریف) ایسی زیادتی جو کہ دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت

کے منافی و معارض ہو،

(ب) مثال :- حدیث "یَوْمُ عَرَفَةَ وَیَوْمُ النَّحْرِ وَاَیَّامُ التَّشْرِیْقِ عِیْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَهِیَ اَیَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ" (یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) یوم نحر (دس ذی الحجہ) ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) ہم اہل اسلام کیلئے عید کے ایام ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں) جو ترمذی و ابوداود وغیرہ میں منقول ہے اس میں "یوم عرفہ" کی زیادتی صرف موسیٰ بن علی بن رباح نے اپنے والد کے واسطے سے حضرت عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے باقی تمام طرق میں یہ منقول نہیں،

(ج) حکم :- مردود ہے، جیساکہ "شاذ" کا حکم ہے،

۲- زیادتی غیر منافی (الف) (تعریف) وہ زیادتی جو دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی و معارض نہ ہو،

(ب) مثال :- اعمش نے بواسطہ ابورزین و ابوصالح حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے جسے ان کے تمام اصحاب نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔ اذا وَلَغَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مِرَارٍ"، (جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھل لیا کرے)، لیکن اعمش کے ایک شاگرد "علی بن مسہر" نے "فَلْيُرِقْهُ" (بہا دے) کی زیادتی ذکر کی ہے جیساکہ مسلم نے نقل کیا ہے، [1]

(ج) حکم :- یہ زیادتی ثقہ کی مستقل روایت کے درجہ میں مقبول ہوتی ہے

۳- زیادتی منافی از بعض وجوہ :- (الف) (تعریف) وہ زیادتی جو پورے طور پر منافی نہ ہو بلکہ بعض وجوہ سے منافی ہو،

(ب) مثال :- مسلم کی روایت ہے جو ابومالک اشجعی سے بواسطہ ربعی حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.........
وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا۔

[1] مسلم بحوالہ ج ۱ ص ۱۸۷

(ہمارے لئے ساری زمین مسجد اور اس کی مٹی طہارت کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔)

اس میں "وَتُربتھا" کے الفاظ صرف ابو مالک سے مروی ہیں کسی اور سے نہیں دوسروں کے الفاظ یہ ہیں وَجعلت لنا الارضُ مسجداً وطہوراً۔ [1]

(ج) اس زیادتی کے ذریعہ کبھی عام کی تخصیص اور کبھی مطلق کی تقیید ہوتی ہے کہ عام لفظ عموم سے نکل جاتا ہے اور مراد اس سے خاص ہوتی ہے اور مطلق میں قید لگ جاتی ہے، امام مالک و امام شافعی کے نزدیک یہ زیادتی بھی مقبول ہے اور احناف کے نزدیک بھی تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ مقبول ہے [2]

(ب) سند میں زیادتی:-

(الف) سند میں زیادتی کی متعدد صورتیں ہیں جن کی تفصیلات مستقل عناوین کے تحت آتی ہیں جیسے "المزید فی متصل الاسانید"۔

"زیادتی ثقات" کے تحت خاص طور سے "وصل" و "ارسال" اور "وقف و رفع" کا تعارض زیر بحث آتا ہے،

(ب) مثال:- حدیث "لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ" (ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا) یونس بن ابی اسحٰق سبیعی نے اسے روایت کیا ہے، جن سے ان کے لڑکے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے سند متصل کے ساتھ، اور سفیان ثوری وشعبہ بن حجاج نے مرسلاً روایت کیا ہے۔

(ج) حکم:- کی بابت چار اقوال ہیں،

۱۔ اکثر رواۃ کا اعتبار ہوگا،

۲ احفظ (حفظ و ضبط میں فائق) رواۃ کا اعتبار ہوگا،

---

[1] مسلم مع نووی ج ۵ ص ۴ [2] تیسیر المصطلح ص ۱۳۷ تدریب ج ۱ ص ۲۴۵ تا ۲۴۸ و فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۷۲،

۳۔ اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ زیادتی قبول نہیں ہوگی،

۴۔ جمہور فقہاء و اصولیین کے نزدیک زیادتی مقبول ہے۔ خطیب نے اسی قول کو پسند کیا ہے [۱]

۴۔ تنبیہ :۔ جیساکہ تفصیلات سے ظاہر ہے زیادتی ثقات کی تفصیلات گذشتہ اقسام کی تفصیلات واحکام کے مطابق ہیں،

"المزید فی متصل الاسانید" "زیادتی سند" کے تحت آتا ہے ۔ اور "شاذ ومحفوظ" میں بھی ثقہ کے مقابلے میں زیادتی ہوتی ہے "منکر ومعروف" میں معروف ثقہ کی روایت ہوتی ہے جس میں منکر کے مقابلے میں زیادتی بھی ہوسکتی ہے ۔ اگرچہ ۔ "شاذ ومحفوظ" اور "منکر ومعروف" کی تعریفات میں "مخالفت" کو بنیاد بنایا جاتا ہے جس کی ایک صورت تو کمی وزیادتی کی ہے جو "زیادتی ثقات" کے تحت آتی ہے اور دوسری صورت اثبات ونفی یا کسی دوسرے اعتبار سے مخالفت ہے۔ مثلاً ایک راوی ایک مضمون کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتائے اور دوسرا فعل بتائے،

---

[۱] الکفایۃ ص ۴۰۹ تا ۴۱۱ ،
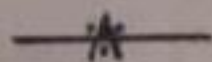
جہالت

۱ - **تمہید** :- راوی پر طعن کا آٹھواں سبب "جہالت" ہے، اس پر مشتمل حدیث کا کوئی خاص عنوان نہیں ہے، یوں اسے حدیث "مجہول" کہہ سکتے ہیں۔

* جو راوی اس وصف کے ساتھ متصف ہو اس کو "مجہول" کہتے ہیں۔

۲ - **تعریف جہالت** :- راوی کی ذات یا صفات کا غیر معروف ہونا، - اور

حدیث مجہول :- وہ حدیث جس کے راوی کی ذات یا صفات کا علم نہ ہو،

۳ - **اسباب جہالت** :- تین ہیں (الف) کثرتِ صفات (ب) قلتِ روایت (ج) نام کی عدم صراحت،

(الف) **کثرتِ صفات** : ۱ تعریف :- جن الفاظ و کلمات سے راوی کو ذکر و یاد کیا جاتا ہے ان کی کثرت خواہ وہ حقیقی نام و کنیت ہو یا لقب و وصف، یا نسب و پیشہ، راوی ان میں سے کسی ایک سے معروف ہوتا ہے اور ذکر کرنے والا کسی خاص غرض کے تحت غیر مشہور نام و وصف کو استعمال کرتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا راوی ہے، اور اس نام و وصف سے معروف نہ ہونے کی وجہ سے وہ مجہول قرار پاتا ہے،

۲ - مثال :- "محمد ابن سائب بن بشر کلبی" کو بعض نے "دادا" کی طرف منسوب کرکے "محمد بن بشر" کہا ہے، بعض نے ان کا نام "حماد" ذکر کیا ہے، بعض نے ان کی کنیت "ابو نضر" بعض نے "ابو سعید" بعض نے "ابو ہشام" استعمال کی ہے، اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پوری ایک جماعت کے نام ہیں حالانکہ ان سب کا مصداق ایک ہی آدمی ہے۔

(ب) **قلتِ روایت**، ۱ - تعریف :- راوی سے احادیث و روایات کی نقل کے سلسلہ کا نہایت محدود ہونا حتیٰ کہ بسا اوقات ایک ہی شخص اس سے روایت کرنے

والا ہوتا ہے، اس کی وجہ سے راوی مجہول قرار پاتا ہے

۲۔ مثال :۔ "ابو العشراء دارمی" تابعین میں سے ہیں، ان سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت کی ہے،

(ج) نام کی عدم صراحت :۔ تعریف :۔ اختصار یا کسی دوسری غرض سے راویِ حدیث کا نام نہ لینا،

۲۔ مثال :۔ راوی کا قول اخبرنی فلان۔ اخبرنی شیخ، اخبرنی رجل وغیرہ

۴۔ راوی مجہول :۔

(الف) تعریف :۔ وہ راوی جس کی ذات یا صفات کا علم نہ ہو،

(ب) اقسام :۔ تین قرار دی جا سکتی ہیں ۱۔ مجہول العین۔ ۲۔ مجہول الحال ۳۔ مجہول الاسم،

۱۔ مجہول العین (الف) تعریف :۔ وہ راوی جس کا نام ذکر کرنے کے باوجود اس کی ذات کا علم نہ ہو اس لیے کہ اس سے روایت کرنے والا صرف ایک آدمی ہو،

(ب) حکم :۔ روایت غیر مقبول ہے اِلّا یہ کہ کسی ذریعہ سے توثیق ہو جائے

(ج) ذریعی توثیق :۔ دو ہیں،

۱۔ اس مجہول سے روایت کرنے والے کے علاوہ کوئی دوسرا اس کی توثیق کرے۔

۲۔ خود راوی توثیق کرے بشرطیکہ وہ اس مرتبہ واہلیت کا حامل ہو،

(د) عنوان حدیث :۔ مجہول العین کی حدیث کا کوئی مستقل عنوان نہیں ہے، ضعیف کے تحت آتی ہے۔

۲۔ مجہول الحال جسے "مجہول الصفۃ" بھی کہہ سکتے ہیں اور "مستور" بھی کہتے ہیں۔

(الف) تعریف :- وہ راوی جس سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد ہوں یعنی مجہول العین نہ ہو، مگر اس کی توثیق منقول نہ ہو۔

(ب) حکم :- جمہور کے صحیح قول کے مطابق اس کی روایت مردود ہے

(ج) عنوان حدیث :- اس کی روایت و حدیث کا بھی کوئی مستقل عنوان نہیں ضعیف کے تحت آتی ہے،

۴- مجہول الاسم :- جسے محدثین "مُبہَم" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں

(الف) تعریف :- وہ راوی جس کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

(ب) حکم :- روایت غیر مقبول ہے جب تک کہ نام کا علم نہ ہو خواہ راوی خود نام لے یا کسی دوسرے طریق و سند سے اس کے نام کا علم ہو، اس لیے کہ نام کے علم کے بغیر "شخصیت" کا علم نہیں ہو سکتا تو اس کے حالات یعنی عدالت و عدم عدالت کا علم کیسے ہوگا۔ حتی کہ اگر نام نہ لیا جائے لیکن اعتماد کے الفاظ سے اس کا ذکر کیا جائے مثلاً "ثقہ" "صدوق" وغیرہ تو بھی روایت مقبول نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے بھی اسے معتمد سمجھتے ہوں،

(ج) عنوان حدیث :- ایسے راوی کی حدیث کو محدثین "مُبہَم" کا عنوان دیتے ہیں۔

۵- مشہور مصنفات :-

(الف) راویوں کی کثرت صفات سے متعلق

"مُوضِحُ اَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيْق"۔ مصنف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ

(ب) قلت روایت کے موضوع پر متعدد کتابیں ہیں جو "کُتُبُ الْوُحْدَان" کے عنوان سے تصنیف کی گئیں ہیں یعنی وہ کتابیں جو ایسے راویوں کے متعلق ہیں جن سے، ایک ہی ایک فرد و شخص نے حدیث کا روایت کی ہے جیسے "کِتَابُ الْوُحْدَان" مصنف امام مسلم م ۲۶۱ھ

(ج) عدم تصریح اسما یعنی مبہم راویوں کے متعلق بھی متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً،

۱۔ "اَلْاَسْمَاءُ المبہمۃ فِی الْاَنْبَاءِ الْمُحْکَمَۃ" مصنف خطیب بغدادی

۲۔ "اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ مُبْھَمَاتِ الْمَتْنِ وَالْاَسْنَادِ" مصنف ولی الدین عراقی م ۸۲۶ھ [1]

۶۔ احکام مجہول نزد امام ابوحنیفہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مجہول کے احکام کی بابت تفصیل یہ ہے

(الف) مجہول العین :- یہ حال جرح نہیں ہے اس کی حدیث اس صورت میں غیر مقبول ہو گی جبکہ سلف نے اس کو مردود قرار دیا ہو یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تبع تابعین کے بعد ہو۔ اور اگر اس سے پہلے خواہ سلف نے اس کی تقویت کی ہو یا بعض نے موافقت کی ہو یا یہ کہ سب نے سکوت کیا ہو، اس پر عمل درست ہے۔

(ب) مجہول الحال :- راوی مقبول ہے، خواہ عدل الظاہر خفی الباطن ہو یا دونوں کی رو سے مجہول ہو۔

(ج) مجہول الاسم :- بھی مقبول ہے بشرطیکہ قرون ثلاثہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اس تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بھی مجہول مجہول مطلقاً مقبول نہیں کم از کم قرون ثلاثہ سے تعلق کی قید ضرور ملحوظ ہے جیسا کہ تصریح کی گئی ہے[2]

---

۱ نزھۃ النظر ص ۴۹ - ۵۰، تیسیر المصطلح ص ۱۱۸ تا ۱۲۱، تدریب ج ۱ ص ۳۱۶ وما بعدہ؛

۲ امعان النظر ص ۱۲۶، ۱۲۷، قواعد ص ۱۲۴ تا ۱۲۵، تدریب ج ۲ ص ۳۱۸ تا ۳۱۹

بدعت

۱- **تمہید** :- راوی پر اعتراض کا نواں سبب "بدعت" ہے۔ اس پر مشتمل حدیث کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔

۲- **تعریف** :- (الف) لغوی :- بدعت بمعنی ایجاد، کسی نئی چیز کو اپنانا

(ب) اصطلاحی :- وہ اعتقادات و اعمال جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے بعد بطور دین ایجاد کیا گیا ہے یا اپنایا گیا ہے۔

۳- **انواع** :- دو ہیں (الف) بدعتِ مُکَفِّرَہ (ب) بدعتِ مُفَسِّقَہ

(الف) بدعتِ مُکَفِّرَہ :- ایسا اعتقاد جو باعث تکفیر ہو اور قول معتمد یہ ہے کہ شریعت کے کسی متواتر اور مشہور عام کسی حکم کے انکار یا اس کے خلاف اعتقاد پر تکفیر کا حکم ہو گا۔

(ب) بدعتِ مُفَسِّقَہ :- ایسا اعتقاد و عمل جو فسق و گمراہی کا باعث ہو اس کے تحت تمام وہ امور آتے ہیں جنھیں اپنی طرف سے دین کی حیثیت دے دی گئی ہے یا ان کو اپنے مرتبہ سے گھٹایا بڑھا دیا گیا ہے

۴- **حکم** :- (الف) بدعتِ مُکَفِّرہ روایت کے رد کا باعث ہوتی ہے
(ب) بدعت مفسقہ کے ساتھ متصف راوی کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوتی ہے۔

۱- راوی اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو
۲- اپنی بدعت کی مؤید اور اس کو رواج دینے والی کسی چیز کو روایت نہ کرے[1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۳۲۴ تا ۳۲۶، نزہتہ النظر ص ۵۰-۵۱

سوءِ حفظ

۱- **تمہید** :- راوی پر طعن کا دسواں سبب "سوءِ حفظ" (یادداشت کی خرابی) ہے، اس وصف کے ساتھ متصف راوی "سیّئُ الحفظ" کہلاتا ہے اور اس پر مشتمل حدیث کے متعدد نام ہیں جیسا کہ تفصیل آرہی ہے،

۲ **تعریف** (الف) سوءِ حفظ :- اصابت (درستگی) کا خطا پر راجح نہ ہونا

(ب) سیّئُ الحفظ :- وہ راوی جس کی اصابت (درست گوئی) خطا پر راجح وغالب نہ ہو،

۳- **انواع** :- دو ہیں (الف) سوءِ حفظ لازمی (ب) سوءِ حفظ طاری وعارضی،

(الف) **سوءِ حفظ لازمی** :-

۱- تعریف :- وہ سوءِ حفظ جو آغاز زندگی سے راوی کو لاحق ہو،

۲- حکم :- روایت مردود ہے،

۳- عنوان :- بعض حضرات کی رائے کے مطابق "شاذ" کہتے ہیں

(ب) **سوءِ حفظ طاری وعارضی** :-

۱- تعریف :- وہ سوءِ حفظ جو آغاز زندگی سے نہ ہو بلکہ بعد میں لاحق ہو گیا،

۲- اسباب :- (الف) بڑھاپا (ب) بینائی کا چلا جانا، (ج) کتابوں کا جل جانا،

۳- حکم :- تفصیل ہے،

(الف) اس کیفیت کے پیش آنے سے پہلے کی روایات جو ممتاز ہوں یعنی ان کے متعلق معلوم ہو کہ یہ پہلے کی ہیں مقبول ہیں

(ب) بعد کی مردود ہیں،

(ج) جن روایات کے متعلق معلوم نہیں کہ وہ پہلے کی ہیں یا بعد کی ان

میں توقف کیا جائے گا۔

۴۔ **عنوان**:۔ اس پر مشتمل حدیث، "مختلط" اور یہ کیفیت "اختلاط" کہلاتی ہے۔[1]

۵۔ **مشہور مصنفات**:۔ (الف) کتاب صلاح الدین علائی م ۷۶۱ھ

(ب) کتاب حازمی م ۵۸۴ھ[2]

۶۔ **امثلہ**:۔ (الف) ترمذی کی روایت ہے۔ شعبہ عن عاصم بن عبید اللہ عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ عن ابیہ ان امرأۃ من بنی فزارہ تزوجت علی نعلین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارضیت من نفسک ومالک بنعلین قالت نعم قال فاجاز ــــ اس کے دوسرے راوی عاصم بن عبید اللہ کے متعلق سوء حفظ کیساتھ متصف ہونے کی تصریح کی گئی ہے اگرچہ متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے روایت کی تحسین کی گئی ہے۔

(ب) ترمذی کی روایت ہے۔ یزید بن ہارون عن المسعودی عن زیاد قال صلی بنا المغیرۃ بن شعبہ فلما صلی رکعتین قام ولم یجلس فسبح من خلفہ فاشار الیہم ان قوموا فلما فرغ من صلاتہ سلم وسجد سجدتی السہو وسلم وقال ھکذا صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ــ اس کے دوسرے راوی مسعودی عبد الرحمن کے متعلق اختلاط کی تصریح کی گئی ہے اور یہ کہ یزید نے ان سے اختلاط کے بعد سنا تھا، روایت متعدد طرق سے مروی ہے اس لئے تحسین کی گئی ہے۔[3]

---

[1] نزھۃ النظر ص ۵۱، تیسیر المصطلح ص ۱۲۴

[2] تدریب ج ۲ ص ۳۷۱ و ۳۷۶ [3] امعان النظر ص ۱۸۷

احادیث ضعیفہ و مردودہ سے متعلق ایک ضروری توضیح

حدیث مقبول سے متعلق تفصیلات کے اخیر میں یہ بات گذر چکی ہے کہ بعض قرائن کی بنا پر احادیث ضعیفہ بھی احادیث مقبولہ سے متعلق قرار پاتی ہیں جیسے کہ ضعیف سے متعلق تفصیلات میں اس پر عمل کی تفصیلات و احکام گذر چکے ہیں چنانچہ پیچھے جو اقسام احادیث مردودہ کی گذری ہیں ان کے ضمن میں اس انداز کی تفصیلات بھی آئی ہیں کہ کب ان کا اعتبار ہو سکتا ہے یا یہ کہ کہاں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اصولی بات یہ ہے کہ تعدد طرق سے حدیث کو تقویت ہو سکتی ہے چنانچہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ "حدیث حسن لذاتہ" تعدد طرق کی وجہ سے "صحیح لغیرہ" قرار پاتی ہے اور "حدیث ضعیف" کو "حسن لغیرہ" قرار دیا جاتا ہے، مگر یہ حکم ہر حدیث ضعیف کے لیے نہیں ہے "حسن لغیرہ" کی تعریف میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ جب اس کا سبب ضعف راوی کا سوء حفظ یا جہالت، یا انقطاع ہو تو یہ حکم ہے۔ چنانچہ سیئ الحفظ یا مجہول الحال، کی متابعت میں اسی

طرح حدیث مرسل یا مدلس کی متابعت میں اگر کوئی حدیث مروی ہو جس کا راوی ان کے روایت سے فائق ہو یا یہ کہ ان کے درجہ کا ہو تو حدیث درجۂ ضعف سے ترقی کر کے "حسن لغیرہ" کے مرحلہ میں پہونچ جاتی ہے[1]

ایسے ہی مجہول العین کی روایت جب متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ مردود کے مرتبہ سے ترقی کر کے ان احادیث ضعیفہ کے مرحلہ میں پہونچ جاتی ہے جن پر فضائل اعمال کے حق میں عمل کرنا جائز ہے[2]

فاسق یا جھوٹے کی متابعت اگر اسی جیسے لوگوں سے تعدد طرق کی وجہ سے ہو تو مجموعہ "منکر" اور "بے اصل" ہونے کی حد سے نکل کر مستور (مجہول الحال) اور سیئی الحفظ کی روایت کے درجہ میں ہو جاتا ہے کہ اگر مزید اس کی تائید میں کوئی دوسری ایسی ضعیف حدیث مل جائے جس کے ضعف کو گوارا کیا جاتا ہو یا جا سکتا ہو تو پورے مجموعے کو دیکھتے ہوئے اسے "حسن لغیرہ" کی حیثیت حاصل ہو جائے گی[3] اور اس کے لیے "حسن لغیرہ" کے احکام ہوں گے۔

اسی تفصیل سے ان رواۃ کی روایات کے حکم کو سمجھا جا سکتا ہے جو شدت غفلت اور کثرت اغلاط کے ساتھ متصف و موصوف ہوں کہ متابعت اور تعدد طرق کی وجہ سے ان کی روایات بھی "منکر" کی حیثیت میں نہیں رہ جائیں گی[4]۔

---

[1] نزھہ ص ۵۲

[2] امعان النظر ص ۱۹۱

[3] تدریب ج ۱ ص ۱۷۶

[4] امعان النظر ص ۱۹۰

فصلِ سوم

اعتبار

۱۔ **تعریف** :۔

ا۔ لغوی :۔ چند چیزوں پر غور کرنا تاکہ انہیں کی جنس کی اور انہیں کی جیسی دوسری چیز کو جانا جا سکے ،

ب۔ اصطلاحی :۔ کسی حدیث کے سامنے آنے پر اس کی حیثیت کو جاننے کے لیے دوسری احادیث پر غور یعنی یہ جاننے کے لیے کہ کسی دوسرے نے اس کو روایت کیا ہے یا نہیں ؟ اگر کسی دوسرے نے روایت کیا ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے دونوں روایات میں موافقت ہے یا مخالفت ، اگر موافقت ہے تو لفظی ہے یا معنوی نیز یہ کہ دونوں کی روایت ایک ہی صحابی سے ہے یا دو صحابیوں سے اگر مخالفت ہے ، تو دونوں کے راویوں میں باہم کیا نسبت ہے ، کہ جس کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو

۲۔ **توضیح** :۔ اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو کہ اس حدیث کو کسی دوسرے نے نہیں روایت کیا ہے تو وہ "فرد" و غریب" کہلاتی ہے جس کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں ،

اور اگر کسی دوسرے نے موافقت کے ساتھ روایت کیا ہے تو حسب تفصیل دوسری حدیث کو "متابع" اور "شاہد" کہتے ہیں اور اگر مخالفت کیساتھ روایت ہے تو وہ تفصیلات ہوں گی جو آپ "شاذ" اور "منکر" کے تحت ملاحظہ فرما چکے ہیں ، "متابع و شاہد" اس دوسری حدیث کو کہتے ہیں جو موافق ہوتی ہے کسی وجہ سے دونوں کے درمیان فرق کے باوجود ایک سے دوسرے

کو مراد لیتے ہیں، اور یہ موافقت کی کیفیت "متابعت" کہلاتی ہے، آئندہ سطور میں "متابع" "شاہد" اور "متابعت" سے متعلق تفصیلات ذکر کی جا رہی ہیں،

(الف) مُتَابِعْ :-

۱۔ تعریف نزد اکثر :- وہ حدیث جس کو اس کے رواۃ لفظاً و معنیً دونوں یا صرف معنیً میں کسی دوسری حدیث کے موافق ایک ہی صحابی سے روایت کریں،

۲۔ تعریف نزد بعض :- وہ حدیث جس کو تمام رواۃ لفظ کی موافقت کے ساتھ روایت کریں خواہ صحابی راوی ایک ہو یا متعدد

(ب) شاهد :-

۱۔ تعریف نزد اکثر :- وہ حدیث جس کو اس کے رواۃ لفظاً و معنیً دونوں یا صرف معنیً میں کسی دوسری حدیث کے موافق ایک سے زائد صحابہ سے نقل کریں۔

۲۔ تعریف نزد بعض :- وہ حدیث جس کو تمام رواۃ معنی کی موافقت کے ساتھ روایت کریں، خواہ صحابی راوی ایک ہو یا متعدد[1]

(ج) مُتَابَعَتْ :-

۱۔ تعریف :- ا۔ لغوی، موافقت

ب۔ اصطلاحی :- کسی راوی کا دوسرے کے ساتھ کسی حدیث کی روایت میں شریک ہونا،

۲۔ اقسام :- دو ہیں (الف) مُتَابَعَتْ تامّہ (ب) مُتَابَعَتْ قاصِرہ

(الف) متابعت تامّہ :- آغاز سند سے اخیر تک موافقت یعنی دوسرے راوی کے شیخ سے لے کر اخیر تک۔

---

[1] نووی نے دوسری تعریف کو اختیار کیا ہے تقریب ج ۱ ص ۲۴۲ - ۲۴۳

(ب) متابعت قاصرہ :- درمیان سند سے اخیر سند تک موافقت یعنی دوسرے راوی کے شیخ الشیخ یا اور اوپر چل کر موافقت،

۳- امثلہ :- حافظ ابن حجر نے ایک ہی حدیث کے متعدد طرق کو جمع کر کے سب کی مثال پیش کی ہے،

امام شافعی نے "کتاب الام" میں ایک حدیث ذکر کی ہے، امام مالک سے نقل کرتے ہوئے بواسطہ عبداللہ بن دینار حضرت ابن عمرؓ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ (مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے، لہٰذا جب تک چاند نہ دیکھو روزہ مت رکھو، اور نہ روزہ ختم کرو جب تک کہ چاند دیکھ نہ لو، اور اگر چاند نہ دکھے تو تیس کا عدد پورا کر لیا کرو۔)

اس روایت کے آخری کلمات سے متعلق بحث ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ الفاظ صرف امام شافعیؒ نے ذکر کیے ہیں، امام مالکؒ کے دوسرے شاگردوں نے اسی سند سے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں "فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ" (یعنی اندازہ لگا لیا کرو) لیکن جب "اعتبار" کا طریقہ اپنایا گیا تو معلوم ہوا کہ، امام شافعی کی روایت کا "متابع" بھی موجود ہے اور "متابعت" کی دونوں اقسام کے ساتھ اور "شاہد" بھی،

(الف) متابعتِ تامّہ :- بخاری کی روایت بواسطہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی امام مالک سے اسی سند کے ساتھ بعینہ انھیں الفاظ یعنی "فاکملوا العدۃ ثلاثین" کے ساتھ ہے اس میں دوسرے راوی عبداللہ بن مسلمہ کے شیخ واستاذ امام مالک پر جو خود امام شافعی کے بھی استاذ ہیں، موافقت ہو گئی ہے،

(ب) متابعتِ قاصرہ :- ابن خزیمہ کی روایت بطریقِ عاصم بن محمد

عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمر، ۔ اس میں "تکملوا ثلاثین" کے الفاظ ہیں ۔ اور "اکملوا العدۃ ثلاثین" اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے، اس میں موافقت حضرت عبداللہ بن عمر پر ہوئی ہے ۔

(ج) شاھد :۔ نسائی کی روایت بواسطہ محمد بن حنین حضرت ابن عباس سے، کہ اس میں، "اکملوا العدۃ ثلاثین" کے الفاظ ہیں اور صحابی دوسرے ہیں اس لیے یہ روایت "متابع" نہیں بلکہ "شاہد" ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۴۲ ۲۴۴ نزھۃ النظر ص ۳۶ ۔ ۳۷ مع حاشیہ

باب دوم

در

بیانِ راوی

مقدمہ

مقدّمہ

احادیث کی نقل کا ذریعہ اس کے رواۃ ہیں، اس لیے حدیث کی صحت وعدم صحت، مقبولیت وعدم مقبولیت کے علم کی اولین بنیاد رواۃ ہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ محدثین نے رواۃ کے معاملہ پر ایسی توجہ دی کہ وہ اقوام عالم کی علمی تاریخ میں ایک بے مثال ونادر چیز ہے حتیٰ کہ آج کے مدعی علم ومعرفت عہد میں بھی،

اس لیے کہ انہوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ ان سے منقول امور کے اعتبار واعتماد اور وزن ووقار کیلئے روایت وراوی کی مقبولیت کے نہایت دقیق وپختہ شرائط متعین کیے جو خود اپنی جگہ پر ایک لاجواب علمی کارنامہ ہے اس سے عظیم الشان کارنامہ لاکھوں کی تعداد میں راویان حدیث کے ان ضروری حالات کو جمع کرنا ہے جن کے ذریعہ ان کی شخصیت کا ضروری تعارف حاصل ہو سکے اور اس سلسلہ میں معمولی سے معمولی چیز جو وجہ فرق یا غلط فہمی کی بنیاد بن سکتی تھی یا بنی اس کے پیش نظر تحقیق کر کے رواۃ کے درمیان امتیاز قائم کیا اس کی دلیل "معرفۃ رواۃ" (رواۃ سے واقفیت) اور "لطائف اسناد" سے متعلق علوم ہیں جو دسیوں کی تعداد میں ہیں

"روایت" یعنی "مروی" سے متعلق ضروری تفصیلات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، یہ باب "راوی" سے متعلق ہے، اس کی پہلی فصل میں "راوی کے اعتبار ومقبولیت کے شرائط" مذکور ہیں اس لیے کہ روایت کے اعتبار کا مدار یہی شرائط ہیں، اور چونکہ شرائط کی تلاش وجستجو اس وقت ہوگی جب کہ راوی کی شخصیت متعارف وممتاز ہو اس لیے: تیسری

فصل "معرفتہ رواۃ" "راویوں کی بابت معلومات و واقفیت" سے متعلق ہے جس سے مقصود یہ رہنمائی کرنا ہے کہ ان کے تعارف کے لیے کن کن امور کا جاننا ضروری ہوتا ہے، اور چونکہ کبھی ایک ہی سند کے رواۃ کے درمیان اور کبھی دو یا چند سندوں کے رواۃ میں آپس میں کوئی خاص مناسبت پائی جاتی ہے اس کو **چوتھی** فصل میں "لطائف اسناد" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے،

چونکہ راوی کی مقبولیت وعدم مقبولیت کا مدار جن امور پر ہے اجمالی طور پر ان کے ثبوت وعدم ثبوت کیلئے جرح وتعدیل کا عنوان استعمال ہوتا ہے اور کسی راوی کی مقبولیت وعدم مقبولیت کو بیان کرنے کیلئے حسب موقع وحسب مراتب مختلف قسم کے الفاظ لائے جاتے ہیں اس لئے دوسری فصل میں جرح وتعدیل سے متعلق ضروری تعریحات وتفصیلات ذکر کی گئی ہیں۔

فصلِ اوّل

شرائطِ مقبولیت راوی

جمہور محدثین و فقہاء کا اتفاق ہے کہ راوی کے مقبول ہونے کے لئے دو بنیادی شرطیں ہیں ۱۔ عدالت ۲۔ ضبط

۱۔ عدالت :۔

(الف) تعریف :۔ مسلمان اور عاقل و بالغ ہونے کے ساتھ اسباب فسق اور وقار و متانت کے خلاف امور سے دور و محفوظ رہنے کا اہتمام کرنا (یعنی عام طور سے بچنا اتفاقاً اگر کوئی چیز خلافِ عدالت سرزد ہو جائے تو اس سے عدالت متاثر نہیں ہو گی بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو)

(ب) ذرائع ثبوتِ عدالت (دو ہیں) :۔

۱۔ علماء تعدیل کی تصریح خواہ ایک کی ہو یا چند کی۔

۲۔ اہلِ علم کے درمیان مدح و ثنا اور اعتبار و اعتماد کی شہرت کہ اس کے ساتھ پھر مستقلاً تصریح کی ضرورت نہیں رہ جاتی جیسے کہ امت کے مشہور و معتمد علماء و ائمہ مثلاً ائمہ اربعہ و اصحاب صحاح ستہ وغیرہ۔

(ج) عدالت کو مجروح کرنے والے اسباب :۔ پانچ ہیں

۱۔ حدیث میں کذب بیانی ۲۔ کذب کی تہمت یعنی عوام الناس سے کذب بیانی ۳۔ فسق ۴۔ بدعت ۵۔ جہالت۔ ہر ایک سے متعلق تفصیلات گذر چکی ہیں۔

۲- ضبط

(الف) تعریف:- توجہ سے حدیث کو حاصل کرنے کے بعد اس کو محفوظ رکھنے کی جو صورت اختیار کی ہو، حدیث کو نقل و بیان کرنے تک اس کے مطابق اس کی حفاظت کرنا، یادداشت میں محفوظ رکھا ہو تو اس کا اہتمام کہ کوئی حصہ ذہن سے نکل نہ جائے اور تحریر کے ذریعہ محفوظ رکھا ہو تو اس کا اہتمام کہ کتابت میں کچھ ردوبدل نہ ہو جائے

(ب) انواع:- دو ہیں ا ضبط صدر ۲- ضبط تحریر

ا ضبط صدر:- یادداشت میں اس طرح محفوظ کرنا کہ جب چاہے تو پورے مضمون کو مستحضر کر کے بیان کر دے

۲- ضبط تحریر:- سننے کے وقت سے بیان کرنے تک لکھ کر محفوظ رکھنا۔

(ج) ذرائع علم ضبط:- ضبط کا علم روایت کرنے میں دوسرے معتبر و معتمد رواۃ کی موافقت کی روشنی میں ہوتا ہے۔

۱- اگر موافقت ہی کرتا ہے یا اکثر موافقت کرتا ہے، اتفاقاً ہی کسی موقع پر مخالفت ہوتی ہے تو، "ضبط" معتبر ہوگا اور اتفاقی مخالفت اثرانداز نہیں ہوگی،

۲- اگر بکثرت اور بار بار مخالفت ہو تو "ضبط" غیر معتبر و مجروح قرار پائے گا۔[۱]

(د) ضبط پر اثرانداز امور:- اصولاً پانچ ہیں جیسا کہ تفصیل سے گذر چکا ہے

۱- زیادتی غلط ۲- خرابی یادداشت، ۳- غفلت ۴- زیادتی وہم ۵- معتبر و معتمد رواۃ کی مخالفت، -[۲] نیز

۶- تساہل میں معروف ہونا، - خواہ سننے میں ہو مثلاً یہ کہ سنتے وقت نیند سے

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۳۰۱ وہ ۳۰۴، [۲] نزہۃ النظر ص ۲۹، ۴۴

بچنے کا اہتمام نہ کیا جائے، یا سنانے اور بیان کرنے میں ہو مثلاً یہ کہ ایسے کسی نوشتہ سے حدیث بیان کی جائے جس کا اصل نسخہ سے مقابلہ نہ کیا گیا ہو

۷ - قبول تلقین میں معروف ہونا۔ کہ حدیث بیان کرتے وقت درمیان میں کسی لفظ کی تلقین یعنی بطور لقمہ کسی لفظ کے ذکر پر یہ غور کیے بغیر کہ وہ لفظ اس حدیث کا ہے جسے بیان کیا جا رہا تھا یا نہیں ؟ اس لفظ کو بھی حدیث میں شامل کر کے ذکر کرنا،

ان امور کی بنا پر ضبط مجروح قرار پاتا ہے اور جو راوی ان اں کے ساتھ متصف ہو اس کی روایت غیر مقبول قرار پاتی ہے۔

۸ - نسیان یعنی حدیث کو بیان کرنے کے بعد بھول جانا:۔

(الف) مراد یہ ہے کہ استاد و شیخ کو شاگرد سے کسی حدیث کے بیان کرنے کے بعد یہ یاد نہ رہ جائے کہ اس نے اس شاگرد سے فلاں حدیث بیان کی تھی

(ب) حکم روایت :۔ (۱) اگر قطعاً انکار کر دے مثلاً یوں کہے کہ میں نے حدیث نہیں بیان کی، یا یہ کہ مجھ سے اس حدیث کو نقل کرنے والا جھوٹ بولتا ہے تو انکار کی ہوئی حدیث مقبول نہیں ہو گی [۱]

(۲) اگر تردد کے ساتھ انکار کرے مثلاً یوں کہے کہ مجھے یاد نہیں تو حدیث مقبول ہوتی ہے۔

(ج) حکم راوی و شیخ :۔ جو شاگرد کسی سے کسی حدیث کی نقل کا دعویدار ہو اور شیخ منکر ہے، تو محض یہ انکار دونوں میں سے کسی کے حق میں طعن یعنی مقبولیت پر اثر انداز نہیں قرار پائے گا،

(د) مثال :۔ ابو داؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ کی روایت ہے جسے ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے بواسطہ سہیل بن ابی صالح، اپنے والد سے، حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ ۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ مَعَ الشَّاھِدِ ۔ عبدالعزیز بن محمد دراوردی کا بیان ہے کہ مجھ سے

---

[۱] حاشی ص ۷۶ د ۷۷

ربیعہ نے یہ حدیث سہیل کے واسطے سے بیان کی، میں نے سہیل سے ملاقات کے موقع پر اس حدیث کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے کہا "مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ میں نے کہا ربیعہ نے تو آپ سے ہی اس کو نقل کیا ہے، تو اسکے بعد سہیل اس روایت کو بیان کرتے وقت یوں کہا کرتے تھے ، ۔ مجھ سے عبدالعزیز نے بیان کیا ہے کہ ان سے ربیعہ نے مجھ سے نقل کرتے ہوئے میرے والد کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے "

(ھ) مشہور مصنفات :۔ خاص اس موضوع پر بعض حضرات نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، اہم کتابوں میں، دار قطنی م ۳۸۵ھ کی کتاب ہے، اور خطیب م ۴۶۳ھ کی " اَخْبَارُ مَنْ حَدَّثَ وَنَسِیَ " [1]

(ھ) تائب از فسق کی روایت :۔

کسی گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کے بعد اس سے توبہ کر لینے والے کی روایت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ

۱۔ اگر اس نے حدیث کے حق میں جھوٹ بولنے سے توبہ کی ہو تو توبہ کے بعد بھی اس کی روایت مقبول نہیں ہوگی۔

۲۔ اگر کسی دوسرے گناہ کے ارتکاب سے توبہ کی ہے تو مقبول ہے

(ق) حدیث بیان کرنے پر اجرت لینے والا :۔

اگر ضرورت کی بنا پر اجرت لیتا ہے تو ابو اسحٰق شیرازی کے قول کے مطابق مقبول ہے [2]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۳۳۳ تا ۳۳۴

[2] تدریب ج ۱ ص ۳۰۱ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۷ -

فصلِ دوم

جرح و تعدیل

۱۔ **تعریف** :۔ راوی کے اندر شرائط مقبولیت کے وجود و عدم وجود کے بیان کو "جرح و تعدیل" کہتے ہیں۔

(الف) جرح :۔ راوی کی عدالت یا ضبط پر ایسی تنقید جس سے اس کی حیثیت داغدار و مجروح ہو۔

(ب) تعدیل :۔ راوی کے اندر عدالت و ضبط کے وجود کا بیان

۲۔ **جواز و ثبوت و اہمیت** :۔ "تعدیل" تو ظاہر ہے کہ راوی کی مدح و ثنا ہے اس کے جواز میں کیا شک ہو سکتا ہے البتہ "جرح" بظاہر برائی و غیبت ہے جسے شریعت عام انسانوں کے لیے پسند نہیں کرتی چہ جائیکہ اہل علم کی زبان سے ہو اور "اہل اسلام و اہل علم" کے حق میں مگر چونکہ اس کا تعلق دین کی ایک اہم ضرورت سے ہے بلکہ "دین و احکام دین" کی حفاظت سے ہے، جیسا کہ "اسناد" کے ذکر و اہتمام سے متعلق ائمہ دین سے منقول ارشادات سے ظاہر ہے۔ ابن سیرین کا مقولہ ہے "یہ علم دین ہے لہذا خوب اچھی طرح غور کر لیا کرو کہ تم اپنا دین کن لوگوں سے حاصل کر رہے ہو" ابن مبارک کا قول ہے۔ "اسناد دین کا ایک جزء ہے اگر یہ مبارک سلسلہ نہ ہوتا تو ہر شخص جو چاہتا کہتا۔ ابن سیرین کا ہی بیان ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین اسناد کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے تھے مگر جب فتنوں کا دور دورہ ہوا تو یہ کہا جانے لگا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ کس نے کہا اور کس سے سنا"[1]

---

[1] مقدمہ صحیح مسلم۔

اس لیے امت نہ صرف اس کے جواز کی بلکہ استحسان اور ضروری ہونے کی قائل رہی ہے، اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے، مشہور آیت اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا (اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے سامنے کوئی خبر و واقعہ بیان کرے تو چھان بین کر لیا کرو) اس کی اصل وبنیاد ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے "تعدیل" بھی منقول ہے اور "جرح" بھی حضرت عبد اللہ بن عمرو کے متعلق آپ کا ارشاد "اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ" ان کے حق میں تعدیل ہے۔

اور آپ کا ارشاد "بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ" "فلاں شخص جماعت کا بہت برا آدمی ہے" نیز۔ "آخر کب تک تم بدکردار کے ذکر سے گریز کرو گے، اس کی برائیاں بیان کیا کرو تاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں۔ "جرح" سے تعلق ہے، حضرات صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے اس سلسلہ میں بہت کچھ منقول ہے [1]

۳۔ **ائمۂ جرح وتعدیل**:۔ وہ اکابر ائمۂ محدثین جو رواۃ کی عدالت وضبط کی بابت گفتگو کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے ارشادات کا اعتبار ہے، جیسے، بخاری، ابن ابی حاتم، ابن حبان ابن عدی، نسائی، دار قطنی، وغیرہ۔

۴۔ **کتب جرح وتعدیل**:۔ وہ کتابیں کہلاتی ہیں جن میں رواۃ کی عدالت وضبط کا ذکر ہو، خواہ کسی درجہ میں ان کا اثبات ہو یا تنقید البتہ یہ کہ بعض کتابوں میں صرف عدالت وضبط کے وجود کا تذکرہ ہے، بعض میں، ان پر جرح وتنقید کا، اور بعض دونوں کی جامع ہیں۔

جیسے کہ ان کتابوں میں رواۃ کی "عدالت وضبط" کے بیان کے ساتھ، ان کے ضروری حالات زندگی بھی مذکور ہیں، پیدائش ووفات، اسفار وجائے قیام، اساتذہ وشاگرد، زمانہ ومعاصرین اور ان سے ملاقات واستفادہ،

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۶۸ و ۳۶۹۔

۵۔ **معتبر جرح و تعدیل** (الف) جرح و تعدیل وہی معتبر ہے جو ائمۂ فن سے ہر قسم کے تعصب اور بیجا حمایت یا مخالفت کے جذبہ کے بغیر منقول ہو[1]

(ب) بہتر یہ ہے کہ جرح ہو یا تعدیل صاف و واضح الفاظ کے ساتھ ہو،

(ج) اگر تعدیل مبہم ہو یعنی عدالت کے وجوہ کو بیان کئے بغیر تو صحیح و مشہور قول کے مطابق، معتبر ہے اس لیے کہ عدالت کے اسباب بکثرت ہیں، کسی کی تعدیل کے لیے ان سب کا شمار کرنا کہ اس نے یہ نہیں کیا، وہ نہیں کیا، دشوار ہے[2] البتہ کسی کے حق میں نام لیے بغیر عدالت و ضبط کے ثبوت کے کلمات معتبر نہیں نام کی تصریح کے ساتھ ہی اعتبار ہوگا، اس لیے کہ کسی راوی کا ایک آدمی کے نزدیک معتمد ہونا دوسرے کے نزدیک بھی معتمد ہونے کو لازم نہیں کرتا[3] لہٰذا کم از کم یوں کہیے "فلاں شخص ثقہ ہے" فلاں معتمد ہے" یہ نہیں کہ "ایک ثقہ ایک معتمد" نے ایسا بیان کیا ہے۔

(د) اگر "جرح" مبہم یعنی بلا بیانِ سبب ہو تو معتبر نہیں مثلاً یوں کہنا کہ "فلاں غیر ثقہ ہے غیر معتمد ہے مجروح ہے" وغیرہ ——— اوّلاً اس لیے کہ جرح کے اسباب اتنے زائد نہیں ہیں کہ ان کے شمار میں دشواری ہو اور ثانیاً اس لیے کہ "اسباب جرح" کی بابت ائمہ کا اختلاف ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک امام جس امر کی بنیاد پر جرح کر رہا ہے دوسرے ائمہ کے نزدیک وہ امر لائق جرح نہ ہو،

بقول ابن صلاح فقہ و اصول میں یہی مقرر و طے شدہ ہے، اور بقول خطیب حفاظ حدیث میں ائمہ و نقاد کا یہی مذہب اور اسی پر عمل ہے[4]

(ہ) جرح و تعدیل کے اعتبار کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ایک سے زائد اشخاص سے منقول ہو[5]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۶۹ و ۳۷۰، [2] ایضاً ج ۱ ص ۳۰۱، [3] ایضاً ج ۱ ص ۳۱۰،
[4] تدریب ج ۱ ص ۳۰۵ و علوم الحدیث ص ۹۶ [5] تدریب ج ۱ ص ۳۰۸

(ی) اگر کسی راوی کے حق میں دونوں قسم کے کلمات منقول ہوں تو قول معتمد یہ ہے کہ اگر "جرح" کا بیان مفسر یعنی بیانِ سبب کے ساتھ ہو تو جرح مقدم ہو گی۔ ورنہ "تعدیل" اس لئے کہ "مبہم جرح" معتبر نہیں ہے [۱]

(ز) محض کسی معتمد و معتبر راوی و محدث کا کسی سے، حدیث کا نقل کرنا اکثر حضرات کے نزدیک تعدیل کے لیے کافی نہیں، تعدیل کے الفاظ کا منقول ہونا ضروری ہے۔ الا یہ کہ اس محدث کا معمول ہی یہ ہو کہ وہ معتبر و معتمد رواۃ ہی سے حدیث نقل کرتا ہو، اور شاذ و نادر ہی اس معمول کی خلاف ورزی کرتا ہو جیسے امام احمد، شعبہ، ابن مہدی، امام مالک وغیرہ [۲]

(ح) کسی عالم کا کسی حدیث کے خلاف عمل و فتویٰ، اس حدیث کے رواۃ کے حق میں جرح نہیں [۳]

(ط) جن علماء کو امت نے اپنا مقتدا بنا لیا ہے ان پر کسی کی تنقید و جرح معتبر نہیں [۴]

۶۔ مراتب جرح و تعدیل :- ظاہر ہے کہ کسی انسان کے اندر پایا جانے والا کوئی وصف اچھا ہو یا برا، یہ ضروری نہیں کہ آخری درجہ کا ہو، جیسے کہ چند کے اندر اگر وہ پایا جائے تو سب میں اس کا یکساں درجہ پر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ باہم فرق مراتب ہوتا ہے، یہ فرق مراتب "عدالت و ضبط" کے وجود و عدم وجود کے حق میں بھی ہے۔ اس کے پیش نظر رواۃ کی حدیث کو، صحیح، یا حسن، یا دوسرے القاب کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے۔

"جرح و تعدیل" میں سے ہر ایک کے چھ چھ درجات ہیں۔

(الف) مراتب و الفاظ جرح :- ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ذکر کئے جا رہے ہیں یعنی جو جتنا بعد میں مذکور ہے وہ اتنا ہی اعلیٰ ہے، اور جو پہلے ہے وہ ادنیٰ ہے، سب سے پہلا "ادنیٰ ترین" مرتبہ ہے اور آخری، "اعلیٰ ترین" مرتبہ ہے،

۱۔ تفصیل :- (الف) وہ الفاظ جو نرمی و تساہل پر دلالت کریں جیسے فلان لیّن و

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۳۰۹ و ۳۱۰ [۲] ایضاً مع حاشیہ ص ۳۱۴ - ۳۱۵ [۳] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۵
[۴] ایضاً ص ۳۱۵ -

الحدیث، فیہ مقال" وغیرہ

(ب) وہ الفاظ جن میں حجت ودلیل نہ بنانے یا اس سے ملتے جلتے مفہوم کی تصریح ہو جیسے فلانٌ لا یُحْتَجُّ بہٖ ۔ ضعیفٌ ۔ لہٗ مَناکیرُ وغیرہ

(ج) وہ الفاظ جس میں کسی کی حدیث نہ لکھنے کی یا اس سے ملتی جلتی تصریح کی گئی ہو، جیسے فلانٌ لا یُکْتَبُ حدیثُہٗ ۔ لا تَحِلُّ الروایۃُ عنہُ، ضعیفٌ جدًّا واہٍ بمَرَّۃٍ ۔ رُدَّ حدیثُہٗ، طرحوا حدیثَہٗ، وغیرہ

(د) وہ الفاظ جس میں جھوٹ یا اس جیسی کسی چیز کے ساتھ اتہام کا ذکر یا اشارہ ہو، جیسے فلانٌ مُتَّہَمٌ بالکَذِبِ، مُتَّہَمٌ بالوَضعِ، یَسرِقُ الحدیثَ، ساقطٌ، مَترُوکٌ، لَیسَ بثِقَۃٍ، ذاھبُ الحدیثِ وغیرہ

(ھ) وہ الفاظ جن میں جھوٹ یا اس جیسی کسی چیز کے ساتھ اتصاف کا تذکرہ ہو جیسے کَذَّابٌ ۔ دَجَّالٌ ۔ وَضَّاعٌ ۔ یَکذِبُ ۔ یَضَعُ وغیرہ

(و) وہ الفاظ جو جھوٹ میں مبالغہ اور حد سے گذر جانے کو بتائیں جیسے فلانٌ اَکذَبُ الناسِ، اِلَیہِ المُنتَھٰی فِی الکَذِبِ، رُکنُ الکَذِبِ وغیرہ

۲۔ احکام :۔ یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ مذکورہ چھ مراتب میں ہر نیچے والا اوپر والے سے جرح میں بڑھا ہوا ہے، البتہ احکام میں، یہ مراتب دو حصوں میں ہیں۔

(الف) پہلے دو مراتب والے رواۃ کی احادیث لکھی تو جائیں گی مگر ان کو حجت ودلیل نہیں بنایا جائے گا، بلکہ ان سے اعتبار (یعنی متابع وشاہد کی تحقیق) کا کام لیا جائیگا

(ب) مراتب الفاظ تعدیل :۔ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ذکر کئے جا رہے ہیں یعنی ہر نیچے والا اوپر والے سے کمتر ہے، سب سے پہلا، سب سے اعلیٰ اور آخری سب سے ادنیٰ ہے،

۱۔ تفصیل [1] (الف) وہ الفاظ جو ثقاہت واعتماد میں مبالغہ پر دلالت

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۳۴۵ تا ۳۴۸

کرتے ہوں جیسے فلانٌ اِلَیہِ المُنتہیٰ فِی التّثبت، فلانٌ اَثبتُ النّاس، لا اَحدٌ اثبت عنہ وغیرہ

(ب) وہ الفاظ جو ثقاہت واعتماد کے بیان میں مکرر لائے جائیں جیسے ثقۃٌ ثقۃٌ، ثقۃٌ، ثبتٌ، وغیرہ

(ج) وہ الفاظ جو بغیر تاکید وتکرار ثقاہت پر دلالت کریں، جیسے "ثقۃٌ"، "حجۃٌ" وغیرہ،

(د) وہ الفاظ جو صرف "عدالت" کے ثبوت کو بتائیں، اور ان میں "ضبط" سے کوئی تعرض نہ ہو جیسے "صدوقٌ" - "محلّہ الصدق" "مأمونٌ" — "خیارٌ" وغیرہ

(ھ) وہ الفاظ جن میں نہ جرح کا کوئی بیان ہو اور نہ تعدیل کا، جیسے فلان شیخٌ وغیرہ،

(و) وہ الفاظ جو جرح سے قرب کو ظاہر کریں جیسے " فلانٌ صالحُ الحدیث، یُکتبُ حدیثُہٗ،" وغیرہ

۲ - احکام :- کے اعتبار سے یہ مراتب تین حصوں میں ہیں،

(الف) پہلے تین مراتب کی روایات کو حجت بنایا جائے گا،

(ب) چوتھے و پانچویں مرتبے کی احادیث کو اوپر کے مراتب کے رواۃ کی احادیث کی روشنی میں پرکھا جائے گا جو ان کے موافق ہوں وہ مقبول ہوں گی،

(ج) چھٹے مرتبہ کی احادیث کو "اعتبار" کیلئے لکھا جائے گا، نہ حجت بنایا جائیگا اور نہ پرکھ وجانچ کر ان پر عمل کیا جائے گا[1]

بعض ائمۂ فن کی مخصوص اصطلاحات :- مذکورہ تفصیل عام محدثین کے نزدیک ہے بعض ائمۂ فن کی مخصوص اصطلاحات بھی ہیں طالب فن کیلئے ان

---

[1] تدریب ج ا ص ۳۴۳ تا ۳۴۵،

سے بھی واقفیت ضروری ہے مثلاً ابن معین بخاری، ذہبی، ابو حاتم احمد بن حنبل ابن القطان وغیرہ [۱]

۸ **مشہور و اہم کتب:** ۔ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جرح و تعدیل کی بعض کتابوں میں جرح و تعدیل دونوں کی بحث ہے اور ثقہ اور ضعیف دونوں قسم کے رواۃ کا تذکرہ ہے اور بعض کسی ایک کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح بعض کتابوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں حدیث کی کسی ایک کتاب یا چند کتابوں کے رواۃ کا تذکرہ ہے اور بعض میں عام رواۃ کا ذکر ہے خواہ ان کی روایت کسی کتاب میں ہو۔

(الف) عام کتب:۔ ۱۔ تاریخ بخاری م ۲۵۶ھ معروف بہ "التاریخ الکبیر" اس کتاب میں بعض حضرات کے بقول چالیس ہزار افراد کے حالات مذکور ہیں ویسے مطبوعہ نسخے میں (۱۲۳۴۵) افراد کے حالات ہیں۔

۲۔ تاریخ ابن خیثمہ م ۲۷۹ھ ۳۔ ابن ابی حاتم م ۳۲۷ھ اور امام احمد م ۲۴۱ھ کی "الجرح والتعدیل" ۴۔ طبقات ابن سعد م ۲۳۰ھ ۵۔ تمییز النسائی م ۳۰۳ھ وغیرہ ان میں سے دوسری کے متعلق نووی کا بیان ہے کہ نہایت قیمتی فوائد پر مشتمل ہے اور تیسری کے متعلق ہے "نہایت عظیم الشان کتاب ہے"۔ نیز ۶۔ "التکمیل فی معرفۃ الثقات والمجاھیل" جو مشہور مفسر ابن کثیر م ۷۷۴ھ کی کتاب ہے وہ بھی نہایت اہم کتاب ہے۔

(ب) **معتمد رواۃ سے متعلق:**۔ ۱۔ ثقات ابن حبان م ۳۵۴ھ ۲۔ ثقات احمد بن عبداللہ عجلی م ۲۶۱ھ کی ۳۔ شمس الدین ذہبی م ۷۴۸ھ کی تذکرۃ الحفاظ ۴۔ قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ کی کتاب الثقات،

(ج) **ضعفاء کے متعلق:**۔ "الکامل" ابن عدی م ۳۶۵ھ کی جس میں ضعفاء اور ان تمام لوگوں کا تذکرہ ہے جن پر جرح کی گئی ہے خواہ وہ جرح مقبول ہو یا

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ اسماء الرجال ص ۲۹ تا ۳۱۔ اختصار علوم الحدیث ص ۱۰۵

غیر مقبول، ۲۔ "الضعفاء" امام بخاری کی، ۳۔ "تاریخ الضعفاء" نسائی کی، ۴۔ "میزان الاعتدال" ذہبی کی، یہ بھی "الکامل" کے انداز پر ہے مگر اس میں صحابہ اور ائمہ اربعہ کو نہیں لیا گیا ہے اگرچہ جرح کے کلمات ان حضرات کے حق میں بھی منقول ہیں اور ابن عدی نے سب کو جمع کیا ہے ۵۔ "لسان المیزان" ابن حجر کی، جس میں ذہبی کی میزان کو مع زوائد جمع کیا گیا ہے لیکن صحاح ستہ کے رواۃ کو اور جن رواۃ کو انہوں نے اپنی کتاب "تہذیب الکمال" میں ذکر کیا ہے، ان سارے رواۃ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

(د) **مخصوص کتب کے رواۃ کے متعلق:** ۱۔ الکمال فی اسماء الرجال عبد الغنی مقدسی م ۶۰۰ھ کی جو صحاح ستہ کے ثقہ و ضعیف تمام رواۃ سے متعلق ہے ۲۔ تہذیب الکمال، مصنف حافظ جمال الدین مزی م ۷۴۲ھ ۳۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر کی جو دراصل مزی کی تہذیب الکمال کی تلخیص اور سلیقہ وار ترتیب کی صورت میں پیش کی گئی ہے [۱]

(ھ) **قواعد جرح و تعدیل سے متعلق کتب:** ۱۔ مقدمہ کتاب الجرح والتعدیل مصنف ابن ابی الحاتم م ۳۲۷ھ ۲۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، مصنف مولانا عبد الحی لکھنوی م ۱۳۰۴ھ نہایت اہم و مفید کتاب ہے جو حلب و بیروت سے بھی شائع ہوئی ہے [۲]

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۳۶۸ و تیسیر المصطلح ص ۱۵۰ — فن اسماء الرجال ۹۷ تا ۱۰۲۔

[۲] منہج النقد ص ۱۱۵۔

فصل سوم

معرفت رواۃ

راویان حدیث کی شخصیات وحالات سے واقفیت کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ راویان حدیث کی شخصیات اور ان کے حالات زندگی کا علم ایک اہم چیز ہے اس لئے کہ جب تک کسی شخصیت کا امتیاز نہ ہوگا اس کے حق میں شرائط مقبولیت کے وجود وعدم وجود اور ہر ایک کے مراتب کی تحقیق نہیں ہو سکتی۔ ان حالات کو عموماً جرح وتعدیل کی کتابوں میں لے لیا گیا ہے لیکن اس کے تحت مختلف امور اور امتیاز طلب چیزوں کو لے کر بہت سے محدثین نے مستقلاً بھی کام کیا ہے اور کتابیں لکھی ہیں اس سلسلہ کے بعض اہم علوم حسب ذیل ہیں (۱) معرفتِ صحابہ (۲) معرفتِ تابعین (۳) معرفت برادران وخواہران (۴) معرفت متفق ومفترق (۵) معرفت مؤتلف ومختلف (۶) معرفتِ متشابہ (۷) معرفت مہمل (۸) معرفت مبہمات (۹) معرفت وحدان (۱۰) معرفت مذکورین باسماء یا صفات مختلفہ (۱۱) معرفت اسمائے مفردہ وکنیت والقاب (۱۲) معرفتِ اسماء مشہورین بکنیات (۱۳) معرفتِ القاب (۱۴) معرفتِ منسوبین بسوئے غیر پدر (۱۵) معرفت نسبتہائے خلاف ظاہر (۱۶) معرفت تواریخ رواۃ (۱۷) معرفت خلط کنندگان از ثقات (۱۸) معرفت طبقاتِ علماء ورواۃ (۱۹) معرفت موالی (۲۰) معرفتِ رواۃ ثقات وضعفاء (۲۱) معرفت اوطان وممالک رواۃ۔

ان علوم اور ان جیسے وہ تمام علوم جو راویانِ حدیث کی زندگی پر مکمل روشنی ڈالتے ہیں ان کے مجموعہ کو "علمِ اسماء الرجال" کہتے ہیں (وہ علم جس کے ذریعہ رجالِ حدیث یعنی راویانِ حدیث سے واقفیت حاصل ہوتی ہے) یہ ذہن نشین رہے کہ اس کے تحت صرف انہیں رواۃ کے حالات مذکور ہیں جو ابتدائی چند صدیوں میں واسطہ در واسطہ ایک دوسرے تک احادیث وآثار کو منتقل ونقل کرتے رہے

اس کے تحت عہد صحابہ سے لیکر بعد کے ایک طویل عرصہ تک کے انھیں لوگوں کے حالات مذکور ہیں جو ابتدائی عہد کے محدثین کے انداز پر احادیث کی نقل و روایت اور درس و تدریس کا کام کرتے رہے یعنی جو اپنی ذات سے لے کر صحابہ و حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام واسطوں کے ذکر کے ساتھ کسی حدیث کی نقل و روایت کا کام کریں خواہ ، حفظ و یادداشت کی بنیاد پر ہو یا تحریر اور اپنی مؤلفات کی مدد سے موجودہ عہد کا جو طریقہ اب درس حدیث میں بھی رائج ہے کہ کوئی کتاب لے کر پڑھا دی جاتی ہے اور اس کی سند و متن پر کلام کیا جاتا ہے ، اور پڑھانے والوں و کتاب کے مؤلف کے درمیانی واسطوں سے کوئی بحث نہیں اور نہ ان پر کلام ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اب تالیف شدہ کتابوں پر ہی اعتماد و مدار ہے ، اس لیے ان آخری عہدوں کے ان لوگوں کے حالات اس کے تحت نہیں آتے جو مذکورہ رواج کے مطابق اس کام کو کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں ۔

جن راویان حدیث کے حالات ان کتابوں میں ہیں ان کی مجموعی تعداد پانچ لاکھ ذکر کی گئی ہے [۱] اور جن کا زمانہ امام ذہبی م ۷۴۸ھ کی کتاب " تاریخ الاسلام و طبقات مشاہیر الاسلام " میں ۷۰۰ھ تک پہونچا ہے ، اس لیے کہ انہوں نے اس میں ۱ھ سے لے کر ۷۰۰ھ تک کے ایسے تمام اشخاص کا احاطہ کر لیا ہے ، پوری کتاب ۳۵ جلدوں میں تھی ، اسی طرح ذہبی کی دوسری کتاب " تذکرۃ الحفاظ " بھی ۷۰۰ھ اور اس سے کچھ آگے تک ہے ، اور پھر اس کے متعلقات جو

---

[۱] اسماء الرجال ص ۱۰ بحوالہ مقدمہ الاصابہ ۔

"ذیول" کے عنوان سے معروف ہیں ان میں مذکور راویان حدیث نویں صدی ہجری کے اختتام تک کے ہیں ابن حجر کی "لسان المیزان" میں نویں کے وسط تک کے اور سیوطی کے "ذیل" میں نویں آخری دہائی اور دسویں صدی ہجری کی پہلی دہائی تک کے ہیں ۔

ویسے اصلاً جرح و تعدیل کا زیادہ تر سلسلہ متون حدیث کی تالیف کے آخری عہد تک یعنی امام بیہقی م ۴۵۸ھ کے عہد تک رہا ہے پھر چونکہ احادیث کے اصل و معتمد تمام مجموعے تصنیف کیے جا چکے تھے اس لیے اس کے بعد رواۃ کے حالات کو جمع کرنے کا نہ اہتمام کیا گیا اور نہ ہی اس کی ضرورت رہ گئی کیونکہ اب نقل احادیث کے سلسلے میں کتابوں پر ہی اعتماد کیا جانے لگا، ان راویانِ حدیث کی تعداد پانچ لاکھ تک بتائی جاتی ہے ۔

۱
معرفتِ صحابہ

۱۔ تعریف :۔ ا۔ لغوی :۔ لفظ "صحابہ" اصلاً "ساتھ رہنے" کے معنی میں ہے اسی سے لفظ "صحابی" اور "صاحب" ماخوذ ہے بمعنی "ساتھ رہنے والا" "اصحاب" اور "صحب" اسی لفظ کی جمع ہے ۔ اور لفظ "صحابہ" بھی بکثرت بطور جمع اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے ، بلکہ اردو میں تو یہی لفظ رائج و معروف ہے ،

ب ۔ اصطلاحی :۔ وہ شخص جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی حالت میں حضور کی ملاقات کا شرف حاصل ہو اور اسلام پر ہی اس کی موت آئی ہو ،

۲۔ توضیح :۔ یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے اسلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ملا تو اس کو "صحابی" نہیں کہیں گے ۔ اور

اگر کسی کو حالت اسلام میں زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو اگر اس کی موت کفر پر ہوئی تو وہ بھی "صحابی" نہیں کہلائے گا ۔

لیکن اگر حالت اسلام میں ملاقات کے بعد کفر کو اختیار کرلے اور پھر توبہ کرکے اسلام میں داخل ہو جائے اور اسی حال میں اس کی موت آئے تو اصح قول کے مطابق وہ اس شرف سے محروم نہیں قرار دیا جائے گا

اور خواہ دیکھنے کا قصد کیا گیا ہو یا نہیں ؟ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھنے کا قصد کیا گیا ہو یا کسی دوسرے کو اور خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی ہو، یا صحابی کی نظر آپ پر پڑی ہو ہر حال میں صحابیت شمار ہوں گی [۱]

۳۔ اہمیت و فائدہ :۔ اہمیت اور فن حدیث کی رو سے اس علم کے فائدہ کی عظمت

---

[۱] نزھۃ النظر ص ۵۵ ۔

ظاہر ہے کہ مرفوع روایات میں "متصل" روایات کو امتیازی درجہ حاصل ہے، یعنی جو کہ پوری سند کے ساتھ منقول ہوں اور، جبتک یہ علم نہ ہو کہ کون کون حضرات صحابہ میں سے ہیں؟ یا کہ فلاں و فلاں صحابی ہیں یا نہیں؟ کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ "متصل" ہے یا یہ کہ "مرسل" لہ

۴۔ **صحبت و صحابیت کو جاننے کے ذرائع** پانچ ہیں،

(الف) تواتر:۔ عہد نبوی سے لیکر آج تک امت کے ہر عہد و طبقے میں ایک معتمد و بڑی جماعت کا کسی کے متعلق یہ بیان کر وہ حضرت کے صحابی تھے جیسے حضرت ابو بکر، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ وغیرہ چند اکابر صحابہ

(ب) شہرت:۔ یعنی تواتر کی حد کو پہنچے بغیر کسی کے حق میں اس کی شہرت جیسے حضرت ضمام بن ثعلبہ، عکاشہ بن محصنؓ اور وہ بہت سے صحابہ جن کا تذکرہ روایات میں بکثرت آتا ہے۔

(ج) **خبر صحابی**:۔ یعنی کسی صحابی کا بیان و تصریح کہ فلاں کو یہ شرف حاصل ہے

(د) معتمد تابعی کا بیان:۔ کہ فلاں کو یہ شرف حاصل ہے۔

(ہ) خود:۔ کسی کی اپنے متعلق اس کی تصریح بشرطیکہ وہ معتمد ہو اور قرائن کی رو سے اس کے دعوی کی صحت ممکن ہو۔ مثلاً بعض حضرات کی تصریح کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو سو سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد اگر کوئی اس قسم کا دعوی کرے گا تو معتبر نہیں ہوگا ۲ے

۵۔ **صحابہ کی عدالت**:۔ جمہور اہل سنت جماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ صحابہ سارے کے سارے چھوٹے ہوں یا بڑے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کا شرف انھیں جس حال میں حاصل ہوا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں

لہ تدریب ج ۲ ص ۲۰۶ ۲ے نزھۃ النظر ص ۵۶ تدریب ج ۲ ص ۲۱۳۔

انھوں نے ایک دو گھڑیاں گذاری ہوں یا چند سال۔ اور خواہ فتنۂ و فساد کے زمانے سے پہلے وفات پا چکے ہوں یا اس زمانے میں رہے ہوں، باہمی اختلافات میں کسی ایک طرف وابستہ ہوں یا نہ ہوں سب عادل و معتمد ہیں، اور ہر ایک کی روایتہً ان کی عدالت کے متعلق کسی بھی قسم کی تفتیش و جستجو کے بغیر مقبول و معتبر ہے ان کے حق میں قرآنی تصریحات، نبوی ارشادات، اور دین کی نقل و حفاظت میں ان کے توسط و شرکت، نیز ان کو حاصل مرتبہ و شرافت سب کا یہی تقاضا ہے۔ ان کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے نقل روایت کے حق میں کذب بیانی یا کسی دوسری ایسی چیز کو جس سے روایت کی صحت و مقبولیت متاثر ہو، قصداً اختیار نہیں کیا[1]

۶۔ کثیر تعداد میں روایات کے ناقلین:۔ صحابہ میں سے چھ حضرات ایسے ہیں جن سے بہت بڑی تعداد میں روایات منقول ہیں ان سے منقول روایات کی تعداد کے اعتبار سے ترتیب وار وہ حضرات حسب ذیل ہیں۔

(الف) حضرت ابو ھریرہؓ:۔ کل روایات ۵۳۷۴۔ ان سے روایات کو نقل کرنے والے تین سو سے اوپر ہیں۔

(ب) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ:۔ کل روایات ۲۶۳۰

(ج) حضرت انس ابن مالکؓ:۔ ۲۲۸۶

(د) حضرت عائشہ ام المومنینؓ:۔ ۲۲۱۰

(ھ) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ:۔ ۱۶۶۰

(و) حضرت جابر بن عبداللہؓ:۔ ۱۵۴۰[2]

۷۔ مفسرین صحابہ:۔ اکابر علماء صحابہ کی ایک جماعت کو تفسیر کے سلسلے میں بھی امتیاز رہا ہے اس جماعت میں حضرات خلفائے راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت و عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن

---

[1] تدریب مع حاشیہ ج ۲ ص ۲۱۴ تا ۲۱۶ [2] تدریب ج ۲ ص ۲۱۶ - ۲۱۷

زبیر، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں اور ان میں بھی خلفائے راشدین میں سے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود و حضرت اُبی کا نمایاں مقام ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس تو ترجمان القرآن و امام تفسیر شمار ہوتے ہی تھے [۱]

۸۔ افتاء میں فائق :۔ بکثرت فتاویٰ کے بیان کرنے میں بھی ایک جماعت فائق ہے جن میں سرفہرست حضرت عبداللہ بن عباس ہیں جنھوں نے فتنوں سے الگ تھلگ مکہ مکرمہ میں قیام کر کے یہ عظیم و وسیع خدمت انجام دی ان کے بعد چھ اکابر علما صحابہ ہیں یعنی حضرت عمر و علی و ابی بن کعب زید بن ثابت و ابو الدرداء و ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور مشہور تابعی فقیہ و محدث حضرت مسروق کے قول کے مطابق "یہ چھ حضرات سارے صحابہ کے علوم کے جامع تھے اور ان کے علوم کے جامع حضرت علیؓ و حضرت ابن مسعودؓ تھے" ابن حزم نے حضرت ابو درداء، حضرت ابی کے بجائے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کو ذکر کیا ہے۔ [۲]

۹۔ مؤلفین صحابہ :۔ حدیث کی تحریر و کتابت کے مبحث کے تحت آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرات صحابہ میں سے متعدد حضرات نے احادیث کے مجموعے تیار کئے تھے ان حضرات کے اسماء گرامی اسی موقع پر آ رہے ہیں حدیث کے علاوہ دیگر بعض امور کی بابت بھی ان حضرات کی تالیفات کا ذکر ملتا ہے یعنی حضرات صحابہ کی صف میں ایک جماعت "مؤلفین" کی بھی ہے مثلاً۔

(الف) حضرت جابر ابن عبداللہ، مسائل حج کی بابت ان کا مجموعہ مسلم میں شامل ہے۔

---

[۱] التفسیر والمفسرون ج ۱ ص ۶۳ - ۶۵، [۲] تدریب ج ۲ ص ۲۱۸ و ۲۱۹

(ب) حضرت زید بن ثابت، فرائض پر ان کا رسالہ طبرانی کی المعجم الکبیر میں منقول ہے
(ج) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، مغازی پر ان کی ایک کتاب ہے۔
(د) حضرت عمر بن خطاب، صدقات کی احادیث کا جامع ان کا ایک رسالہ تھا
(ھ) حضرت عمرو بن حزم، انہوں نے مکاتب نبویہ کا مجموعہ ترتیب دیا تھا۔[۱]

۱۰۔ عبادلہ :- کتب حدیث وفقہ میں بکثرت "عبادلہ" کا لفظ آیا ہے کہ عبادلہ سے یہ مراد ہے، یہ منقول ہے تو اصلاً یہ لفظ عبداللہ کی جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جن میں سے ہر ایک "عبداللہ" کے نام سے موسوم تھا، لیکن کتابوں میں اس لفظ سے محض چار ایسے صحابۂ کرام مراد لیے جاتے ہیں۔

(الف) حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ
(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ
(ج) حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ
(د) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ

حدیث کی نقل کے حق میں یہی چاروں مراد ہوتے ہیں، اور اگر کوئی شرعی حکم وفقہی مسئلہ کا بیان ہو تو حضرت "عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ" کے بجائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہوتے ہیں۔ اور اکثر وبیشتر فقہاء عبادلہ "ثلاثہ" کا ذکر کرتے ہیں جن سے، ابن عمر ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو مراد لیتے ہیں[۲] اور اگر صرف لفظ عبداللہ ذکر کیا جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود مراد ہوتے ہیں[۳] کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ کسی حکم کے بیان میں یہ لفظ لایا جاتا ہے اور ان میں سے کسی کا استثناء بھی ہوتا ہی کہ وہ سب کے ساتھ نہیں ہوتا ہے۔

---

[۱] دراسات فی الحدیث النبوی، فصل اول از باب رابع
[۲] تدریب ج ۲ ص ۲۱۹۔ [۳] عنایہ شرح ہدایہ بر حاشیہ فتح ج ۴ ص ۳۰۴

خصوصیت سے ان حضرات کے مصداق قرار پانے کی وجہ احادیث اور احکام و مسائل کی نقل و بیان میں ان کا امتیاز و تفوق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک مدت دراز تک باحیات رہنا ہے اسکا لیے نقل روایات کے سلسلے میں ابن مسعودؓ کو نہیں مراد لیا جاتا کہ اگرچہ ان کو بھی امتیاز حاصل ہے مگر ان کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی ہو گیا تھا۔[1]

۱۱- **تعداد** :- صحابہ کرام کی کوئی قطعی تعداد منقول نہیں اس لیے کہ نہ ان کو شمار کیا جا سکا اور نہ ہی یہ ممکن تھا۔ البتہ بعض اکابر کے قول سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ مشہور ترین قول ابو زرعہ رازی کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ آپ کی باتوں کے سننے و روایت کرنے والے چھوڑ کر وفات فرمائی۔

لیکن ان میں سے جن حضرات کے کچھ بھی حالات جمع کیے جا سکے ہیں ان کی تعداد دس ہزار سے اوپر نہیں جبکہ ان میں بچے، بوڑھے، اور آپؐ کی حیات میں ہی وفات پانے والے بھی شامل ہیں۔[2]

۱۲- **طبقات و مراتب** :- چونکہ "طبقات" کو بیان کرنے والوں نے طبقاتؔ کی تقسیم کے لیے مختلف امور کو بنیاد بنایا ہے اس لیے، تعداد طبقات میں اختلاف ہے۔

حاکم نے اسلام و ہجرت میں سبقت اور اہم غزوات میں شرکت کو بنیاد قرار دیتے ہوئے بارہ طبقات ذکر کیے ہیں۔ اور ابن سعد نے محض اہم غزوات میں شرکت کے پیش نظر پانچ طبقات قرار دیے ہیں۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵۷ [2] تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۲۱-۲۲۲

(الف) طبقات حاکم :- بارہ ہیں ترتیب دار، سب سے پہلا، اعلیٰ اور آخری سب سے ادنیٰ ہے۔

۱۔ مکہ مکرمہ میں اولین اسلام لانے والے جیسے چاروں خلفاء، ۲۔ دارالندوہ میں جمع ہونے والے ۳۔ مہاجرین حبشہ (رجب ۵ھ نبوی) ۴۔ اصحاب عقبہ اولیٰ، (یعنی مدینہ کے اولین مومنین جنھوں نے ۱۱ھ نبوی کے حج کے موقع پر، ایمان قبول کیا۔) ۵۔ اصحاب عقبہ ثانیہ، (حج نبوی ۱۲ھ کے موقع پر ایمان لانے والے) ۶۔ اولین مہاجرین جنھوں نے قبا میں قیام کیا، ۷۔ اہل بدر ۸۔ واقعات بدر و حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والے ۹۔ بیعت رضوان کے شرکا، (حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان کی شہادت کی غلط شہرت ہو جانے پر ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے لی جانے والی بیعت، کے شرکا، جس کو بیعت رضوان کہتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان شرکار کے لیے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے) ۱۰۔ واقعات حدیبیہ و فتح مکہ کے درمیان ہجرت کرنے والے ۱۱۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے ۱۲۔ وہ بچے و لڑکے جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے مواقع پر دیکھا[1]

عام طور سے لوگوں نے حاکم کے طبقات کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ افاضل صحابہ :- باتفاق اہل سنت۔ افضل ترین حضرت ابوبکر ان کے بعد حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی، پھر باقی عشرہ مبشرہ پھر اصحاب اُحد پھر اہل بیعت رضوان پھر اہل فتح مکہ پھر بعد کے لوگ، اس ترتیب کے علاوہ الگ الگ متفرق اوصاف و کمالات میں بعض حضرات کی افضلیت منقول ہے، جیسے رحم میں ابوبکرؓ دین میں شدت کے لحاظ سے عمرؓ

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۲۱-۲۲۲، منہج النقد ص ۱۱۹، معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۹-۳۱،

حیا اور شرم میں حضرت عثمانؓ، قضا اور صحیح فیصلہ کرنے کی قدرت میں حضرت علیؓ، حلال و حرام کا علم زیادہ رکھنے میں حضرت معاذ بن جبلؓ، میراث اور علم فرائض کے مسائل میں زید بن ثابت، قرأت و تجوید میں ابی بن کعب امانت میں ابو عبیدہ، رضی اللہ عنہم۔[1]

۱۴- **عشرۂ مبشرہ**:- صحابہ میں وہ دس مہاجرین عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں، جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی وہ ہیں، خلفا اربعہ، اور سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، طلحہؓ بن عبید اللہ، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمانؓ بن عوف، ابو عبیدہ بن جراح، رضی اللہ عنہم[2]

۱۵- **اولین اسلام لانے والے**:- تمام انسانوں میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا شرف، محققین کی ایک جماعت کے نزدیک حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہے اور احتیاطی بات یوں ذکر کی جاتی ہے۔

(الف) آزاد مردوں میں حضرت ابو بکرؓ
(ب) بچوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب
(ج) عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ام المؤمنین
(د) آزاد غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ
(ہ) غلاموں میں حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہم[3]

۱۶- **آخری وفات پانے والے**:- حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ لیثی، جنھوں نے مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ھ ہجری یا اس کے بعد وفات پائی، سیوطی نے مختلف ممالک و شہروں کی نسبت سے سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے[4]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۲۲ تا ۲۲۴ [2] ایضاً ۲۲۳ [3] ایضاً ص ۲۲۵ تا ۲۲۸ [4] ایضاً ۲۲۸ تا ۲۳۲،

۱۷۔ مشہور و اہم مصنفات درباب معرفت صحابہؓ:۔ حضرات صحابہ کے تذکروں پر مشتمل مشہور و اہم کتب حسب ذیل ہیں،

(الف) ابن حبان ت ۳۵۴ھ ابن مندہ ت ۳۹۵ھ ابو موسیٰ مدینی ت ۲۳۴ھ وغیرہ کی کتابیں،

(ب) "الاستیعاب فی اسماء الاصحاب" مصنف عبدالبر م ۴۶۳ھ ساڑھے تین ہزار صحابہ کے حالات پر مشتمل ہے اور بڑی تعداد میں نہایت قیمتی فوائد پر مشتمل ہے البتہ صحابہ کے باہمی اختلافات کی بابت اس کا پہلو یوں کمزور ہے کہ اِدھر اُدھر کے لوگوں سے بہت کچھ لے لیا گیا ہے،۔

(ج) اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ" مصنف علی ابن اثیر م ۶۳۰ھ سات ہزار پانچ سو چالیس صحابہ کے حالات پر مشتمل ہے اور معقول اضافہ کے ساتھ ان سے پہلے کے لوگوں کی تصنیف کردہ کتابوں کی جامع ہے یعنی جن کتابوں کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے، [۱]

(د) "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ:۔ مصنف احمد بن علی ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ اس موضوع پر نہایت مشہور و جامع کتاب ہے، پہلی چھ جلدوں میں صحابہ کے اسماء ہیں جن کی تعداد (۹۴۷۰) ہے اور ساتویں میں کنیتوں کا ذکر ہے جو (۱۲۶۸) ہیں اور آٹھویں جلد میں (۱۵۴۵) صحابیات کے حالات مذکور ہیں۔

(ہ) تجرید اسماء الصحابۃ:۔ ابو عبداللہ ذہبی م ۷۴۸ھ اس میں صحابہ کرام کے صرف اسماء جمع کیے گئے ہیں،

(و) عین الاصابۃ:۔ مصنف جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ یہ کتاب ابن حجر کی کتاب کی تلخیص ہے۔ [۲]

---

[۱] تدریب حاشیہ ج ۲ ص ۲۰۷، [۲] اسماء الرجال ص ۴۸، ۵۸ تاریخ فنون الحدیث ۱۴۶

۲

معرفتِ تابعین

۱- **تعریف** :- الغوی، "تابعین" "تابع" یا "تابعی" کی جمع ہے، تابعی و تابع یعنی پیچھے پیچھے چلنے والا،

ب- اصطلاحی :- وہ شخص جو کسی صحابی سے اسلام کی حالت میں ملے اور اسلام کی ہی حالت میں مرے۔

۲- **توضیح** :- تابعی کے سلسلہ میں بھی وہی تفصیلات ہیں جو "معرفت صحابہ" کے تحت، "توضیح" کے عنوان سے آپ کے سامنے آچکی ہیں، حتیٰ کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام کو قبول کر چکے تھے مگر انھیں حضور صلی اللہ کی ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا وہ بھی تابعین میں شامل ہیں، اور وہ دسیوں کی تعداد میں ہیں ایسے لوگوں کو "مُخضرَم" اور "مُخضرَمِین" کہتے ہیں [1]

۳- **فائدہ** :- اس دھوکہ سے حفاظت کہ کسی تابعی کو صحابی سمجھ لیا جائے اور نتیجۃً "مرسل" حدیث کو "متصل" قرار دیا جائے [2]

۴- **طبقات** :- بنیاد میں اختلاف کی وجہ سے تعداد طبقات میں اختلاف ہے (الف) مسلم نے تین (ب) ابن سعد نے چار (ج) حاکم نے پندرہ طبقات قرار دیئے ہیں۔ تین طبقات یوں ہیں، **اکابر تابعین** عموماً **اکابر صحابہ سے روایت کرنے والے**، **متوسطین صحابہ و تابعین دونوں سے روایت کرنے والے**، **اصاغر تابعین اصاغر صحابہ سے روایت کرنے والے**

طبقات حاکم :- صحابہ کے طبقات و فضائل کے پیش نظر ان سے ملاقات

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۳۴ و شرح نخبۃ ص ۵۶ [2] تدریب ج ۲ ص ۲۳۸ - ۲۳۹

واستفادہ کرنے والوں کے طبقات قائم کیے ہیں، اولین ان کو قرار دیا ہے جن کی عشرۂ مبشرہ سے ملاقات ہوئی، اور آخری جنھوں نے اپنے شہر و علاقے کے آخری وفات پانے والے صحابی سے ملاقات کی۔ [۱]

۵۔ **افضل ترین تابعی** :۔

(الف) حضرات تابعین میں افضل ترین کے متعلق متعدد اقوال ہیں،

۱۔ نزد اہل مدینہ حضرت سعید ابن مسیبؒ

۲۔ نزد اہل کوفہ حضرت اویس قرنیؒ

۳۔ نزد اہل بصرہ حضرت حسن بصریؒ

عراقی کا قول ہے کہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اویسؒ کی تعریف منقول ہے اس لیے، اہل کوفہ کا ہی قول صحیح ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ زہد و تقویٰ کے اعتبار سے "حضرت اویسؒ اور علم و فقاہت کے اعتبار سے حضرت سعیدؒ فائق ہیں۔

(ب) حضرات تابعیات میں "حفصہ بنت سیرینؒ" اور "عمرہ بنت عبدالرحمٰن، کو افضل شمار کیا گیا ہے اور ایاس بن معاویہ کا قول ہے کہ میں کسی کو حفصہ سے بہتر نہیں سمجھتا حتیٰ کہ حضرت حسن بصریؒ اور خود ان کے والد حضرت ابن سیرین کو بھی،

۶۔ **فقہاء سبعہ** :۔ اکابر تابعین میں امتیازی مقام مدینہ کے تابعین میں سے ان سات حضرات کو حاصل ہے جو "فقہاء سبعہ" (سات فقہا) کے لقب سے معروف ہیں یعنی

سعیدؒ ابن مسیب، قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ، عروہؒ بن زبیر، خارجہؒ بن زید بن ثابت، ابو سلمہؒ بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبیداللہؒ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، سلیمانؒ بن یسار، رحمہم اللہ تعالیٰ، ابن مبارک نے ابو سلمہ کے بجائے سالم بن عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو ذکر کیا ہے [۲]

---

[۱] معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۲ - ۵۳ [۲] تدریب ج ۲ ص ۲۴۰ تا ۲۴۲

۷- آخری وفات پانے والے تابعی :- خلیفہ بن ایوبؒ م۔ ۱۸۰ھ یا ۱۸۱ھ میں لے

۸- مشہور مصنفات درباب تابعین :-

(الف) "معرفۃ التابعین" - ابو المطرف بن فطیس الاندلسی م ۴۰۲ھ

(ب) "طبقات التابعین" - امام مسلم م ۲۶۱ھ

(ج) "کتاب التابعین" - مصنف ابن حبان م ۳۵۴ھ لے

۹- اتباع تابعین :- حاکم نے حضرت تابعین کے تلامذہ و مستفیدین جن کو "اتباع تابعین" اور "تبع تابعی" کہتے ہیں، ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور ان سے متعلق اہم کتابوں میں ابن حبانؒ کی "اتباع التابعین" اور "تباع التابعین" ہیں جو پندرہ پندرہ جلدوں پر مشتمل تھیں سے

۱۰- مخضرمین : جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام لایا لیکن آپ کی ملاقات کا شرف نہ حاصل کر سکا۔ وہ "مخضرم" کہلاتا ہے۔ اور ایسے لوگ اصلاً تابعین میں سے ہیں اسی لئے ان کے ضمن میں ذکر کئے گئے ہیں مثلاً حضرت اویس قرنیؒ امام مسلم اور عراقی نے مجموعی طور پر ایسے تقریباً چالیس اشخاص کا ذکر کیا ہے ابو اسحق ابراہیم بن محمد سبط ابن العجمی م ۸۴۱ھ نے ایسے لوگوں سے متعلق مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے

تذکرۃ الطالب المعلم بمن یقال انہ مخضرم سے

لے تدریب ج ۲ ص ۲۴۰ تا ۲۴۲،

سے الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰۵ اور اسماء الرجال ص ۹۲،

سے تدریب ج ۲ ص ۲۴۳ و اسماء الرجال ص ۹۲، سے علم رجال الحدیث ص ۲۵

۳

معرفۃ برادران وخواہران

۱- **توضیح** :- برادران وخواہران کی معرفت دواقفیت سے مراد یہ ہے کہ ہر طبقہ کے راویوں میں جو لوگ آپس میں بھائی بھائی یا بھائی بہن ہیں ان سے واقفیت پیدا کی جائے۔

۲- **فائدہ** :- والد کے نام کی یکسانگی کی وجہ سے، دو غیر اشخاص کو بھائی بھائی نہ سمجھ لیا جائے۔ جیسے، عبداللہ بن دینار" اور "عمرو بن دینار" دونوں کے والد کا نام "دینار" ہے، اور دونوں کے والد الگ الگ شخص ہیں، عبداللہ وعمرو، آپس میں بھائی نہیں ہیں۔

۳- **امثلہ** :- دو سے لیکر بڑی تعداد تک افراد آپس میں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں۔

(الف) دو اشخاص۔ صحابہ میں۔ حضرت عمر، حضرت زید، - پسران خطاب

(ب) تین اشخاص۔ صحابہ میں۔ حضرات علی، جعفر، عقیل، پسران ابی طالب۔

(ج) چار اشخاص۔ اتباع تابعین میں سہیل، عبداللہ، محمد، صالح، پسران ابی صالح۔

(د) پانچ اشخاص۔ اتباع تابعین میں سفیان، آدم، عمران، محمد ابراہیم پسران عیینہ۔

(ھ) چھ اشخاص۔ تابعین میں محمد، انس، یحییٰ، معبد، حفصہ، کریمہ، اولاد سیرین چار بھائی اور دو بہنیں ان میں سے تین ایسے ہیں کہ ایک روایت کو ایک دوسرے کے واسطے سے انہوں نے حضرت انس بن مالک سے نقل کیا ہے محمد نے یحییٰ سے

۱؎ تدریب ج ۲ ص ۲۴۹ تا ۲۵۳

انہوں نے انس سے اور انس نے حضرت انس بن مالکؓ سے

(و) سات اشخاص صحابہ۔ نعمان، معقل، عقیل، سوید، سنان، عبدالرحمن عبداللہ پسران مقرن۔

یہ ساتوں حضرات مہاجرین صحابہ میں سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ غزوۂ خندق میں ساتوں شریک تھے۔ سیوطی نے آخری تعداد چودہ کی حضرت عباس کے صاحبزادگان اور صاحبزادیوں کی ذکر کی ہے۔

۴ مشہور مصنفات دریں باب:-

(الف) "کتاب الاخوۃ" مصنف ابوالمطرف عبدالرحمن بن فطیس اندلسی م ۴۰۲ھ

(ب) "کتاب الاخوۃ" مصنف ابوالعباس السراج م ۳۱۳ھ نیز اس موضوع پر ابن مدینی، امام مسلم، نسائی، ابوداؤد وغیرہ کی تصانیف ہیں۔ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۴۹ تا ۲۵۳

متفق ومفترق

۱- تعریف :- الغوی - متفق بمعنی متحد دیکساں، مُفتَرِق بمعنی مختلف وجدا

ب- اصطلاحی - تحریر وتلفظ میں ناموں کے اتحاد کے ساتھ شخصیات کا اختلاف ،- اس کے تحت بہت سی شقیں وصورتیں نکلتی ہیں -

۱- (الف) دو یا چند راویوں اور ان کے والدوں کے نام ایک ہوں (ب) جیسے خلیل بن احمد، عمر بن خطاب، نام کے چھ اشخاص ہوئے،

۲- (الف) دو یا چند راویوں کے والدوں اور اجداد یا اور اوپر کے نام ایک ہوں (ب) جیسے احمد بن جعفر بن حمدان، ایک ہی زمانے میں چار اشخاص ہوئے،

۳- (الف) چند راویوں کے نام اور والدوں کی کنیت ایک ہو (ب) جیسے صالح بن ابو صالح چار اشخاص ہوئے۔

۴- (الف) راویوں اور ان کے والدوں کے نام اور نسبتیں ایک ہوں (ب) محمد بن عبداللہ انصاری۔ دو اشخاص ہوئے۔

۵- چند راویوں کے نام ایک ہوں،

۶- چند راویوں کی کنیتیں اور نسبتیں ایک ہوں جیسے ابو عمران جونی،

۷- راوی اور اس کے والد کا نام ایک ہو،

۸- راوی، اور اس کے والد اور دادا اور اوپر کے لوگوں کا نام ایک ہو جیسے حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب، اور زید بن حسن، بن زید بن حسن، بن زید بن حسن کندی،

۹- راوی کی کنیت اور والد کا نام ایک ہو۔

۱۰- راوی کا نام اور والد کی کنیت ایک ہو،

۱۱- راوی اور اس کی بیوی کی کنیت ایک ہو،

۱۲ - راوی کا نام اور کنیت ایک ہو ،

۱۳ - نسبت ایک ہو اور منسوب الیہ مختلف ہوں ،

۱۴ - راوی اور استاذ کا نام ایک ہو ،

۱۵ - راوی کے استاذ اور استاذِ استاذ کا نام ایک ہو ،

۱۶ - راوی کے استاذ و شاگرد کا نام ایک ہو ،

۱۷ - راوی کے والد و استاذ کا نام ایک ہو ،

۱۸ - مرد و عورت دونوں کا ایک نام ہو ۔ جیسے اسماء بن حارثہ صحابی اور اسماء بنت ابی بکر صحابیہ ہیں ۔

۲ - **اہمیت و فائدہ** :- ان تفصیلات سے واقفیت کی اہمیت اور اسکے فائدہ کی عظمت ظاہر ہے اس لیے کہ ان تفصیلات کا علم نہ ہو تو راوی کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا خاص طور سے جبکہ ہم نام روات ہم عصر یا ہم استاذ ہوں ۔ اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ متعدد اشخاص کو ایک سمجھ لیا جائے ۔ اور یہ کہ ثقہ کو ضعیف یا ضعیف کو ثقہ سمجھ لیا جائے ۔

۳ - **مواقع ذکر** :- ابن حجر اور سیوطی نے ان اقسام اور ان کی مثالوں کو ذکر کیا ہے سیوطی نے مثالیں تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہیں ، اور ان میں بہت سی قسموں سے متعلق مستقل تصانیف و کتب بھی ہیں مثلاً

(الف) ابتدائی چند صورتوں سے متعلق ۔ خطیب م ۴۶۳ھ کی کتاب "اَلْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ" نہایت عمدہ سمجھی جاتی ہے ۔

(ب) "اَلْاَنْسَابُ الْمُتَّفِقَۃُ" مصنف حافظ محمد بن طاہر م ۵۰۷ھ

(ج) نویں و دسویں کے متعلق خطیب کی کتاب ہے ،

(د) گیارہویں کے متعلق ابو الحسن محمد بن حَیُّوْیَہ م ۳۶۶ھ اور ابن عساکر م ۴۹۹ھ کے رسائل ہیں ، (ھ) آٹھویں کے متعلق ابو الفتح ازدی م ۳۷۴ھ کی کتاب ہے ،

(و) بارہویں کے متعلق خطیب کی کتاب ہے ،

---

[1] نزہۃ ص ۷۲ ، وما بعد ۔ تدریب ج ۲ ص ۲۱۶ تا ۳۲۰ و ۳۸۹ تا ۳۹۴

۵

مؤتلِف ومختلِف

۱- تعریف :- ا- مؤتلف بمعنی ملنے والا، ملاقات کرنے والا، اور مختلف بمعنی اختلاف کرنے والا، علٰحدہ رہنے والا۔

ب، اصطلاحی :- نام، یا القاب، یا کنیتیں یا نسبتیں، کتابت میں یکساں ہوں مگر تلفظ ان کا مختلف ہو،

۲- امثلہ :- (الف) "سلام ۔۔ بہ سَلَام" لام کی تشدید کے بغیر بھی پڑھا جاتا ہے اور "سَلّام" ۔ لام کی تشدید کے ساتھ بھی

(ب) "مسور" ۔ "میم" کے زیر، "س" کے سکون، اور "واؤ" کے زبر کے ساتھ یعنی "مِسْوَر" بھی ہے اور "میم" کے پیش، "س" کے زبر، اور "واؤ" کی تشدید کے ساتھ یعنی "مُسَوَّر" بھی ہے، (ج)، "البزاز" دو زار معجمہ کے ساتھ ہے اور "البزّار" پہلے زا معجمہ اور بعد میں "را" مہلہ کے ساتھ ہے

۳- ضابطہ :- (الف) اکثری بات یہ ہے کہ اس کے سلسلہ میں کوئی ضابطہ نہیں ہے تحقیق کے ذریعہ اختلاف کا علم ہوتا ہے،

(ب) بعض کیلئے ضابطہ ہے، جس کی دو صورتیں ہیں،

۱- کسی خاص کتاب کے اعتبار سے ضابطہ ہو، جیسے "یسار" کی صورت میں بخاری ومسلم اور موطا میں جتنے الفاظ ہیں سب "یار" اور "سین" کے ساتھ ہیں صرف "محمد بن بشار" میں "با" اور "شین" کے ساتھ ہے۔

۲- عام ضابطہ ہو، مثلاً یہ کہ "سلام" پانچ مواقع کے علاوہ سب "لام" کی تشدید کے ساتھ ہے۔

۴- اہمیت وفائدہ :- ظاہر ہے کہ علم نہ ہونے پر ناموں کے حق میں غلطی ہوگی

جس سے نہ شخصیات کا صحیح علم ہوگا اور نہ احادیث کے مراتب کا، اس لیے کہ ناموں کو نہ قیاس سے سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے، اور جب علم ہوگا تو غلطی سے حفاظت ہوگی۔

۵۔ مشہور مصنفات:۔ (الف) "المؤتلف والمختلف" مصنف عبد الغنی بن سعید م ۴۰۲ھ،

(ب) "الاکمال"۔ مصنف علی ابن ماکولا م ۴۷۵ھ (ج) "ذیل الاکمال" مصنف ابو بکر محمد بن نقطہ م ۶۲۹ھ (د) تبصیر المنتبہ بتحریر المشتبہ مصنف حافظ ابن حجر م ۸۵۲ھ نیز خطیب م ۴۶۳ھ، دار قطنی اور ذہبی وغیرہ کی بھی کتابیں ہیں۔[1]

---

[1] نزھۃ النظر ص ۶۲ تدریب ج ۲ ص ۲۹۷ تا ۳۱۵،

۶

متشابہ

۱۔ تعریف :۔ ۱۔ لغوی :۔ متشابہ بمعنی ملتا جلتا، اور مشتبہ

ب ۔ ۱۔ رواۃ کے ناموں کا تلفظ وکتابت میں ایک ہونا، اور ان کے آباء کے ناموں کا کتابت میں یکسانگی کے ساتھ تلفظ میں مختلف ہونا،

۲۔ یا رواۃ کے ناموں کا تلفظ میں مختلف ہونا اور آباء کے ناموں کا تلفظ وخط میں یکساں ہونا،

(یہ قسم دراصل ماقبل کی دو اقسام سے مرکب ہوتی ہے ۔)

۲۔ امثلہ :۔ (الف) محمد بن عقیل ۔ یہ عُقَیل (عین کے پیش اور قاف کے زبر کے ساتھ) بھی ہے اور عَقِیل (عین کے زبر اور قاف کے زیر کے ساتھ بھی) راوی کا نام ایک اور آباء کے ناموں کا تلفظ مختلف ہے۔

(ب) شُرَیْح بن نعمان ۔ اور سُرَیْج بن نعمان" ۔ راویوں کے نام تلفظ وخط میں مختلف ہیں اور آباء کے ایک

(ج) کبھی آباء کے ناموں میں اختلاف یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک یا دو حرفوں کا فرق ہوتا ہے جیسے ۔"محمد بن حُنَین" اور محمد بن جُبَیر"

(د) کبھی رواۃ (آباء) کے نام خط وتلفظ میں ایک ہوتے ہیں مگر تقدیم وتاخیر کے اختلاف کے ساتھ جیسے" اسود بن یزید" اور یزید بن اسود"،

(ھ) اور "ایوب بن سیار" اور "ایوب بن یسار" پہلی مثال میں پورے نام کی تقدیم وتاخیر ہے اور دوسری میں ایک نام کے صرف ایک حرف کی،

اس صورت کو "مشتبہ مقلوب" اور دیگر عناوین کے ساتھ مستقل ایک فن کی حیثیت سے موسوم کیا گیا ہے ۔

۳- مشہور مصنفات :-

(الف) "تلخیص المتشابہ فی الرسم وحمایۃ ما أشکل منہ عن بوادر التصحیف والوھم" ــ مصنف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ

(ب) "رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والالقاب" مصنف خطیب بغدادی،

یہ آخری صورت سے متعلق ہے[۱]

۱ـ تدریب ج ۱ ص ۲۹۳ تا ۲۹۵، نزھۃ النظر ص ۶۷ - ۶۸

۷

مہمل

۱۔ تعریف :۔ ا۔ لغوی "مُہمَل" بمعنی چھوڑا ہو،

ب۔ اصطلاحی : ایسا راوی جس کی نسبت کا بالکل ذکر نہ کیا جائے یا امتیازی نسبت کا تذکرہ نہ کیا جائے اور اس نام کے اسی طبقہ میں کئی راوی ہوں۔

۲۔ اہمیت :۔ شخصیت کی پوری تعیین نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کی حیثیت کے مطابق صحیح معاملہ نہ ہو گا۔ اس لیے کہ راوی ثقہ بھی ہو سکتا ہے اور ضعیف بھی ہاں اگر دونوں ہی ثقہ ہیں تو اس سے اثر نہیں پڑے گا۔ پھر بھی دونوں میں فرق مراتب کی وجہ سے صحت کے مرتبہ کی تعیین نہ ہو سکے گی۔

۳۔ امثلہ :۔

(الف) دونوں راوی ثقہ ہوں :۔ بخاری کی روایت "عن احمد عن ابن وہب" "احمد" کے ساتھ کوئی امتیازی نسبت نہیں لگی ہے یہ "احمد بن صالح" بھی ہو سکتے ہیں اور "احمد بن عیسیٰ" بھی دونوں ہی ثقہ و معتمد ہیں۔

(ب) ایک ثقہ ہو :۔ سلیمان بن داؤد "خولانی" ثقہ ہیں اور "یمانی" ضعیف ہیں۔

۴۔ مشہور مصنفات :۔

(الف) اَلمکمل فی بیانِ المُہمَل ۔ مصنف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ [1]

---

[1] نزھۃ ص ۶۱ ، تدریب ج ۲ ص ۳۰۳ تا ۲ ، ۳۰۲ ، تقریب و تدریب میں یہ "متفق و مفترق" کی ایک قسم کی حیثیت سے مذکور ہے ،

۸

معرفتِ مبہمات

۱- **تعریف** :-

(۱) لغوی :- مُبْہَم بمعنی غیر واضح، جس کو واضح نہ کیا جائے

(ب) اصطلاحی :- حدیث کا سند یا متن میں مذکور، یا اس سے تعلق رکھنے والا وہ شخص جس کے نام کی تصریح نہ کی گئی ہو،

۲- **فوائد** :-

(الف) ابہام در سند :- اس ابہام کے دور ہونے کا فائدہ حدیث کی صحت یا ضعف کا علم ہے اس لیے کہ اس کا مدار راوی اور اس کے حالات ہیں، اور نام کے علم کے بغیر حالات کا علم ہو نہیں سکتا،

(ب) ابہام در متن :- اس ابہام کے رفع ہونے کے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے ایک اہم فائدہ صاحب معاملہ سے واقفیت اور اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ ہے۔

۳- **ذرائع علم** :- یعنی رفع ابہام کے ذرائع علم دو ہیں،

(الف) کسی دوسری روایت وطریق میں نام کی تصریح،

(ب) اہل علم کی واقفیت کی تصریح، اکثر و بیشتر یہی ہوتا ہے۔

۴- **اقسام** :- چونکہ نام کا علم نہ ہونے کی وجہ سے مختلف احتمالات ہوتے ہیں اس لیے ان کے پیش نظر چند اقسام ذکر کی جاتی ہیں، مثلاً مرد ہے تو کیا نام ہے، عورت ہے تو کیا نام ہے، کسی کا لڑکا یا لڑکی ہے یا بھائی یا بہن ہے تو کیا نام ہے، ایسے ہی شوہر و بیوی، چچا و پھوپھی وغیرہ

۵- **مشہور مصنفات** :- اس فن پر متعدد حضرات کی کتابیں ہیں مثلاً

عبدالغنی بن سعید، خطیب، نووی، وغیرہ کی، خاص حسب ذیل کتابیں ہیں
(الف) ابی القاسم بن بشکوال کی کتاب جو اولین کتابوں میں سب سے زیادہ ضخیم ہے،
(ب) "المستفاد من مبهماتِ المتن وَالاسناد" مصنف ولی الدین عراقی م ۸۲۶ھ،
یہ سب سے عمدہ، جامع اور مبوّب و مرتب کتاب ہے اور ابن بشکوال م ۵۷۸ھ نیز خطیب و نووی کی کتابوں کی جامع ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۴۲ تا ۳۴۸،

۹

معرفت وحدان

۱۔ **تعریف** :۔

(الف) لغوی :۔ لفظ واحد کی جمع ہے، بمعنی ایک و اکیلا،

(ب) اصطلاحی :۔ وہ رواۃ جن سے صرف ایک ہی شخص نے احادیث نقل کی ہوں۔

۲۔ **فائدہ** :۔ مجہول العین یعنی جس راوی کی شخصیت مجہول ہو اس سے واقفیت اور اس کے حالات کے مطابق، روایت کے ساتھ معاملہ، اس لئے کہ جب کسی آدمی سے، ایک ہی فرد نے روایت نقل کی ہو تو عموماً اس کی شخصیت مجہول ہوتی ہے،

۳۔ **امثلہ** :۔

(الف) صحابہ میں :۔ حضرت عروہ بن مضرسؓ کہ ان سے صرف شعبیؒ نے روایت نقل کی ہے۔ اور حضرت مسیبؓ بن حزنؓ کہ ان سے صرف ان کے صاحبزادے حضرت سعید بن مسیب نے روایت نقل کی ہے،

(ب) تابعین میں :۔ حضرت ابو الشعراء کہ ان سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت نقل کی ہے،

۴۔ **حکم** :۔ جمہور محدثین کے نزدیک محض اس وجہ سے کہ صرف ایک آدمی نے کسی شخص سے روایت نقل کی ہو، راوی کی حیثیت و مرتبہ پر اثر نہیں پڑتا، یہی وجہ ہے کہ بخاری و مسلم میں بھی بہت سی روایات ایسے رواۃ سے نقل کی گئی ہیں،

۵۔ **مشہور مصنفات** :۔

"المُنفَرِدَاتُ وَالوُحْدَان" ۔ مصنف امام مسلم م ۲۶۱ ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۶۲ تا ۲۶۸

۱۰

مختلف اسماء والقاب کے ساتھ مذکور رواۃ سے واقفیت

۱۔ **تعریف** :۔ ایک شخص جس کو مختلف اسماء، یا القاب یا کنیتوں کیساتھ ذکر کیا جائے، اس سے واقفیت پیدا کرنا۔

۲۔ **مثال** :۔ "محمد بن سائب کلبی" کو کسی نے "حماد" کے نام سے ذکر کیا ہے۔ اور کسی نے "ابو نصر" "ابو سعید" کی کنیتوں کے ساتھ، "خطیب" نے اپنے شیوخ کے حق میں بکثرت ایسا کیا ہے۔ اور بعض متاخرین محدثین نے بھی، حتی کہ ابن حجر عسقلانی نے بھی۔

۳۔ **فوائد** :۔

(الف) "اس اشتباہ سے حفاظت کہ ایک راوی کو متعدد سمجھا جائے

(ب) "تدلیس شیوخ" کا ازالہ

۴۔ **مشہور مصنفات** :۔

(الف) "ایضاح الاشکال" مصنف حافظ عبد الغنی بن سعید م ۴۰۹ھ

(ب) "موضح اوہام الجمع والتفریق" مصنف خطیب بغدادی [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۶۸ تا ۲۷۱

۱۱

مفرد نام، اور لقب و کنیت سے واقفیت

۱- **تعریف** :-

(الف) لغوی :- مُفْرَدٌ بمعنی اکیلا و یکتا ،

(ب) اصطلاحی :- ایسا نام، یا لقب و کنیت جس کو کسی دوسرے نے اختیار نہ کیا ہو ،

اکثر و بیشتر ایسا ان ناموں میں ہوتا ہے جن کا تلفظ دشوار ہوتا ہے ،

۲- **فائدہ** :- نام میں تصحیف و تحریف سے حفاظت

۳- **امثلہ** :-

(الف) اسماء :- ۱- صحابہ میں :- "اَحْمَرْ بن عُجیان" اور "سندر"

۲- غیر صحابہ میں :- "اوسط" بن عمرو ، اور "ضریب"

(ب) کُنیٰ :- ۱- صحابہ میں :- "ابو الحمراء" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ ایک غلام کی کنیت جن کا نام "ہلال بن حارث" تھا ،

۲- غیر صحابہ :- میں "ابو العبیدین" جن کا نام "معاویہ بن سبرۃ" تھا ،

(ج) القاب :- ۱- صحابہ میں :- "سفینہ" "مہران" نامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ ایک غلام کا لقب ،

۲- غیر صحابہ میں :- "مِندَل" عمرو بن علی عنزی کوفی کا لقب ،

۴- **مشہور مصنفات** :-

"اَلْاَسْمَاءُ الْمُفْرَدَةُ" مصنف احمد بن ہارون بردیجی م ۳۰۱ ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۷۱ تا ۲۷۸ ،

۱۲

کنیت کے ذریعہ معروف رواۃ

۱- **مراد** :- جو رواۃ کنیتوں کے ذریعہ معروف ہیں، ان کے ناموں کی تحقیق تاکہ غیر معروف نام کا علم ہو سکے،

۲- **فائدہ** :- یہ ہے کہ اگر غیر معروف نام کے ساتھ اس راوی کا ذکر ہو تو اشتباہ نہ ہو۔

۳- **اقسام و امثلہ** :- کنیت کے ساتھ معروف ہونے میں مختلف صورتیں پیش آتی ہیں وہی اقسام کہلاتی ہیں،

(الف) نام کنیت ہی ہو جیسے ابو بلال اشعری،

(ب) کنیت کا ہی علم ہو اور کوئی دوسرا نام معلوم نہ ہو، جیسے ابو اناس صحابی،

(ج) کنیت لقب ہو اور نام و اصل کنیت کچھ اور ہو جیسے ابو تراب، حضرت علی کی لقبی کنیت تھی ورنہ اصل کنیت ان کی "ابو الحسن" ہے،

(د) دو یا دو سے زیادہ کنیتیں ہوں :- جیسے ابن جریج کہ ان کی کنیت "ابو الولید" بھی تھی اور "ابو خالد" بھی،

(ھ) کنیت میں اختلاف ہو، (و) کنیت متعین ہو نام میں اختلاف ہو

(ز) نام و کنیت دونوں میں اختلاف ہو،

(ح) نام و کنیت دونوں معروف ہوں جیسے "ابو عبداللہ احمد بن حنبل"۔ "ابو حنیفہ نعمان بن ثابت"

(ط) کنیت ہی مشہور ہو، (ی) نام مشہور ہو کنیت مشہور نہ ہو،

۴- **مشہور مصنفات** :- اس فن میں بہت سے اکابر ائمہ فن کی کتابیں

موجود ہیں جیسے علی بن مدینی، امام مسلم، نسائی، ابن مندہ وغیرہ مطبوعہ کتابوں میں سب سے مشہور ابو بشر محمد بن احمد دولابی متوفی ۳۲۰ھ کی کتاب "اَلکُنیٰ وَالاَسْمَاءُ" ہے اور بقول عراقی سب سے جلیل القدر کتاب "ابو احمد الحاکم" م ۳۰۸ھ کی ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۷۸ تا ۲۸۱،

۱۳

معرفت القاب

۱- تعریف :-

القاب، "لقب" کی جمع ہے، اور "لقب" سے کسی شخص کا وہ وصف مراد ہوتا ہے جو اس کی عظمت و پستی یا تعریف و تنقیص کو بتائے

۲- مراد :- محدثین اور راویان حدیث کے القاب کی تحقیق و تفتیش اور ان سے واقفیت

۳- فائدہ :-

(الف) القاب کو نام نہ سمجھنا، اور کسی شخص کے ایک موقع پر نام اور دوسرے موقع پر لقب کے ساتھ ذکر کی وجہ سے اس کو دو **الگ الگ اشخاص نہ سمجھنا**

(ب) وجہ لقب سے واقفیت، اس لیے کہ اس کی روشنی میں ہی لقب کی مراد کی صحیح تعیین ہوتی ہے کیونکہ بسا اوقات، موقع کی مراد اور ظاہری معنی میں اختلاف و فرق ہوتا ہے،

۴- اقسام :- دو ہیں،

(الف) ناجائز :- ایسے القاب جنہیں خود اصحاب القاب اصلاً پسند نہ کریں،

(ب) جائز :- جنھیں اصحاب القاب پسند کریں،

۵- امثلہ :-

(الف) ضال، معاویہ بن عبد الکریم کا لقب تھا، اس لئے کہ وہ مکہ مکرمہ کے راستے میں بھٹک گئے تھے،

(ب) ضعیف :- عبد اللہ بن محمد، کا لقب تھا جو جسماً کمزور تھے، مذکورہ دونوں القاب بظاہر برے اور مذمت کو ظاہر کرتے ہیں لیکن اصحاب

القاب، بڑے جلیل القدر تھے۔

(ج) غُنجار:۔ عیسیٰ بن موسیٰ تیمی کا لقب تھا، ان کے رخساروں کی سرخی کی وجہ سے۔

(د) صاعقہ:۔ حافظ محمد بن ابراہیم، استاذ بخاری کا لقب تھا ان کی قوت حفظ و یاد کی وجہ سے۔

(ہ) مُطَیَّن:۔ ابو جعفر حضرمی، کا لقب تھا اس لیے کہ بچپن میں لڑکے ان کی پیٹھ پر مٹی مل دیا کرتے تھے۔

۶۔ مشہور مصنفات:۔ اس موضوع پر متقدمین و متاخرین سبھی کی متعدد کتابیں ہیں، ان میں سب سے عمدہ و مختصر، ابن حجر م ۸۵۲ھ کی کتاب "نزھة الألباب" ہے۔ [۱]

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۲۸۹ تا ۲۹۶

۱۴

باپ کے علاوہ کی طرف نسبت

۱- مراد :- عام طور سے، نسبت بیٹے کی باپ کی طرف کی جاتی ہے مگر کبھی، کسی وجہ سے، باپ کے علاوہ کسی دوسرے قرابت دار مثلاً ماں یا دادا وغیرہ یا آقا اور استاذ و مربی کی طرف بھی نسبت کر دی جاتی ہے، اس فن سے واقفیت سے مراد ایسے اشخاص، اور ان کے والدوں کے ناموں سے واقفیت پیدا کرنا ہے

۲- فائدہ :- چوں کہ کبھی کبھی ان کی نسبت والد کی طرف بھی کر دی جاتی ہے. تو اشتباہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ کوئی دوسرا شخص ہے، اس اشتباہ سے حفاظت اس فن کا فائدہ ہے،

۳- اقسام :- ان لوگوں کے اعتبار سے جن کی طرف نسبت کی جاتی ہے، متعدد ہیں -

۴- امثلہ :-

(الف) منسوب بسوئے مادر :- معاذؓ، معوذؓ، عوذؓ، جن کو ان کے والد "حارث" کے بجائے ان کی والدہ "عفراء" کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، ایسے ہی، حضرت علیؓ کے صاحبزادے "محمد بن حنفیہ" اپنی والدہ "حنفیہ" کی طرف منسوب تھے،

(ب) منسوب بسوئے جدہ (مادرِ پدر) "یعلی بن مُنیۃ" منیہ یعلی کی دادی کا نام تھا اور والد کا نام "اُمیۃ" تھا،

(ج) منسوب بسوئے جد (پدرِ پدر) حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کہ یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں، انکے والد کا نام "عامر" تھا"،

(ہ) منسوب ہوئے غیر قریب :- "مقداد بن عمرو کندی" ان کو "مقداد بن اسود" کہا جاتا تھا اس لیے کہ یہ "اسود بن عبد یغوث" کے لے پالک تھے۔

۔ **مشہور مصنفات** :- اس فن پر کوئی مستقل کتاب نہیں ہے۔ بلکہ جن کتابوں میں راویان حدیث کے تفصیلی حالات مذکور ہیں ان میں ان کے نام و نسبت کا بھی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے۔ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۳۶ تا ۳۳۵،

۱۵

خلافِ ظاہر نسبت

۱۔ تمہید :۔
عموماً نسبتیں، ظاہری مناسبت کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہیں خواہ وہ وطن وجائے قیام اور قبیلہ کی ہو یا پیشہ وجنگ و غزوہ کی، لیکن کبھی اس قسم کی نسبتیں کسی مقام سے عارضی تعلق یا کسی صاحب پیشہ سے مناسبت وہم نشینی کی وجہ کو بھی اختیار کر لی جاتی ہیں۔

۲۔ فائدہ :۔ اس قسم کی نسبتوں کی حقیقت اور ان کے اسباب سے واقفیت،

۳۔ امثلہ :۔ (الف) "ابو مسعود بدری" :۔ یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے، لیکن مقام بدر پر قیام و پڑاؤ کی وجہ سے "بدری" کہے جاتے رہے،

(ب) "یزید فقیر"۔ یہ تنگدست وفقیر نہیں تھے، بلکہ چونکہ ان کی ریڑھ کی ہڈی میں کوئی عارضہ لاحق ہو گیا تھا اس لئے "فقیر" کہے جاتے تھے اس لیے کہ عربی میں ریڑھ کی ہڈی کو "فِقار" کہا جاتا ہے،

(ج) "خالد حَذّاء"، حَذّاء بمعنی موچی اور جوتا بنانے والا، خالد ایسا کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے البتہ اس پیشہ والوں کے ہم نشین تھے،

۴۔ جن کتابوں میں اس کا بیان پایا جاتا ہے :۔ (الف) "الانساب" مصنف ابو سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی۔ م ۵۶۲ھ (ب) "اللباب فی تھذیب الانساب" مصنف ابن اثیر م ۶۰۶ھ یہ سمعانی کی کتاب کی تلخیص ہے (ج) "لُبُّ اللباب" مصنف سیوطی م ۹۱۱ھ ابن اثیر کی تلخیص کی تلخیص ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۴۳۔ ۳۴۱

۱۶

رواۃ کے حالات زندگی

۱- **تمہید** :- حالات زندگی کے لیے "تاریخ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کے تحت ولادت و وفات اور اسفار و تحصیل علم وغیرہ کے اوقات کو بیان کیا جاتا ہے۔

۲- **تعریف** :-

(الف) لغوی :- تاریخ، وقت بتانا،

(ب) اصطلاحی :- احوال زندگی کے اوقات کا بیان و تعیین،

۳- **اہمیت و فائدہ** :- اہمیت و فائدہ تعریف سے ہی ظاہر ہے اس لیے کہ راویوں کے حالات زندگی کا علم اسی فن پر موقوف ہے، اور ان کی حیثیت کا علم حالات زندگی کے علم پر موقوف ہے
اس کی بنیاد پر خاص طور سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حدیث متصل ہے یا منقطع، اس لیے کہ راوی کے زمانہ کی تعیین سے اس کے اساتذہ و شیوخ کا علم ہوتا ہے، بہت سے رواۃ نے اس مسئلہ میں دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے بعض ایسے حضرات کو اپنا شیخ و استاذ بتایا اور ایسے وقت میں ان سے روایات کی تحصیل کا دعویٰ کیا کہ بعد تحقیق زمانے و وقت کا ایسا فرق نکلا کہ اس کے ساتھ ان کے دعویٰ کی صحت کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا تھا۔

۴- **بعض اہم امور تاریخ کا بیان و ذکر** :-

(الف) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی عمر کے بابت صحیح قول یہ ہے کہ ۶۳ سال ہوئی اور اوقات پیدائش و وفات یہ ہیں

۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم - ولادت بروز دوشنبہ ربیع الاوّل ۱ عام الفیل

اور وفات بروز دوشنبہ، ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ

۲۔ حضرت ابوبکر رضؓ : وفات ۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳ھ
۳۔ حضرت عمر رضؓ : شہادت آخری ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ
۴۔ حضرت عثمانؓ : ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ
بعمر ۸۲ یا نوے سال،
۵۔ حضرت علیؓ : وفات ۱۸ رمضان سنہ ۴۰ھ بعمر
۶۳ سال،

(ب) ائمۂ اربعہ —— ولادت —— وفات

	ولادت	وفات
۱۔ ابوحنیفہ نعمان ثابت کوفی	سنہ ۸۰ھ	سنہ ۱۵۰ھ
۲۔ مالک بن انس مدنی	سنہ ۹۳ھ	سنہ ۱۷۹ھ
۳۔ محمد بن ادریس شافعی	سنہ ۱۵۰ھ	سنہ ۲۰۴ھ
۴۔ احمد بن حنبل شیبانی	سنہ ۱۶۴ھ	سنہ ۲۴۱ھ

(ج) اصحاب صحاح ستہ :۔

	ولادت	وفات
۱۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری	سنہ ۱۹۴ھ	سنہ ۲۵۶ھ
۲۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری	سنہ ۲۰۴ھ	سنہ ۲۶۱ھ
۳۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	سنہ ۲۰۲ھ	سنہ ۲۷۵ھ
۴۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	سنہ ۲۰۹ھ	سنہ ۲۷۹ھ
۵۔ ابوعبداللہ احمد بن شعیب نسائی	سنہ ۲۱۴ھ	سنہ ۳۰۳ھ
۶۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ قزوینی	سنہ ۲۰۷ھ	سنہ ۲۷۵ھ

۵۔ **مشہور مصنفات** :۔ میں وہ تمام کتابیں ہیں جن کا تذکرہ "جرح وتعدیل کے تحت گذر چکا ہے اور ثقہ وضعیف رواۃ کے تحت آرہا ہے کہ ان کتابوں میں رواۃ کے ہر قسم کے حالات اور ان کی پیدائش وفات اور اسفار کے

اوقات کو ذکر کیا گیا ہے ۔ اور جیسے بعض میں خاص طور سے "ثقاہت و ضعف" کے بیان کا اہتمام کیا گیا ہے اور بعض میں تمام حالات زندگی کے جمع کرنے کا ، ایسے ہی بعض کتابیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں صرف وفیات یعنی رواۃ کے اوقات وفات کا خاص طور سے ذکر ہے جیسے (۱) محمد بن عبد اللہ م ۳۳۸ھ کی تاریخ مولد العلماء و وفیاتہم اور اس کے حواشی و اضافات ، خاص طور پر علی ابن مفضل مقدسی م ۶۱۱ ھ کا اضافہ بنام "وفیات النقلہ" اور اس کے بعد علی عبد العظیم منذری م ۶۵۶ کا اضافہ بنام "التکملہ لوفیات النقلہ"
(۲) قاسم بن محمد دمشقی م ۳۸ ، ھ کی "وفیات النقلہ" جس پر ابن حجر نے بھی ذیل لکھا ہے (۳) مبارک بن احمد الضاری کی "وفیات الشیوخ" [1] (۴) "وفیات الاعیان" احمد بن محمد ابن خلکان م ۶۸۱ھ کی ،

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۴۹ تا ۳۶۴ تاریخ فنون الحدیث ص ۱۵۴ ،

۱۷

معتمد اصحاب اختلاط

یعنی وہ رواۃ جو ثقہ و معتمد ہونے کے ساتھ اختلاط کے ساتھ متصف تھے اختلاط سے متعلق تفصیلات باب اول میں "خبر مردود بسبب طعن در راوی" کے تحت "سوء حفظ" کے عنوان سے گذر چکی ہیں،

ایسے اہم محدثین میں سے حضرت عطار تابعی، ربیعۃ الرأی استاذ امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہ ہیں،

اس موضوع پر متعدد حضرات کی کتابیں ہیں۔ اہم کتابوں میں علائی وحازمی کی کتابیں اور حافظ ابراہیم بن عجمی، کی کتاب اَلْاِغْتِبَاطُ بِمَنْ رُمِیَ بِالْاِخْتِلَاطِ ہے، لے

—:—:—

لے تدریب ج ۲ ص ۳۷۱ تا ۳۸۰۔

۱۸
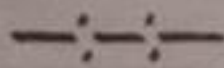
علماء و رواۃ کے طبقات

۱۔ **تعریف طبقہ** :۔

(الف) لغوی :۔ ملتے جلتے لوگ ،

(ب) اصطلاحی :۔ ایسے لوگ جو عمر و اسناد میں یا صرف اسناد میں ایک دوسرے سے قریب ہوں اسناد میں قرب کا مطلب یہ ہے کہ چند لوگونکے شیوخ و اساتذہ ایک ہی ہوں، یا ہم مرتبہ و ہم پلہ ہوں ،

۲۔ **فوائد** :۔ متعدد میں ایک اہم فائدہ۔ نام و کنیت وغیرہ میں اتحاد کی وجہ سے اشتباہ سے حفاظت ہے۔

۳۔ **شخص واحد اور تعدد طبقات** :۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک راوی ایک وجہ سے ایک طبقہ سے اور دوسری وجہ سے دوسرے طبقات سے تعلق رکھے مثلاً صحابہ چھوٹے ہوں یا بڑے صحابہ ہونے کے اعتبار سے ایک طبقہ میں ہیں۔ اور علم و فضل اور اسلام میں سبقت اور جہاد و ہجرت کے اعتبار سے ان کے متعدد طبقات ہیں۔

۴۔ **ذریعہ علم** :۔ اہم ترین یہ ہے کہ رواۃ کی تاریخ پیدائش و وفات اور ان کے اساتذہ و شیوخ کا علم ہو۔[1]

۵۔ **مشہور مصنفات** :۔ (الف)۔ الطبقات الکبریٰ ، مصنف ابن سعدم سنہ ۲۳۰ھ

(ب) " تذکرۃ الحفاظ " مصنف ذہبی م سنہ ۷۴۸ھ جو ۴ ج ، طبقات الرواۃ مصنف ابو عمرو خلیفہ بن خیاط م سنہ ۲۴۰ھ یہ بھی ضخیم کتابوں میں سے ہے[2]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۸۱ - ۳۸۲ [2] اسماء الرجال ص ۹۲ ،

۱۹

معرفت موالی

۱- **تعریف** :-

ا- لغوی :- "مَوَالِی" "مَوْلیٰ" کی جمع ہے جو آقا و غلام، اور آزاد کرنے والا اور آزاد کیا ہوا دونوں معنی میں آتا ہے،

ب- اصطلاحی :- ایسا شخص جس نے کسی سے نصرت و معاونت کا معاہدہ کر رکھا ہو یا کسی کا آزاد کیا ہوا ہو یا کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا ہو، اور ان امور کی وجہ سے صاحب معاملہ کی طرف نسبت رکھتا ہو،

۲- **اقسام** :- تعریف سے ظاہر ہے کہ تین ہیں،

(ا) موالی الحلف :- جس کا کسی قوم سے نصرت و معاونت کا معاہدہ ہو، جیسے امام مالک بن انس، کہ وہ خاندان کے اعتبار سے "اَصْبَحِی" ہیں اور چونکہ ان کی قوم نے قریش کی شاخ "تیم" سے معاہدۂ نصرت کر رکھا تھا اس لیے وِلاءً "تیمی" تھے،

(ب) مولی العتاقہ :- کسی کا آزاد کردہ غلام جیسے "ابو البختری طائی" قبیلہ طے کے کسی شخص کے آزاد کردہ تھے،

(ج) مولی الاسلام :- جو کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے جیسے امام بخاری، "جعفی" کہلاتے ہیں اس لیے کہ ان کے جد امجد "مغیرہ" "یمان بن اخنس جعفی" کے ہاتھوں پر اسلام لانے کی وجہ سے "جعفی" کہلاتے تھے،

۳- **مشہور مصنفات** :- ابو عمر محمد بن یوسف کندی نے "اہل مصر" سے متعلق اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے[1] محمد بن یوسف کندی م ۳۵۰ ھ

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۸۲-۳۸۳،

۲۰

ثقہ وضعیف رواۃ

۱۔ تعریف :۔

ا۔ لغوی " ثقہ" معتمد" اور" ضعیف" کمزور، خواہ کمزوری حسی ہو یا معنوی۔

ب۔ اصطلاحی :۔ ثقہ وہ راوی جو عادل وضابط ہو۔
ضعیف وہ راوی جس کی عدالت یا ضبط کسی وجہ سے مجروح ہو۔

۲۔ اہمیت وفائدہ :۔

علوم حدیث میں یہ نہایت جلیل القدر علم ہے اس لیے حدیث کی صحت و ضعف اور باہمی فرق مراتب کا جاننا، رواۃ کی ثقاہت وضعف کے جاننے پر موقوف ہے، اور گذر چکا ہے کہ حدیث کی نقل و روایت سے اشتغال رکھنے والوں کے حالات کی ذکر کی ایک حد اس لیے اسی حد تک کے راویوں کے اس قسم کے حالات کے علم کی ضرورت ہے۔

۳۔ مشہور مصنفات :۔

(الف) ثقات کی بابت مخصوص کتب جیسے ابن حبان اور عجلی م ۲۶۱ھ کی الثقات اور بخاری کے رواۃ کے متعلق ابونصر کلاباذی م ۳۹۸ھ کی "الہدایۃ والارشاد . فی معرفۃ اھل الثقۃ والسداد"،

(ب) ضعیف رواۃ سے متعلق مخصوص کتب، بہت سی ہیں مثلاً بخاری۔ نسائی دارقطنی ۳۸۵ھ، عقیلی کی ۳۲۲ھ "الضعفاء"۔ ابن عدی کی ۳۶۵ھ کی "الکامل فی الضعفاء" ... ذہبی کی "المغنی فی الضعفاء"

(ج) عام کتب جن میں دونوں قسم کے رُوات کا تذکرہ ہے بہت سی ہیں اور مختلف انداز کی،

۱۔ بخاری م ۲۵۱ھ کی "التاریخ الکبیر"، اور ابن حاتم م ۳۲۷ھ کی "کتاب الجرح والتعدیل" ۔ ان میں تمام کتب حدیث کے رُوات کا تذکرہ ہے،

۲۔ عبد الغنی مقدسی م ۶۰۰ھ کی "الکمال فی اسماء الرجال" اور اس کے متعلقات جو ذہبی و ابن حجر وغیرہ کے تالیف کردہ ہیں، یہ سب صحاح ستہ کے تمام رُوات سے متعلق ہیں۔

۳۔ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی م ۵۰۸ھ کی "الجمع بین رجال الصحیحین" صحیحین کے رُوات سے متعلق ہے۔

۴۔ احمد بن محمد کلاباذی م ۳۹۸ھ کی بخاری کے رُوات سے متعلق "رجال البخاری" ہے اور احمد بن علی بن منجویہ م ۳۲۸ھ کی "رجال مسلم" مسلم کے رُوات کی بابت ہے۔

۵۔ "التذکرہ برجال العشرہ" صحاح ستہ کے علاوہ موطا مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، و مسند امام ابی حنیفہ، کے رُوات کی بابت ہے جو کہ ابو المحاسن محمد بن علی حسینی دمشقی م ۷۶۵ھ کی تالیف ہے۔[۱]

---

[۱] تیسیر المصطلح ص ۲۲۰، اسماء الرجال ۸۵ تا ۹۰ و تاریخ فنون حدیث ص ۱۵۳

۲۱

رواۃ کے اوطان وجائے قیام

۱۔ **تمہید:** وطن وجائے قیام سے مراد وہ مقامات ہیں جہاں رواۃ کی پیدائش ہوئی، رہے سہے، اور اقامت اختیار کی، خواہ ملک و شہر ہوں یا گاؤں و بستی۔

۲۔ **مداس نسبت:**۔

(الف) عرب، ابتدائی دور میں قبائل کی طرف نسبت کیا کرتے تھے اس لیے کہ مستقل کوئی جگہ ان کی جائے رہائش کم بنا کرتی تھی وہ اکثر و بیشتر خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے اور گھومتے پھرتے رہتے، اسلام کی آمد کے بعد جب انہوں نے بھی متعین مقامات کو اپنی جائے قیام بنایا تو جائے قیام کی طرف بھی نسبت کرنے لگے۔

(ب) اہل عجم ہمیشہ سے شہروں اور بستیوں کی طرف نسبت کرتے رہے ہیں

۳۔ **دو یا دو سے زائد مقامات سے تعلق رکھنے والا:**۔ اگر دونوں کی طرف بیک وقت نسبت کرنا چاہے تو پہلے، اولین مقام کا تذکرہ کرے پھر دوسرے کا، اور اگر کسی ایک کو ذکر کرنا چاہے تو اختیار ہے، مگر زیادہ تر عمل جمع کرنے کا رہا ہے، دوسرے مقام کے ذکر سے پہلے لفظ "ثم" کا لانا بہتر ہے۔

۴۔ **ذیلی مقام والے کیلئے نسبت:**۔ میں اختیار ہے (الف) چاہے اسی مقام کی طرف نسبت کرے (ب) چاہے اس کے شہر کی طرف (ج) چاہے ملک وعلاقے کی طرف، مثلاً سعودی عرب ایک ملک ہے، حجاز اس کا ایک صوبہ، اور مکہ اس کا شہر، مکہ کا رہنے والا چاہے تو خود کو مکی لکھے، اور چاہے تو "حجازی یا سعودی" اور اگر مکہ کے کسی گاؤں میں رہتا ہو تو اس گاؤں کی طرف نسبت کر سکتا ہے۔

۵۔ نسبت کیلئے قیام کی مدت :۔ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ چار سال کسی مقام پر قیام کے بعد اس کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے۔

۶۔ مشہور مصنفات :۔ مستقل اس موضوع پر تو کوئی مخصوص کتاب نہیں ہے البتہ سمعانی کی "الأنساب" ایسے ہی ابن سعد کی "الطبقات الکبری" وغیرہ میں راویوں کے اوطان اور جائے قیام کا بھی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۳۸۴ و ۳۸۵۔

۲۲
معرفت حفاظ

ا۔ تمھید :-

مقدمہ میں علوم دین سے اشتغال رکھنے والوں کے القاب گذر چکے ہیں، انھیں سے ظاہر ہے کہ ہر فن کی طرح اس فن میں بھی تمام اشتغال رکھنے والوں کی معلومات یکساں درجہ کی نہیں ہوتیں، "حافظ" سے اوپر دو القاب مذکور ہیں اور "حافظ" کے بعد تین، بعد والے تینوں "حافظ" سے فائق ہیں۔ ترتیب وار جیسے کہ "حافظ" کو پہلے دونوں پر فوقیت حاصل ہے۔

یہاں "حافظ" کی معرفت سے محض انھیں محدثین کے احوال سے واقفیت مراد نہیں ہے جن کو اس لقب سے نوازا گیا ہے۔ بلکہ تمام اہل تحقیق اہل فن مراد ہیں جن کو "حافظ" سے لے کر "امیر المومنین فی الحدیث" تک کے القاب سے نوازا گیا ہے جیسا کہ ان کتب سے ظاہر ہے جن کو "حفاظ کے احوال" کے متعلق ترتیب دیا گیا ہے کہ ان میں ان تمام درجوں کے اہل فن و اہل تحقیق کے تذکرے ہیں [۱]

۲۔ حفاظ کون لوگ ہیں :-

اوپر واضح کر دیا گیا ہے کہ یہاں فن سے تعلق رکھنے والے کن لوگوں کو "حفاظ" کا مصداق قرار دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن حضرات نے حدیث و علوم حدیث کی بابت نمایاں، قابل قدر کارنامے انجام دیئے ہیں خواہ تصنیف کی لائن سے ہو یا صرف درس و تدریس کی لائن

---

[۱] منہج النقد حاشیہ، ص ۸۰۔

سے۔ ایسے لوگ حدیث و علوم حدیث کی بابت اپنے تبحر و تحقیق کی وجہ سے "حفاظ" میں شمار کیے گئے ہیں۔ اور حدیث کی اہمیت و عظمت کی نسبت سے امت کے بے شمار افراد اس فہرست میں شامل ہیں اور ہر دور و ہر عہد کے، جیسا کہ ان کے تذکرہ پر مشتمل کتب سے ظاہر ہے، سیوطی نے تدریب کے آخر میں ۹۳ نمبر پر اس کو علوم حدیث میں ذکر کیا ہے اور یہ آخری علم ہے جس پر انھوں نے کلام کیا ہے اور کئی صفحات میں تفصیل کے ساتھ مختلف زمانوں کے ایسے افراد کا ذکر کیا ہے جو ہماری وضاحت کے مطابق اس کے مصداق کے تحت آتے ہیں [۱]

۳۔ مشہور و اہم مؤلفات :-

یوں تو رجال کی ان تمام کتابوں میں "حفاظ" کا تذکرہ ہے جو مختلف انداز میں ہر عہد و زمانے کے علماء و محدثین کے احوال پر تالیف کی گئی ہیں، مگر صرف انھیں کتابوں میں جو صرف "ثقات" کے ذکر پر مشتمل ہیں یا "ثقات و ضعفاء" دونوں کے تذکرے ان میں ہیں ایسی کتابوں کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے، لیکن بعض کتابیں "تذکرۂ حفاظ" کی نسبت سے بایں معنی معروف ہیں کہ ان کو اسی عنوان سے تالیف کیا گیا ہے اور ان کتابوں میں انھیں حضرات کے تذکرے ہیں جن کے منصب علمی کی وضاحت کرتے ہوئے ان کے متعلق علماء نے مذکورہ وسیع مفہوم کے مطابق "حافظ" ہونے کی تصریح کی ہے [۲]

یہ کام شمس الدین ذہبی م ۷۴۸ھ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں کیا، اور دوسرے حضرات نے اپنی ان تالیفات میں کیا ہے جن کو

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۳۹۹ تا ۴۰۶۔ [۲] اصول التخریج، ص ۱۷۵

ذہبی کی کتاب پر اضافے کی حیثیت سے "ذیل تذکرۃ الحفاظ" اور اس جیسے عناوین سے تالیف کیا ہے۔ یہ کام کرنے والے، چار حضرات ہوئے ہیں،

۱۔ ابو المحاسن حسینی دمشقی م ۷۶۵ھ بعنوان "ذیل تذکرۃ الحفاظ"

۲۔ تقی الدین بن فہد م ۸۷۱ھ بعنوان "لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ"

۳۔ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ بعنوان "ذیل طبقات الحفاظ"

سیوطی نے ذہبی کے تذکرہ کی بعنوان "طبقات الحفاظ" تلخیص بھی کی ہے مگر مفید اضافوں کے ساتھ،

مذکورہ تینوں افراد کے اضافے "مجموعہ تذکرۃ الحفاظ" کے نام سے یکجا بھی شائع کیے گئے ہیں، ذہبی نے ۷۴۸ھ تک کے ایسے حضرات کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد (۱۱۷۶) ہے، اضافہ کرنے والوں نے اپنے اپنے عہد و زمانے کے ایسے حضرات کا ذکر کیا ہے۔ سیوطی نے دسویں صدی تک کے افراد کا ذکر کیا ہے [۱]

۴۔ ائمۂ اربعہ اور ان کے خواص:۔

اکابر ائمۂ فقہ و ائمۂ مجتہدین بھی حفاظ میں شامل ہیں چنانچہ ائمۂ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بھی اسی فہرست میں شامل ہیں اور ان کے بہت سے تلامذہ و مستفیدین و خواص بھی، امام ابو حنیفہ کی مجلس کے ہم نشینوں اور ان کے تلامذۂ خاص بھی نہ صرف یہ کہ حفاظ میں سے ہیں بلکہ قرون اولیٰ کے اکابر ائمۂ فن اور ممتاز اہل تحقیق و اہل تصنیف حتیٰ کہ اصحاب صحاح ستہ، بلکہ امام شافعی و امام احمد کے بھی اساتذہ میں سے ہیں، امام صاحب کے تلامذۂ خاص جو کہ فقہ حنفی کے اساطین

۱ے اسماء الرجال ص ۹۲ تا ۹۴، اصول التخریج ص ۱۷۴ و ۱۷۵

یں سے شمار ہوتے ہیں اور ہر جگہ ان کا تذکرہ ان کے استاذ کے ساتھ آیا کرتا ہے وہ بھی "حفاظ" اور ان اکابر کے اساتذہ کی صف میں شامل ہیں مثلاً امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر، امام ابو یوسف امام احمد کے اولین استاذ حدیث ہیں اور امام شافعی کا امام محمد سے جو تعلق تھا معروف ہے۔

۵۔ **بعض احناف اساتذۂ فن :-**

امام صاحب کے ہم نشینوں میں سے ہم یہاں چند ایسے حضرات کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ اصحاب صحاح ستہ کے اساتذہ و اساتذۂ اساتذہ نیز امام شافعی و امام احمد کے اساتذہ میں بڑا نمایاں مقام رکھتے ہیں بلکہ اس نسبت سے صف اول میں شامل ہیں نیز وہ حضرات ایسے ہیں کہ جن کی بابت امام صاحب کی آراء کے مطابق فتویٰ دینے، امام صاحب کی فقہ کی رعایت اور اس کی نسبت سے معلومات، یا ان سے فقہ کی تحصیل کا اہتمام سے تذکرہ کیا گیا ہے یہ حضرات

وکیع بن جراح، یحییٰ بن سعید قطان، لیث بن سعد، مغیرہ بن قاسم ضبی، مسعر بن کدام، ابن مبارک، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، حفص بن غیاث، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبد الحمید، حماد بن زید، فضیل بن عیاض، قاسم بن معن مسعودی [1]

---

[1] ان حضرات کی بابت جو بات ذکر کی گئی ہے ذیل میں ہم اس کی تصریحات بعض حضرات سے نقل کر رہے ہیں۔ صیمری نے یحییٰ بن معین سے وکیع بن جراح اور یحییٰ قطان کے متعلق امام صاحب کے قول پر فتویٰ دینا نقل کیا ہے (ص ۱۴۹) ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لیث بن سعد کا حنفی ہونا ذکر کیا ہے (تھانوی ص ۱۰۰) مغیرہ مسائل کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میں کیا کروں جب کہ یہ ابو حنیفہ کا قول ہے (ایضاً ص ۱۰۱) مسعر بن کدام سے خود منقول ہے

۶- ممتاز فقہاء احناف اور حفظ حدیث و علوم حدیث

امام صاحب کے تلامذہ و مستفیدین کے علاوہ بعد کے دور کے جو فقہاء احناف ہوئے ہیں ان میں جن لوگوں کو فقہ و فقہیات میں امتیاز رہا ہے اپنے اپنے دور و عہد اور علاقے میں حفظ حدیث اور علوم حدیث میں بھی ان کا نمایاں مقام رہا ہے متقدمین میں بھی اور متاخرین میں بھی۔ ان کے اساتذہ میں بھی اور تلامذہ میں بھی ان کے اوقات کے معتمد و ممتاز محدثین شامل ہیں، دارقطنی، طبرانی، حاکم، خطیب و سیوطی وغیرہ کے اساتذہ میں متعدد حضرات احناف محدثین میں سے ہیں،

مثلاً امام طحاوی، ابوبکر جصاص رازی م ۳۷۰ھ صاحب ہدایہ علی ابن ابی بکر مرغینانی م ۵۹۳ھ اور محمد بن عبدالواحد معروف بہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر م ۸۶۱ھ وغیرہ کو حفاظ میں شمار کیا گیا ہے اور بھی بہت سے لوگ جن کا تذکرہ مولانا ظفر احمد صاحب نے "ابوحنیفہ و اصحابہ المحدثون" میں کیا ہے۔ ہم نے ان چار کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ ان کا مقام معروف ہے جیسا کہ ان کے حق میں ان کی تالیفات شاہد

کہ میں نے امام کی رائے کو صحت کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اگر ہو سکے تو اس سے زیادہ صحیح لاؤ تو میں اسی کو چھوڑ کر اسی کو اختیار کر لوں (ایضاً ص ۴۳) ابن مبارک کا مقولہ ہے کہ فقہ میں ہمارے امام، ابوحنیفہ ہیں (صیمری ص ۱۲۵) یحییٰ بن معین کا مقولہ ہے میرے نزدیک تو فقہ ابوحنیفہ کی ہی فقہ ہے (تھانوی ص ۳۳) یحییٰ بن زکریا، مذہب حنفی کے مدونین میں سے ہیں (ایضاً ص ۸۵) حفص بن غیاث بھی (ایضاً ۸۹) امام ابو یوسف کا مقولہ ہے سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام کی اتباع کرتے ہیں (ص ۴۴)

ہیں بالخصوص امام طحاوی وجصاص رازی ان دونوں کی اور ان میں بھی امام طحاوی کی بڑی اہمیت ہے کہ ان کے ذکر د تحقیقات سے شاید ہی علوم حدیث کی کوئی کتاب خالی ہو، دونوں کے حالات "تذکرۃ الحفاظ" میں ہیں ایسے ہی ابوبکر خصاف م ۲۶۱ھ کے اساتذہ میں متعدد اساتذہ بخاری شامل ہیں اور احمد بن محمد قدوری م ۴۲۸ھ کے تلامذہ میں خطیب شامل ہیں جیسے کہ سیوطی کے اساتذہ میں ابو العباس شمنی اتنے عالی مقام تھے کہ سیوطی نے ان سے اپنی "شرح الفیۃ الحدیث" اور معروف کتاب "جمع الجوامع" پر تقریظ لکھوائی تھی۔

اس سلسلہ کی مزید معلومات کے لیے رجال وعلماء سے متعلق مختلف انداز کی کتابوں کے علاوہ بالخصوص علماء احناف اور طبقات احناف سے متعلق جو کتابیں ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے۔ مثلاً "اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ" (ابو عبداللہ حسین صیمری م ۴۳۶ھ)، "الجواہر المضیئۃ فی الطبقات الحنفیہ" (عبدالقادر قرشی م ۷۷۵)، "الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ" (مولانا عبدالحی لکھنوی م ۱۳۰۴ھ) وغیرہ اور مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی م ۱۳۹۴ھ کی کتاب "ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون" میں جو کہ ان کی گرانقدر تالیف "اعلاء السنن" کے مقدمہ کا ایک حصہ ہے، اس میں اہتمام کے ساتھ اسی قبیل کی معلومات وتصریحات جمع کی ہیں، کہ کن لوگوں کا تذکرہ حفاظ میں ہے اور کن کے اساتذہ و تلامذہ کون لوگ ہیں اور ان کا کیا مقام ہے۔

سفیان بن عیینہ ہمیشہ سائل کے سوال پر کہا کرتے تھے کہ اگر امام کا کوئی شاگرد ہو تو جواب دے (ص ۱۳۸) آخری تین کے متعلق امام صاحب سے تحصیل فقہ کی تصریح کی گئی ہے۔ (ص ۹۶، ۹۹، ۱۰۱)

۷۔ صحیح بخاری کی نسبت سے تلامذۂ امام کا ایک امتیاز

امام بخاری کی معروف کتاب صحیح بخاری کی نسبت سے امام صاحب کے تلامذہ مستفیدین میں سے بعض کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو ایسی روایات نقل فرمائی ہیں کہ جن کی نقل میں امام بخاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کل تین واسطے پڑتے ہیں یعنی صحابی، تابعی، و تبع تابعی اسی وجہ سے ان کو "ثلاثیات" کہتے ہیں، امام بخاری کی اس قسم کی روایات کو ابن حجر نے "ثلاثیات البخاری" کے نام سے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیا ہے، اور یہ روایات بخاری کی سب سے عالی روایات شمار ہوتی ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے، ان ثلاثیات کا اکثر حصہ تین ایسے حفاظ حدیث اساتذہ سے روایت کیا گیا ہے جو کہ امام صاحب اور ان کے تلامذہ کے اصحاب و تلامذہ میں سے ہیں، اول مکی بن ابراہیم، یہ امام صاحب کے اصحاب و رواۃ میں سے ہیں، زیادہ تر ثلاثیات انھیں سے مروی ہیں دوم ابوعاصم النبیل یہ امام صاحب اور امام زفر کے اصحاب و تلامذہ میں سے ہیں ان سے چند ثلاثیات مروی ہیں، سوم محمد بن عبداللہ انسی جو کہ امام ابو یوسف و امام زفر دونوں کے تلامذہ میں سے ہیں ان سے ایک کی روایت کی گئی ہے [۱] امام بخاری کی ثلاثیات کل **بائیس ہیں،**

قاسم بن معن کے متعلق حنفی ہونا، سیوطی نے نقل کیا ہے (ص ۹۸) اس سلسلہ کی مزید معلومات نیز ان تصریحات کے اصل ماخذ کے لیے رجال سے متعلق مختلف انداز کی کتب کے علاوہ ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے جن میں علماء احناف اور ان کے طبقات کا تذکرہ ہے ۱۲ الاسعدی۔

[۱] ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ص ۹۱ و ۱۰۴۔

۸۔ صحیح مسلم کی نسبت سے محدثین احناف کا ایک امتیاز

اسی طرح امام مسلم کی معروف کتاب کی نسبت سے بھی محدثین احناف کو ایک امتیاز حاصل ہے بلکہ وہ زیادہ ہی اہم ہے، اور وہ یہ کہ صحیح مسلم کی اشاعت اکثر وبیشتر علاقوں میں اور بالخصوص متداول پورے نسخے کی اشاعت صرف ایک صاحب کے ذریعہ ہوئی ہے اور وہ ہیں ابراہیم بن محمد نیشاپوری م ۳۰۸ھ جن کے اوصاف میں خاص طور سے "الفقیہ" کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور ان کے استاذ خاص ایوب بن حسن زاہد کے متعلق حنفیت کی تصریح کی گئی ہے۔ [له]

۹۔ بعض اکابر حفاظ حدیث کی محفوظ کردہ احادیث

محدثین کے القاب کی جو توضیح گذر چکی ہے اس سے واضح ہے کہ یہ گرانقدر لقب ایسے ہی حضرات کو ملتا ہے جو کہ حدیث کی معلومات میں بڑا اعالی مقام رکھتے ہیں بایں معنی کہ ان کو محفوظ احادیث کا آج تصور ممکن نہیں بعض حضرات نے حافظ کے لیے ایک لاکھ کی تحدید کی ہے، جب کہ بعد کے القاب کے لیے اس سے زائد کی بہرحال "حفاظ حدیث" کو اسی انداز میں احادیث محفوظ ہوتی ہیں اگرچہ ہر حافظ کو محفوظ احادیث کی تعداد بالتعیین عموماً منقول نہیں جیسے کہ بہت بڑی تعداد جو کہ لاکھوں سے متجاوز ہو اس کی حفظ و یادداشت بھی ہر ایک کے حصے میں نہیں

له ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون۔ ص ۱۰۸ و ۱۰۹، و مقدمہ نووی بر صحیح مسلم، فصل بیان اسناد الکتاب و حال رواتہ ص ۶ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲،

آتی۔ ایسے حضرات چند ہی ہیں جن کی محفوظ کردہ احادیث کی تعداد تعیین کے ساتھ منقول ہے اور وہ بھی ان حضرات کے نیز منقولہ تعداد کے نمایاں ہونے کی وجہ سے مثلاً

۱۔ ابوزرعہ رازی کو سات لاکھ، ۲۔ ابوداود صاحب سنن کو پانچ لاکھ
۳۔ امام بخاری کو تین لاکھ، ۴۔ امام مسلم کو تین لاکھ،
۵۔ اسحاق بن راہویہ استاذ بخاری کے متعلق دو لاکھ کے لگ بھگ کی تعداد منقول ہے۔

اسی پر دوسروں کو قیاس کیا جا سکتا ہے، ایک محدث کی روایت سے ایک لاکھ روایات کا اور ایک آدمی کا اپنے ہاتھ سے دس لاکھ روایات کا لکھنا منقول ہے، حاکم کا قول تو یہاں تک منقول ہے کہ ایک ایک حافظ کو پانچ لاکھ احادیث محفوظ ہوا کرتی ہیں [۱]

۱۰۔ ائمہ اربعہ کی محفوظ کردہ احادیث

جب صرف علوم حدیث کے حاملین کا یہ مقام ہے تو ائمہ مجتہدین جن کا مقام و منصب ان کے کام کی عظمت سے ظاہر ہے ان کے متعلق یہ سوچا ہی نہیں جا سکتا ہے کہ ان کو محفوظ احادیث معمولی تعداد میں ہوں گی کم از کم مذکورہ اعداد کی نسبت سے، بالخصوص ائمہ اربعہ کے متعلق کہ جن کا مقام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، ان کی جامعیت علوم کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں، کہ ان چاروں اماموں کے علم نے سارے عالم کا احاطہ کر رکھا ہے [۲] ذہبی نے ان چاروں کا اہتمام کے ساتھ تذکرۃ الحفاظ

---

[۱] تدریب ج ۱ ص ۴۹ تا ۵۱ [۲] مصفی شرح موطا ص ۶

میں ذکر کیا ہے رہی یہ بات کی وہ تعداد کیا ہے تو ان میں امام احمدؒ کے متعلق
تو اس کی تصریحات ہیں کہ ان کو ساڑھے سات لاکھ یا دس لاکھ احادیث محفوظ
تھیں؎ باقی تینوں میں سے کسی کے متعلق اس انداز کی کوئی تصریح منقول نہیں
ہے، البتہ دوسرے حفاظ، نیز ان کے علوم، اور مزید یہ کہ ان کی جو روایات
منقول ہیں یا ان سے متعلق جو بعض تصریحات ہیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا
ہے،

مثلاً امام مالک کا معاملہ "امام دار الہجرہ" ہونے اور مدینہ منورہ کو ہی اپنا ملجا و ماوی بنانے کی وجہ سے یہ ہے کہ مدینہ کے صحابہ و تابعین کی تمام ہی روایات کی نقل میں امام مالک واسطے بنے اور حدیث کی جو کتب چھوٹی و بڑی اٹھائی جائے اس میں ان کے واسطے سے منقول ایک دو نہیں نہ جانے کتنی روایات ملیں گی، نیز ان کے حق میں یہ بات معروف ہے کہ انہوں نے مؤطا کا انتخاب ایک لاکھ احادیث سے کیا ہے؎

امام شافعی، امام مالک کے شاگرد ہیں، اس سے پہلے مکہ میں رہکر وہاں کا علم حاصل کیا، پھر بغداد میں قیام کیا، مصر میں بھی رہے ان تمام مقامات پر وہ برابر اپنے ذخیرۂ روایات میں اضافہ کرتے رہے،

۱۱- امام ابو حنیفہ

امام صاحب کا اصل مستقر کوفہ تھا جس میں ۱۵۰۰ صحابہ نے قیام فرمایا جن میں حضرات علیؓ و ابن مسعودؓ بھی تھے جن کو تمام صحابہ کے علوم کا جامع قرار دیا گیا ہے اور امام صاحب کے متعلق خود انھیں سے ان دونوں حضرات کے اصحاب کے واسطے سے ان

؎ تدریب ج ۱ ص ۵۰ - ؎ شروح مؤطا -

کے علوم کے جمع کرنے کی تصریح آئی ہے [۱] اور امام صاحب کے متعلق یہ بھی تصریح ہے کہ کوفہ کی تمام مرویات کو آپ نے جمع کر لیا تھا [۲] جیسے کہ محمد بن سماعہ سے منقول ہے کہ امام صاحب نے اپنے تلامذہ کو ستر ہزار سے زائد احادیث کا املا کرایا ہے [۳] اور یحییٰ بن نصر محدث سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ امام صاحب سے ملنے گئے تو ان سے جس کمرے میں ملاقات کی نوبت آئی وہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ فرمایا کہ "یہ احادیث ہیں میں نے ان کا بس تھوڑا سا ہی حصہ نقل کیا ہے جو کہ لائق انتفاع ہے" [۴]

ان تصریحات سے امام صاحب کی حفظ کردہ و محفوظ کردہ احادیث کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس مقدار میں رہی ہوں گی۔

۱۲- امام صاحب سے منقول روایات کی کمی

البتہ یہ ضرور ہے کہ مذکورہ بالا قرائن جس قدر زیادتی تعداد کے مقتضی ہیں اور اس انداز کی زائد تعداد کے حفاظ محدثین سے جس مقدار میں روایات منقول ہیں مثلاً ان حضرات سے جن کو محفوظ احادیث کی تعداد پیچھے نقل کی گئی ہے۔ امام صاحب کی جو مرویات منقول و محفوظ ہیں وہ اس کی نسبت سے کم ہیں، اس سے بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور اس کو انہوں نے امام صاحب کی تنقیص کا ذریعہ بنا لیا ہے مگر اولاً

---

[۱] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۴۱۶ و ۴۱۵ [۲] ابوحنیفۃ واصحابہ المحدثون ص ۱۲ [۳] قواعد فی علوم الحدیث ص ۹۲ [۴] السنۃ ومکانتہا، ص ۴۱۷

تو محض مرویات کی کمی کو علمی نقص کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے امام شافعی و امام مالک کی محفوظ مرویات بھی تو بہت زیادہ نہیں ہیں حتیٰ کہ امام احمد کی بقدر بھی، اور صحابہ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا مقام معلوم ہے مگر پھر بھی ان کی مرویات کو دوسرے اصاغر صحابہ سے کیا نسبت ہے۔ معروف ہے"

ثانیاً یہ کہ امام صاحب کی نسبت سے اکابر اہل تحقیق نے اس کے مختلف اسباب تجویز کیے ہیں، مثلاً

۱۔ استنباط مسائل کے ساتھ اشتغال! صاحب عقود الجمان نے ذکر کیا ہے کہ وسعت حفظ کے باوجود اس کا سبب مسائل کے استنباط کے لیے غور و خوض ہے جیسے کہ امام مالک و امام شافعی حتیٰ کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مرویات بھی اسی انداز کی مشغولیات کی وجہ سے ان کے وفور علم کی نسبت سے بہت کم ہیں۔[۱]

۲۔ قبول روایات میں تشدد! بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ چونکہ امام صاحب کے عہد میں فرقِ ضالہ کا زور اور اس کی وجہ سے وضع احادیث کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا بالخصوص کوفہ کے مخصوص ماحول کی وجہ سے وہاں کی فضا کچھ زیادہ ہی یہ آب و ہوا رکھتی تھی اس لیے امام صاحب نے روایات کے قبول رد کا جو معیار اپنایا تھا وہ احتیاط و تشدد میں دوسرے محدثین کے معیار سے کہیں بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ دوسرے معتمد محدثین کے نزدیک مقبول احادیث کو بھی وہ بسا اوقات مستحق قبول نہیں قرار دیتے تھے[۲] یہ بات فقہ حنفی کی کتب اصول میں خبر واحد کے

۱؎ السنۃ ومکانتہا ص ۴۴۱ نقلاً عن عقود الجمان الجمہرین یوسف صالحی دمشقی ۲؎ ایضاً ص ۴۰۴ و ۴۰۹، ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون ص ۱۱ نقلاً عن مقدمہ ابن خلدون۔

قبول اور اس پر عمل کی جو شرطیں ذکر کی گئی ہیں ان سے ظاہر ہے جیسا کہ ہم "خبر کی تقسیم باعتبار نقل" کے تحت تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔

۳۔ نقل روایات بصورت افتاء و مسائل: یعنی ایسا نہیں ہے کہ امام صاحب سے روایات و احادیث کم منقول ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ عام جو طریقہ نقل ہے کہ پوری سند کے ساتھ یا کچھ حذف یا صرف صحابی کے ذکر کے ساتھ یا کسی بھی راوی کے بغیر، صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا جس صحابی و تابعی کا اثر ہو اس کی طرف نسبت کر کے۔ حدیث نقل کی جائے، اس کے بجائے، امام صاحب نے یہ کیا ہے کہ اس سلسلہ کی چیزیں کو حسب موقع بصورت افتاء و مسائل نقل کیا ہے جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کہنے والے کا خود اپنا قول ہے حالانکہ وہ در اصل کسی روایت سے حاصل شدہ حکم ہوتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات بعینہ روایت کے الفاظ کے ساتھ ہی ہوتا ہے، امام صاحب کا یہ طریقہ در اصل ان کا اپنایا ہوا طریقہ نہیں تھا بلکہ بعض ان اکابر صحابہ کا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صریح نسبت سے بڑی حد تک گریز کرتے تھے محض اس احتیاط کی بنا پر کہ کہیں ہم سے نسبت میں کسی لفظ کی کمی یا زیادتی ہو جائے یا غلطی ہو جائے تو اس سلسلہ کی وعید کا مصداق بنیں، اس میں سر فہرست حضرت عمرؓ و حضرت ابن مسعودؓ ہیں اور حضرت ابن مسعود سے یہ طریق کوفہ کے تابعین و علماء نے حاصل کیا جو برابر ان میں باقی رہا اس سلسلہ میں ان سے مختلف تصریحات منقول ہیں[1] اور اسی بنیاد پر شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمر و حضرت ابن مسعود دونوں کا ان صحابہ میں شمول بتایا ہے جو کثرت کے ساتھ احادیث کے ناقل سمجھے

---

[1] ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ص ۱۸، حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۵۱ و ۱۵۳۔

جاتے ہیں جن سے ہزار سے زائد احادیث مرفوعہ ہیں کر دونوں کی طرف منسوب اقوال جو بظاہر موقوف ہیں احادیث کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقۃً مرفوع ہیں [۱] حضرت شاہ صاحب نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں نقل احادیث و روایات کے ان دونوں طریق پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے [۲] اور امام صاحب و ان کے تلامذہ کے اقوال کی نسبت سے تحریر فرمایا ہے کہ وہ سارے کے سارے ابراہیم نخعی وغیرہ کے آثار ہیں اور ابراہیم نخعی کے آثار جو اگرچہ کسی کی طرف نسبت کر کے منقول نہ ہوں خود ان کی ذاتی آراء نہیں بلکہ ان کے اسلاف کوفہ میں مقیم صحابہ اور ان کے اصحاب کے آثار ہیں [۳]

مزید یہ کہ ہر حافظ و محدث کو جو روایات محفوظ ہوتی ہیں، ان کی کثرت اور عظمت التعداد سے عموماً ان روایات کو کوئی نسبت نہیں ہوتی جو خود اس کی نقل و رواۃ سے محفوظ کی جاتی ہیں، امام بخاری وغیرہ کی محفوظ کردہ احادیث کی تعداد گزر چکی ہے اور ساتھ ہی یہ تصریح بھی کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں مکرر و غیر مکرر کتنی روایات ہیں، دونوں کو تین تین لاکھ احادیث محفوظ تھیں مگر ان کی کتابوں میں غیر مکرر روایات بمشکل چار ہزار ہیں، اس لحاظ کو دیکھا جائے تو امام صاحب سے محفوظ کردہ روایات بھی کوئی خاص قلت نہیں رکھتیں، جامع المسانید میں جو روایات غیر مکرر محفوظ کی گئی ہیں وہ تقریباً دو ہزار ہیں جن میں سے ۲۵۳ ابراہیم نخعی کے آثار ہیں [۴]

---

[۱] ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ص ۱۷ و ۱۸، بحوالہ ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۱۴۲ [۲] حجۃ اللہ ج ۱ ص ۱۳۱ و ۱۳۲ [۳] ایضاً ص ۱۴۴ و ۱۴۷، ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ص ۱۶ و ۱۷ قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۹۳ و ۱۹۴ [۴] مسانید الامام ص ۱۶۰۔

اور امام صاحب کے مسانید جو جمع کیے گئے ہیں ان میں سے صرف حافظ ابن عقدہ
متوفی ۳۳۲ھ کے مسند میں ایک ہزار روایات جمع کی گئی ہیں اور امام صاحب کے متعدد مسانید
ایسے بھی ہیں جو کہ جامع المسانید میں شامل نہیں ہیں جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام صاحب سے محفوظ کردہ روایات
مکررات کے حذف کے ساتھ لگ بھگ چار ہزار ہیں جیسا کہ امام صاحب کے
ایک تلمیذ حسن بن زیاد لولوئی سے منقول بھی ہے کہ امام صاحب کی مرویات چار ہزار
ہیں دو ہزار ان کے استاد خاص حماد سے محفوظ کردہ، اور دو باقی مشائخ
سے سنی ہوئی[1] حاکم نے ائمہ ثقات سے متعلق جو نوع قائم کی ہے اس میں
امام صاحب کا بھی تذکرہ کیا ہے[2]

---

[1] مقدمہ مسند امام اعظم ص ۲۲ و ۲۳۔

اگرچہ حضرت شاہ صاحب نے فقہاء عراق کے طریقہ و مزاج کی وضاحت کرتے ہوئے اہمیت
کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے کہ ان کے پاس آثار و روایات کا وسیع ذخیرہ نہیں تھا ڈاکٹر مصطفیٰ
سباعی نے اپنی کتاب السنۃ و مکانتہا میں بڑی قوت کے ساتھ اس نظریہ کا رد کیا ہے، ملاحظہ ہو
ص ۴۱۵، ۴۱۷، مزید امام صاحب کے ذخیرہ احادیث کی وسعت پر مولانا ظفر احمد صاحب
نے "قواعد فی علوم الحدیث" اور "ابو حنیفۃ و اصحابہ المحدثون" میں اور صاحب عقود الجمان نے عقود
الجمان میں تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے نیز مولانا عبدالرشید نعمانی
نے بھی اس نظریہ کا رد کیا ہے۔ [2] معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۰۳

فصل چہارم

لطائف اسناد

۱۔ **تعریف** :۔ ا۔ لغوی :۔ لطائف، لطیفہ کی جمع ہے بمعنی دلچسپ نکتہ

ب۔ اصطلاحی :۔ "لطائف اسناد" وہ خصوصی مناسبت جو رواتِ حدیث کے درمیان پائی جائے،

۲۔ **صورتیں** :۔ سات ہیں اس لیے کہ اس کی اصولی بنیادیں تین ہیں،

(الف) ایک حدیث کی دو یا چند اسناد کے درمیان پائی جانے والی مناسبت جس کی ایک صورت ہے "اسناد عالی و اسناد نازل"

(ب) ایک ہی سند کے روات کے درمیان پائی جانے والی مناسبت، جسکی پانچ صورتیں ہیں ۲ سے لے کر ۶ تک

(ج) ایک استاذ سے روایت کرنے والے دو یا چند روات کے درمیان پائی جانے والی مناسبت جس کی ایک صورت ہے، یعنی "سابق و لاحق"

یہ کل سات صورتیں ہوئیں جو ترتیب وار مذکور ہیں، تفصیلات آگے آرہی ہیں

۱۔ اسناد عالی و نازل ۲۔ حدیث مسلسل

۳۔ روایت اکابر از اصاغر (بزرگان از کودکان) ۴۔ روایت پدران از پسران

۵۔ روایت پسران از پدران ۶ روایت معاصرین

۷۔ سابق و لاحق

(۱)

اسنادِ عالی و نازل

۱- **تعریف**:- ا- لغوی:- عالی بمعنی بلند اور نازل بمعنی نیچا

ب- اصطلاحی:-

۱- اسناد عالی:- ایک ہی حدیث کی دو سندوں میں سے وہ سند جس کے رواۃ دوسری سند سے کم ہوں۔

۲- اسناد نازل:- دو سندوں میں سے وہ سند جس کے رواۃ دوسری سے زائد ہوں،

۲- **اقسام عُلُوّ**:- اصولی دو ہیں (الف) عُلُوِّ مطلق (ب) علو نسبی

(الف) **عُلُوِّ مطلق**:- ا- تعریف:- دوسری اسناد کے مقابلے میں کسی صحیح و بے داغ سند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب

۲- حکم:- یہ علو کی سب سے اعلیٰ قسم ہے اس لیے کہ راوی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے جتنے کم ہوں اتنا ہی اعتماد زیادہ ہوتا ہے۔

۳- مثال:- بخاری کی وہ ثلاثیات[1] جن کو انہوں نے دوسری اسناد سے بھی روایت کیا ہے اور دوسری اسناد میں رواۃ کی تعداد زائد ہے۔

(ب) **علو نسبی**:- ا- تعریف:- کسی خاص شخص کی نسبت سے قرب، خواہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے زائد ہوں،

۲- صُوَر:- اس کی اصولی چار صورتیں ہیں،

(الف) **عُلُو بوجہ قریب بکے از ائمہ حدیث**:- دوسری اسناد کے مقابلے میں کسی صحیح و بے داغ سند کے ساتھ کسی امام حدیث سے قرب جیسے اعمش و امام مالک وغیرہ سے قرب

[1] ثلاثیات وہ روایات جن کو صرف تین واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جائے۔

(ب) علو بوجہ قرب از اسناد کتب مؤلفہ در حدیث: دوسری اسناد کے مقابلہ میں کسی صحیح و بے داغ سند کے ساتھ صحاح ستہ یا دوسری معتمد کتب حدیث میں سے کسی سے قرب، متاخرین کا اس صورت سے بڑا شغف رہا ہے اور انہوں نے خود اس کی مختلف اقسام و صور ذکر کی ہیں،

۱۔ موافقت ۲۔ بدل ۳۔ مساوات ۴۔ مصافحہ

۱۔ موافقت :۔

(الف) تعریف :۔ معتمد مصنفین میں سے کسی کے شیخ تک مصنف کے واسطے سے خالی ایسی سند کے ذریعہ قرب جس کے رواۃ مصنف کے واسطے والی سند سے کم ہوں۔

ب۔ مثال :۔ بخاری نے اپنے استاذ قتیبہ کے واسطے سے امام مالک سے ایک حدیث نقل کی ہے، ابن حجر کا بیان ہے کہ اگر ہم اسے بخاری کے واسطے سے نقل کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے ہوں گے، اور اگر بخاری کے دوسرے استاذ ابو العباس سراج کے واسطے سے قتیبہ سے نقل کریں تو سات ہی واسطے ہوں گے، اس صورت میں بخاری کے شیخ سے قرب بخاری کے واسطے کے بغیر ہو گا۔

۲۔ بدل :۔

(الف) تعریف :۔ مصنفین میں سے کسی کے شیخ یا شیخ الشیخ (استاذ کے استاذ تک) مصنف کے واسطے والی سند سے کم رواۃ پر مشتمل سند سے قرب،

(ب) مثال :۔ حدیث سابق کو بخاری کے واسطے سے خالی کسی سند کے ذریعہ "قعنبی" سے نقل کرنا جو کہ بخاری کے شیخ تھے۔

۳۔ مساوات :۔ (الف) تعریف :۔ پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے سند رواۃ کے برابر ہونا

(ب) مثال :۔ بقول ابن حجر نسائی نے ایک حدیث گیارہ واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے، اسے دوسری ایسی سند سے نقل کیا جائے جس میں گیارہ ہی واسطے ہوں تو تعداد رواۃ میں نسائی سے مساوات ہو گی،

۴۔ مصافحہ :۔

(الف) تعریف :۔ پوری سند کے رواۃ کا مصنفین میں سے کسی کے شاگرد کی سند کے رواۃ کے برابر ہونا۔

(ج) علو بوجہ تقدم وفات راوی :۔

۱۔ تعریف :۔ کسی راوی کی وفات کے پہلے ہو جانے کی وجہ سے علو،

۲۔ مثال :۔ نووی کا بیان ہے کہ میں نے جو روایات تین واسطوں سے بواسطہ بیہقی حاکم سے نقل کی ہیں وہ ان روایات سے عالی ہیں جو میں نے تین واسطوں سے بواسطہ ابو بکر بن خلف حاکم سے نقل کی ہیں اس لیے کہ بیہقی کی وفات ابو بکر سے کافی پہلے ہوئی ہے بیہقی کی وفات ۴۵۸ھ اور ابو بکر کی ۴۸۷ھ میں ہوئی ہے۔

(د) علو بوجہ سبقت سماع وتلمذ :۔

۱۔ تعریف :۔ شاگردی اور سماع واستفادہ میں سبقت کی وجہ سے علو، پہلے سننے والا عالی شمار ہوگا،

۲۔ مثال :۔ ایک استاذ کے دو شاگردوں میں جس نے پہلے سنا ہے وہ عالی شمار ہوگا۔ اس کی اہمیت وافادہ خاص طور سے ان شیوخ کے شاگردوں میں ظاہر ہوتا ہے جنھیں "اختلاط" کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔

۳۔ اقسام نزول :۔ علو کی اقسام کے مطابق ہیں اس لیے کہ "علو" کی ہر قسم کے مقابلے میں "نزول" کی ایک قسم ہے،

۴۔ حکم علو و نزول :۔

(الف) جمہور کے نزدیک علو افضل ہے بشرطیکہ دونوں سندیں قوت میں ہم پلہ ہوں اس لیے کہ جیسا کہ ذکر کیا گیا واسطوں کی کمی اعتماد کو بڑھاتی ہے،

(ب) البتہ کسی عارض کی وجہ سے نزول کو بھی فضیلت حاصل ہو جایا کرتی ہے مثلاً یہ کہ اسناد نازل کے رواۃ ثقاہت یا فقاہت یا حفظ میں فائق ہوں،

مشہور مصنفات[۵]:۔ محض "اسناد عالی" اور "اسناد نازل" کے بیان میں مستقل کتابیں نہیں ہیں۔ البتہ بعض خاص پہلو پر لکھے گئے رسائل ہیں مثلاً۔

(الف) **ثلاثیات**:۔ ان سے وہ احادیث مراد ہیں جن کو کسی اہم مصنف و امام نے زمانہ کی دوری کے باوجود صرف تین واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے نقل کیا ہے، جیسے ابن حجر م ۸۵۲ھ کی "ثلاثیات بخاری" ایسے ہی "ثلاثیات احمد بن حنبل" م ۲۴۱ھ[۱]

(ب) **ثنائیات**:۔ وہ مرویات جن کو زمانہ کی دوری کے باوجود محض دو واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے جیسے عوالی مالک (حاکم نیشاپوری و ابن عساکر) جس میں امام مالک کی ایسی مرویات کو جمع کیا گیا ہے۔

(ج) **وحدانیات**:۔ وہ مرویات جن کو زمانہ کی دوری کے باوجود محض ایک واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے جیسے وحدانیات الامام ابی حنیفہ (ابو معشر عبد الکریم شافعی م ۴۷۸ھ و بعض دیگر حضرات)

(د) **رباعیات**:۔ وہ مرویات جن کو زمانہ کی دوری کے باوجود محض چار واسطوں سے نقل کیا گیا ہے جیسے رباعیات الامام الشافعی (ابو الحسن دار قطنی) دو حصوں میں نیز رباعیات اصحاب صحاح ستہ وغیرہ[۲]

---

[۱] تفرحہ ص ۵۸ و ۵۹، تدریب ج ۲ ص ۱۵۹ تا ۱۷۲، علوم الحدیث و مصطلحہ ص ۲۵۱ و ۲۵۲ [۲] الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۸ و ۷۹

۲

مسلسل

۱۔ **تعریف** :۔

الف ۔ لغوی :۔ "مسلسل" "تسلسل" سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم ہے دو یا چند چیزوں کا باہم ملا ہوا ہونا ،

ب ۔ اصطلاحی :۔ وہ حدیث جس کے باہم روات خود اپنی یا روایت کی کسی کیفیت پر متفق ہوں ،

البتہ یہ ضروری نہیں کہ سارے روات متفق ہوں ، بلکہ "مسلسل" کہلانے کے لیے اکثر کا اتفاق ضروری ہے ، اور جب تسلسل درمیان یا آخر میں ختم ہو جائے تو تصریح کر دی جاتی ہے کہ "فلاں تک مسلسل ہے"

۲ ۔ **انواع** :۔ تین ہیں (الف) مسلسل باحوال روات (ب) مسلسل بصفات روات (ج) مسلسل باحوال روایت

(الف) مسلسل باحوال روات :۔ وہ حدیث جس میں روات کے کسی حال میں تسلسل پایا جائے خواہ وہ حال قول ہو یا فعل یا دونوں ، اسی لیے اس کی تین صورتیں ہیں (۱) مسلسل باحوال قولیہ ، (۲) مسلسل باحوال فعلیہ (۳) مسلسل باحوال قولیہ و فعلیہ ،

۱ ۔ مسلسل باحوال قولیہ :۔ جیسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں لہٰذا ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو ۔ "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ" ۔ اس کا ہر راوی اپنے شاگرد و بعد والے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یوں کہتا رہا ہے "وَاَنَا اُحِبُّكَ" نقل "اور میں تم سے

محبت کرتا ہوں لہٰذا کہو الخ)

اس حدیث کو "حدیث مسلسل بالمحبۃ" کہتے ہیں۔

۲۔ مسلسل باحوال فعلیہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی حدیث کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کر فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے زمین کو سنیچر کے دن پیدا کیا" اس حدیث کا ہر راوی بوقت روایت اپنے شاگرد کے ساتھ یہی معاملہ کرتا رہا۔[۱]

۳۔ مسلسل باحوال قولیہ وفعلیہ:۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بندہ ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتا جب تک کہ تقدیر کے ہر حال پر بھلا ہو یا برا تلخ ہو یا شیریں ایمان نہ لائے" یہ فرما کر آپ نے اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ کر فرمایا "میں تقدیر کے ہر حال پر بھلا ہو یا برا، تلخ ہو یا شیریں ایمان لاتا ہوں"[۲] اس کے تمام راوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اپنی داڑھی پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کو نقل کرتے رہے۔

ب۔ مسلسل بصفات رواۃ:۔ وہ حدیث جس میں رواۃ کی کسی صفت پر اتفاق کر لیا جائے۔

مثلاً یہ کہ سارے رواۃ کا ایک ہی نام ہو جیسے محمد، یا احمد وغیرہ یا ایک ہی لقب ومنصب ہو جیسے سب فقیہ ہوں یا حافظ حدیث ہوں یا ایک ہی نسبت ہو خواہ قبیلہ کے اعتبار سے جیسے یہ کہ سب خاندان قریش سے ہوں اور خواہ وطن کے اعتبار سے جیسے یہ کہ سب دمشقی یا مصری ہوں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان شقوں میں سے دو یا چند کسی ایک ہی حدیث میں جمع ہو جائیں مثلاً یہ کہ حفاظ مصر کسی حدیث کو مسلسل وار نقل کریں۔

۱؎ معرفتہ علوم الحدیث ص ۳۴،

۲؎ معرفتہ علوم الحدیث ص ۳۰،

سیوطی نے تدریب الراوی کے آخر میں تین حدیثیں ذکر کی ہیں اول مسلسل بفقہائے شوافع، دوم مسلسل بحفاظ، سوم مسلسل بمصریین،

(ج) مسلسل بصفاتِ روایت :۔ وہ حدیث جس میں روایت کی کسی کیفیت پر روات متفق ہوں خواہ الفاظ ہوں، یا زمان یا مقام روایت،

۱۔ مسلسل بالفاظ اداء :۔ وہ حدیث جس کا ہر راوی نقل روایت کے لیے ایک ہی لفظ ذکر کرے، مثلاً "سمعت" یا "اخبرنا"

۲۔ مسلسل بزمن روایت :۔ وہ حدیث جس کو ہر راوی کسی خاص معین وقت میں روایت کرے، مثلاً جمعہ کو، یا عیدین کو، یا بعد عصر

۳۔ مسلسل بمقام روایت :۔ وہ حدیث جسے ہر راوی کسی خاص مقام پر روایت کرے جیسے "ملتزم" پر قبولیت دعا کی حدیث جس کو رواۃ نے اس مقام پر روایت کیا ہے،

۴۔ حکم :۔ افضل وہی ہے جو انقطاع اور تدلیس سے خالی ہو، یہ ضروری نہیں کہ ہر مسلسل حدیث صحیح ہی ہو یا یہ کہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہو بلکہ مسلسل احادیث میں اکثر کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے اگرچہ اصل حدیث جو غیر مسلسل مروی ہو معتمد و صحیح ہو۔

صحیح مسلسلات میں سے مسلسل بحفاظ و فقہاء ہے اور اصح ترین مسلسل، "مسلسل بقراءۃ سورۂ صف" ہے یعنی وہ حدیث جس میں سلسلہ وار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آخری ناقل و راوی تک سورۂ صف کے سبب نزول اور اس کو بیان کرنے کے بعد اس کی تلاوت کا ذکر ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۱۸۷ تا ۱۸۹، ونزھتہ ۵۸ و ۵۹

۵ مشہور مصنفات :-

(الف) "اَلْمُسَلْسَلَاتُ الْکُبْرٰی" مصنف سیوطی م ۹۱۱ھ اس میں ۸۵ احادیث ہیں (ب) "اَلْمَنَاهِلُ السلسلة فی الْاَحَادِیْثِ الْمُسَلْسَلَةِ" مصنف محمد عبدالباقی ایوبی م ۱۳۶۴ھ اس میں ۲۱۲ احادیث ہیں۔

(ج) "مجموعۃ المسلسلات" از شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۴ھ، اس مجموعہ میں سو کے قریب احادیث ہیں جن میں مختلف انداز کا تسلسل ہے اور الحمدللہ اس رسالہ کی سماعت و اجازت کا سلسلہ ہندوستان کے مرکزی اداروں میں جاری ہے۔

۳

رواية الأكابر عن الأصاغر

(بڑوں کی چھوٹوں سے روایت)

۱- تعریف :- عمر و طبقہ یا علم و حفظ میں خود سے کمتر راوی سے احادیث کی روایت ۔

۲- اقسام وصور :- تین ہیں ۔

(الف)- راوی اپنے استاذ سے عمر میں بڑا اور طبقہ میں مقدم ہو ،

(ب)- راوی مرتبہ میں شیخ سے بڑا ہو اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو ۔

(ج)- راوی عمر و مرتبہ دونوں میں شیخ سے بڑا ہو ،

* طبقہ و مرتبہ میں فرق یہ ہے کہ "طبقہ" کا تعلق عمر و زمانے سے ہوتا ہے اور "مرتبہ" کا ذاتی اوصاف و کمالات سے مثلاً صحابہ طبقۃً تابعین سے فائق ہیں ، اور باہم خود صحابہ کے مختلف مراتب ہیں ایسے ہی تابعین کے بھی ،

۳- امثلہ :- ۱- صحابہ کی تابعین سے روایت جیسے حضرات عبادلہ کی حضرت کعب احبار سے نقل کردہ روایات ۔

۲- تابعی کی ، اپنے تبع تابعی سے نقل کردہ روایت جیسے یحییٰ بن سعید انصاری کی امام مالک سے نقل کردہ روایات ، اس لیے کہ امام مالک تبع تابعین میں سے ہیں

۳- صحابہ کی تابعین سے نقل کردہ وہ روایات ، جو انھوں نے دوسرے صحابہ سے حاصل کیں جیسے بخاری کی روایت کردہ حدیث جو حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے بواسطہ مروان بن حکم حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے ۔

ب :- کسی حافظ و عالم کی غیر حافظ عمر دراز سے روایت جیسے امام مالک کا جو

کہ امام فن وحافظ حدیث تھے عبداللہ بن دینار سے روایت جوکہ محض راوی تھے اور امام مالک سے عمر میں بڑے تھے،

(ج) برقانی جوکہ عمر ومرتبہ میں خطیب سے بڑے تھے ان کی خطیب سے روایت، ایسے ہی بخاری کی ترمذی سے روایات، بخاری ترمذی سے عمر ومرتبہ میں بڑے تھے اگرچہ باعتبار زمانہ دونوں کا طبقہ ایک تھا۔

۵۔ فوائد :-

(الف) استاذ وشیخ کا عمر دراز اور علم وفضل میں فائق ہونا ضروری نہ سمجھا جائے اس بنا پر کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔

۶۔ مشہور مصنفات :-

(الف) "مارواہ الکبار عن الصغار والآباء عن الأبناء" مصنف، حافظ ابو یعقوب اسحٰق بن ابراہیم وراق م ۴۰۳ھ

(ب) تصنیف خطیب جو ان روایات کی بابت ہے جنہیں صحابہ نے بواسطہ تابعین دوسرے صحابہ سے نقل کیا ہے، [۱]

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۲۸۸ وتیسیر المصطلح ص ۱۸۸-۱۸۹

۴

روایت الآباء عن الابناء

۱۔ **تعریف** :۔ ایسی حدیث جس کو کسی راوی کے والد خود راوی سے نقل کریں یہ دراصل روایت بزرگان از کودکاں، کی ایک شق ہے مگر چونکہ اس کے حق میں یہ شرط ہے کہ راوی جس شخص سے روایت نقل کر رہا ہے یا تو اس سے مرتبہ میں بڑا ہو، یا عمر و مرتبہ دونوں میں یا عمر و طبقہ میں جیسا کہ گزر چکا ہے اور باپ کی بیٹے سے روایت کا ان تینوں میں سے کسی ایک کے تحت آنا ضروری نہیں ہے کہ باپ بیٹے سے عمر میں تو بڑا ہوتا ہے مگر طبقہ و مرتبہ میں بھی ضرور بڑا ہو یہ لازمی نہیں ہے۔

۲۔ **مثال** :۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ایک حدیث جسے انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت فضل سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع فرمایا،

ایسے ہی تابعین میں سے حضرت وائل نے اپنے صاحبزادے بکر سے آٹھ احادیث نقل کی ہیں اور تبع تابعین میں ابو عمر حفص دوری مشہور قاری نے اپنے صاحبزادے، ابو جعفر محمد بن حفص سے سولہ کے قریب احادیث کی روایت کی ہے، کسی باپ کی اپنے بیٹے سے نقل کردہ احادیث کی زائد سے زائد تعداد اس حد تک منقول ہے [1]

۳۔ **فائدہ** :۔ سند میں قلب و خطا کے گمان سے حفاظت کرنا دو بیٹے باپ سے

---

[1] منہج النقد ص ۱۵۸،

علم حاصل کیا کرتے ہیں۔

۴۔ مشہور مصنفات :-

(الف) روایۃ الآباء عن الابناء، مصنف خطیب بغدادی۔

(ب) ما رواہ الکبار عن الصغار والآباء عن الابناء، مصنف حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم وراق، [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۵۴ تا ۲۵۶،

روایت الأبناء عن الآباء

۱۔ **تعریف** :۔

وہ حدیث جسے کوئی شخص اپنے والد سے یا والد کے واسطے سے دادا یا اوراوپر کے کسی فرد سے روایت کرے۔

عام دستور یہ ہے کہ چھوٹے ہی بڑے سے تحصیل علم کرتے ہیں مگر چونکہ یہ ایک خاص صورت ہے اس لیے اس کو امتیاز کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

۲۔ **اھمیت و فوائد** :۔ اہمیت اس نوع کی اس وقت ہوتی ہے جبکہ باپ یا دادا کا نام ذکر کئے بغیر روایت نقل کی جائے اس صورت میں ان کے نام کی تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، نیز اس تعیین کی کہ دادا سے راوی کا دادا مراد ہے یا راوی کے والد کے دادا۔ اور انھیں امور کا جاننا اس علم کا فائدہ ہے۔

۳۔ **انواع** :۔ دو ہیں،

(الف) :۔ ۱۔ صرف والد سے روایت کی جائے، اکثر یہی صورت پیش آتی ہے

۲۔ مثال :۔ ابوالعشراء کی اپنے والد سے روایت

(ب) :۔ ۱۔ راوی اپنے والد کے واسطے سے دادا سے یا دادا کے والد وغیرہ سے روایت کرے۔ زائد سے زائد مسلسل چودہ پشتوں سے روایت نقل کی گئی ہے۔

۲۔ مثال :۔ عمرو بن شعیب کی روایت اپنے والد کے واسطے سے دادا سے،

یہ عمرو بن شعیب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے صاحبزادے محمد کے پوتے تھے، جو اپنے والد شعیب کے واسطے سے ان کے دادا عبداللہ بن عمروؓ سے روایت نقل کیا کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ نیز ان کے والد حضرت عمروؓ معروف صحابہ میں سے ہیں۔

(۴) **مشہور مصنفات:-**

(الف) "جزء من روی عن ابیہ عن جدہ" مصنف ابوبکر بن ابی خیثمہ م ۲۷۹ھ

(ب) "روایۃ الابناء عن اٰبائھم" مصنف ابو نصر عبید اللہ بن سعد وائلی م ۴۴۴ھ

(ج) "کتاب الوشی المعلم فی من روی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" مصنف حافظ صلاح الدین علائی م ۷۶۱ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۶۱ تا ۲۶۲

۶

روایتِ اَقران و مُدبَّج

(الف)

۱۔ تعریف اقران :۔

(الف)۔ لغوی :۔ اَقرَان، قرِین کی جمع ہے بمعنی مصاحب

(ب) اصطلاحی :۔ عمر میں ایک دوسرے سے قریب، اور اسناد میں ایک دوسرے سے قریب

* اسناد میں قرب سے مراد یہ ہے کہ، ایک ہی طبقہ کے شیوخ واساتذہ حدیث سے حدیث کی تحصیل کی گئی ہو

۲۔ تعریف روایت اقران :۔

وہ روایت جسے ایک قرین یعنی ہم عمر یا ہم طبقہ محدث دوسرے ہم عمر یا ہم طبقہ محدث سے نقل کرے۔

۳۔ مثال :۔

سلیمان تیمی کی مِسعر بن کدام سے روایت، دونوں باہم قرین تھے

(ب)

۱۔ تعریف مُدَبَّج :۔

(الف)۔ لغوی :۔ "مُدَبَّج"، بمعنی مُزَیَّن، "دیباجہ" بمعنی "رخسار" سے ماخوذ ہے۔

(ب)۔ اصطلاحی :۔ دو اقران میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت نقل کرے یعنی یہ روایت اقران کی ہی ایک صورت ہے۔

۲۔ امثلہ :۔

(الف) صحابہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

کی حضرت عائشہؓ سے روایت ،

ب۔ تابعین میں زہری کی حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت عمر کی زہری سے روایت ۔

ج۔ تبع تابعین میں امام مالک کی اوزاعی سے اور اوزاعی کی امام مالک سے

۴۔ فوائد :۔

الف) ہم زمانہ دو راویوں کے ایک سند میں ہونے کی وجہ سے سند میں زیادتی کا گمان نہ ہو ، اور یہ خیال نہ ہو کہ نیچے کے راوی نے "و" کی جگہ "عن" ذکر کر دیا ہے ، کہ اصل میں اس نے دونوں معاصرین سے روایت حاصل کی ہے نہ کہ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے ، اور بجائے "عن مالک والاوزاعی" کہنے کے "عن مالک عن الاوزاعی" کہدیا ہے ، اس فن سے جب واقفیت ہوگی تو یہ دھوکہ نہیں ہوگا ۔

۵۔ مشہور مصنفات :۔

(الف) المُدبّج ، مصنف دارقطنی م ۳۸۵ ھ

(ب) روایۃ الاقران ۔ مصنف ابو شیخ عبداللہ ابن محمد اصبہانی م ۳۶۹ ھ[1]

۷

سابق ولاحق

۱- **تعریف** :-

ا- لغوی :- سابق ، متقدم ، پہلے ہونے والا، آگے رہنے والا، لاحق متاخر ، پیچھے رہنے والا ، بعد میں آنے والا ،

ب ۔ اصطلاحی ۔ کسی ایک شیخ واستاد سے حدیث کی تحصیل کرنے والے دو ایسے اشخاص کہ ان دونوں کی وفات کے درمیان کافی مدت کا فاصلہ ہو .

۲ - **مثال** :- محمد بن اسحق سراج ، (۲۱۶ تا ۳۱۳ ھ) بخاری و خفاف دونوں کے استاذ ہیں ، مگر ان دونوں کی وفات کے درمیان ۳۳ یا اس سے زائد مدت کا فاصلہ رہا ، اس لیے کہ بخاری کی وفات ۲۵۶ ھ اور خفاف نیشاپور کی ۳۹۳ ھ میں ہوئی ،

۳ - **فائدہ** :-

انقطاع سند کا گمان نہ ہو اس وجہ سے کہ سند کے دو روات کی عمر و وفات میں لمبا فرق ہے ،

۴ - **مشہور مصنفات** :-

" السابق واللاحق " مصنف خطیب بغدادی ، [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۶۲ تا ۲۶۳

باب سوم

روایت کا حصول و تحصیل

فصل اول ٭ تحصیل روایت کے اہم شرائط و آداب
فصل دوم ٭ تحصیل حدیث کی صورتیں اور ادائگی کے الفاظ
فصل سوم ٭ حدیث کا ضبط اور تحریر و تصنیف
فصل چہارم ٭ روایت حدیث کی کیفیت و شرائط

فصل اول

تحصیل حدیث کے اہم شرائط و آداب

۱۔ تمہید:۔

علماء حدیث نے تفصیل کے ساتھ ان پہلوؤں پر گفتگو فرمائی ہے۔ حدیث نبوی کی اہمیت کے پیش نظر پورے اطمینان و اعتماد کے ساتھ، اس کی نقل وحفاظت کے لیے **اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔**

۲۔ تحمّل حدیث اور اسلام و بلوغ:۔

صحیح قول یہ ہے کہ تحمل یعنی حدیث کی تحصیل کے لیے نہ اسلام شرط ہے نہ بلوغ البتہ دوسروں کے سامنے اس کو بیان ونقل کرنے کے لیے دونوں شرطیں ہیں۔ اس لیے اگر کوئی مسلمان بالغ کسی حدیث کو نقل کرے تو وہ مقبول ہوگی خواہ اسلام و بلوغ سے پہلے تحصیل کی ہو یا اس کے بعد۔ البتہ اگر بلوغ سے پہلے تحصیل کی ہو تو بوقت تحصیل ایسی عمر ضروری ہے جو کہ تمیز کی عمر کہلاتی ہے یعنی بھلے و برے کو سمجھنے اور جاننے کی۔ معتمد علماء اور ائمہ حدیث کا یہی تعامل رہا ہے۔ البتہ بعض حضرات نے پانچ سال کی عمر کو متعین کیا ہے اور محدثین اس کا لحاظ کرتے رہے ہیں۔

۳۔ سماع حدیث کی پسندیدہ عمر:۔

متاخرین کے یہاں پسندیدہ یہ ہے کہ جب تحصیل علم کی صلاحیت واہلیت پیدا ہو جائے تو جتنی جلد سے جلد اس مبارک مشغلہ میں لگ سکے لگ جائے اس لیے کہ اب احادیث کی تحصیل کتابوں کے واسطے سے ہوتی ہے کہ تمام احادیث کتابوں میں جمع کی جا چکی ہیں،

ویسے اہل شام نے تیس سال، اہل کوفہ نے بیس سال، اہل بصرہ نے دس سال کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ [1]

۴۔ **فن حدیث کی تحصیل**:۔ کے لیے ضروری یہ ہے کہ

(الف) عربی زبان سے اس حد تک واقف ہو کہ الفاظ حدیث کے تلفظ اور انکے سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

(ب) حدیث کو ادھر ادھر کے لوگوں اور محض کتابوں اور رسائل سے نہ حاصل کرے بلکہ معتمد محدثین سے حاصل کرے اور احادیث کی جامع اہم کتابوں اور حدیث سے متعلق اہم و ضروری علوم و فنون کی کتابوں کے پڑھنے کا اہتمام کرے، تحصیل حدیث کی صورتوں کا ذکر آگے آرہا ہے، اور حدیث سے متعلق علوم و فنون کی بابت ضروری تفصیلات اور اہم کتابوں کا تذکرہ گذر چکا ہے۔

۵۔ **محدث کے آداب و اخلاق**:۔

جو شخص محدث بننا چاہے یعنی فن حدیث کی تحصیل کرنا چاہے یا حدیث کو حاصل کرنے کے بعد دوسروں تک اس کو پہونچانا چاہے، اس کے لیے کچھ آداب بیان کیے گئے ہیں جن کا لحاظ و پاس ضروری ہے ان کے بغیر اس باعظمت فن کی عظمت نہیں ہوتی اور فن کی برکات بھی نہیں حاصل ہوتیں

ان آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر و باطن یعنی جسم و لباس اور قلب و خیال کی پاکیزگی کے ساتھ کلام اور صاحب کلام (حدیث اور حضور اقدس) صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری عظمت ہو قلب میں بھی اور مجلس میں بھی، اور جو کچھ سامنے آئے اور سامنے ہو اس پر عمل کا اہتمام ہو،

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۴ تا ۶،

۶۔ مشہور مصنفات :۔

اس موضوع پر محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً

(الف) اَلجامعُ لِاَخلاقِ الرَّاوِیْ وآدابِ السَّامِعِ، مصنف خطیب بغدادی م ۴۶۳ھ

(ب) جَامِعُ بَیَانِ العِلمِ وَفَضلِہٖ وَمَا یَنْبَغِی فِی رِوَایَتِہٖ وَحَمْلِہٖ مصنف ابن عبدالبر م ۴۶۳ھ [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۱۰۶ اور اس کے بعد۔

فصل دوم

تحصیل حدیث کی صورتیں اور الفاظ نقل

مراد یہ ہے کہ "حدیث" کو حاصل کرنے کی کتنی صورتیں ہیں اور ان کے مطابق بعد میں "کن الفاظ" سے ان کو اپنے شاگرد و استفادہ کرنے والوں کے سامنے حدیث کو بیان کیا جائے۔

محدثین نے آٹھ صورتیں ذکر کی ہیں۔

۱۔ استاذ کی زبان سے سننا، ۲۔ استاذ کے سامنے پڑھنا، ۳۔ اجازت، ۴۔ مناولت، ۵۔ کتابت، ۶۔ اعلان عام، ۷۔ وصیت، ۸۔ وِجادت،

ان میں سے ہر ایک سے متعلق کچھ ضروری تفصیلات ہیں کہ ان صورتوں کی کیا کیفیت ہے، اور ہر ایک کا مرتبہ کیا ہے، اور ہر ایک کے مطابق حدیث کو نقل کرنے کے کیا کیا الفاظ ہو سکتے ہیں۔

(۱)

استاذ کی زبان سے سننا

(الف) کیفیت :۔ استاذ اپنی زبان سے حدیث کے الفاظ کہے خواہ یادداشت سے یا کتاب دیکھ کر، اور مستفیدین سنیں، خواہ لکھیں یا نہ لکھیں،

(ب) مرتبہ :۔ تحصیل حدیث کی صورتوں میں سب سے اعلیٰ صورت یہی ہے اس لیے کہ اس صورت میں شاذ و نادر ہی غلطی ہوا کرتی ہے۔

(ج) الفاظ نقل وادا ...

کیا جاسکتا تھا اور کیا جاتا تھا جس سے یہ مفہوم ادا ہو جائے مثلاً سَمِعْتُ (میں نے سنا)، حَدَّثَنِیْ۔ اَخْبَرَنِیْ۔ اَنْبَأَنِیْ (مجھ سے بیان کیا) قَالَ لِیْ (مجھ سے کہا) ذَکَرَ لِیْ (مجھ سے ذکر کیا) مگر بعد میں تمام صورتوں کے لیے الگ الگ الفاظ متعین کر دیئے گئے، اس صورت کے لیے دو الفاظ ہیں۔ سَمِعْتُ۔ یا حَدَّثَنِیْ (جب کہ تنہا کوئی آدمی سنے) اور حَدَّثَنَا (جبکہ پوری جماعت سننے والی ہو) [1]

(۲)

استاذ کے سامنے پڑھنا

اس کیلئے عربی میں "قراءۃ علی الشیخ" (خواندن بر شیخ) اور "عرض" (پیش کرنا) تعبیر استعمال ہوتی ہے۔

(الف) کیفیت:- کسی محدث کی روایت کردہ احادیث کو اس کے سامنے پڑھا جائے اور وہ خود سن کر تصدیق و تصویب کرے خواہ زبانی پڑھا جائے یا کتاب سے اور خود طالب علم پڑھے یا کوئی دوسرا، اور خواہ محدث بھی پڑھنے والے کے ساتھ زبانی پڑھتا رہے یا یہ کہ کتاب لیکر وہ خود یا کوئی معتمر مقابلہ کرتا رہے

(ب) حکم:- بعض تشدد پسندوں کے علاوہ سب کے نزدیک حدیث

---

[1] یہ الفاظ اس وقت استعمال کیے جائیں گے جب کہ سننے و سنانے کے ارادے سے مجلس منعقد کی گئی ہو اور اس کے لیے حاضری ہوئی ہو، اور اگر کسی مجلس میں اتفاقاً حدیث بیان کی جائے یا پہونچ جایا جائے تو اس وقت "قال لی" اور "ذکر لی" کے استعمال کیے جائیں گے، تدریب ج ۲ ص ۸ تا ۱۱۔

کی تحصیل اور اس کے بعد نقل و بیان کے لیے یہ صورت صحیح و معتمد ہے

(ج) مرتبہ :- (۱) امام بخاری و امام مالک اور اکثر علماء حجاز و کوفہ کے نزدیک پہلی صورت کی مانند ہے (۲) امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب نیز ایک روایت میں امام مالک سے منقول ہے کہ پہلی صورت سے فائق ہے۔

(۳) علماء مشرق کا قول ہے کہ پہلی صورت سے کمتر ہے اور عام محدثین کے نزدیک **یہی قول راجح ہے**۔

(د) الفاظ اداء و نقل :-

۱- احوط :- ایسے الفاظ ہیں جو شیخ کے سامنے پڑھے جانے کے مفہوم کو صراحت کے ساتھ ادا کریں جیسے "قرأتُ علیٰ فلانٍ" (میں نے فلاں کے سامنے پڑھا) یا "قُرِئَ عَلَیْہِ وَاَنَا اَسْمَعُ" (شیخ کے سامنے پڑھا گیا اور میں سن رہا تھا)

۲- جائز :- تمام وہ الفاظ جن سے اس صورت میں سننے کا مفہوم ادا ہو سکے۔

۳- رائج :- اکثر محدثین کے یہاں رائج اور معمول بہ "اَخْبَرَنَا" ہے جب کہ پڑھنے والا تنہا نہ ہو اور اگر وہ تنہا ہو تو "اَخْبَرَنِیْ" [1]

اس کے علاوہ باقی چھ صورتیں زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتیں، ان صورتوں میں تحصیل حدیث کے بعد روایت کی بابت محدثین کا بہت اختلاف ہے، تاہم ان کا بھی مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے،

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۱۲ و مابعد — اور نزہتہ میں ہے کہ اکثر مغاربہ (محدثین غرب یعنی اہل اندلس) کے نزدیک اخبرنا اور حدثنا میں کوئی فرق نہیں ہے ص ۶۳۔

(۳)

اجازت

ا۔ **تعریف** :۔ نقل حدیث کی تحریری یا زبانی اجازت

ب۔ **کیفیت** :۔ استاذ و محدث اپنے شاگرد سے کہے کہ میں تم کو اپنے واسطے سے فلاں کتاب یا فلاں حدیث کی روایت کی اجازت دیتا ہوں،

ج۔ **انواع** :۔ اس کی بہت سی ہیں، مثلاً (۱) یہ کہ کسی معین آدمی کو معین کتاب کی احادیث کی روایت کی اجازت دی جائے، (۲) کسی متعین یا غیر متعین آدمی کو اپنی تمام روایات یا دوسری غیر متعین روایات کی اجازت دی جائے، (۳) غیر موجود کو اجازت خواہ موجود کا تابع بنا کر کہ فلاں اور اس کی اولاد کو اجازت دیتا ہوں یا مستقلاً کہ فلاں کی اولاد کو اجازت دیتا ہوں،

د۔ **حکم** :۔ جمہور کے نزدیک صحیح و معمول بہ پہلی صورت ہے، بعض حضرات کا اختلاف بھی ہے۔ اور باقی صورتوں کے متعلق بہت اختلافات ہیں

ھ۔ **الفاظ نقل و اداء** :۔

۱۔ اولیٰ :۔ اجازت کے صریح الفاظ

۲۔ جائز :۔ سننے اور پڑھنے کے تمام الفاظ بشرطیکہ اجازت کی قید موجود ہو مثلاً "حَدَّثَنَا اِجَازَةً" (فلاں نے ہم سے بطور اجازت بیان کیا)

۳۔ ارائج و اصطلاح نزد متاخرین :۔ "اَنْبَأَنَا" [۱]

ا۔ تدریب ج ۲ ص ۲۹ و مابعد، تیسیر المصطلح ص ۱۵۹ تا ۱۶۱،
ے سیوطی نے نو ذکر کی ہیں۔

(۴)

مُناوَلہ

الف۔ تعریف :۔ ۱۔ لغوی :۔ دینا، عطا کرنا

۲۔ اصطلاحی :۔ کسی شیخ و محدث کا اپنے شاگرد کو اپنی کوئی تحریر یا کتاب عطا کرنا۔

ب۔ انواع و احکام :۔ مُناوَلہ کی دو انواع ہیں

۱۔ مناولہ مع اجازت ۲۔ مناولہ بغیر اجازت

۱۔ مناولہ مع اجازت :۔

(الف) تعریف :۔ محدث کسی طالب علم کو اپنی کوئی تحریر، نوشتہ و کتاب یہ کہہ کر دے کہ یہ میری فلاں سے نقل کردہ روایات ہیں تم ان کو میرے واسطے سے نقل کرو، خواہ وہ تحریر اسے ہدیہ کر دے یا نقل کے بعد واپس لے لے۔

(ب) حکم :۔ روایت جائز ہے، مرتبہ پہلی دونوں صورتوں سے کمتر اور اجازت کی دوسری تمام صورتوں سے اوپر ہے

۲۔ مناولہ بغیر اجازت :۔

(الف) تعریف :۔ محدث اپنی کوئی تحریر کسی کو دے اور زبان سے کچھ نہ کہے۔

(ب) حکم :۔ صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت میں روایت جائز نہیں

ج۔ الفاظ اداء :۔

۱۔ اولیٰ و بہتر :۔ وہ الفاظ ہیں جو صراحت کے ساتھ اس صورت کو بتائیں جیسے "نَاوَلَنِی" یا "نَاوَلَنِی وَاَجَازَ لِی"

۲۔ جائز :۔ سننے اور پڑھنے پر دلالت کرنے نے تمام الفاظ بشرطیکہ مناولہ کی قید لگی ہو، مثلاً "حدثنا مناولۃ" یا اخبرنا مناولۃ" واجازۃ"۔

۳۔ اصطلاح :۔ بعض نے اس صورت کے لیے "انباء" کو قرار دیا ہے[۱]

(۵)

کِتابَت

الف۔ کیفیت :۔ کوئی محدث اپنی سنی ہوئی احادیث کسی موجود یا غائب کیلیے لکھکر یا لکھوا کر دے۔

ب۔ انواع :۔ دو ہیں ۱۔ کتابت مع اجازت ۲۔ کتابت بغیر اجازت

۱۔ کتابت مع اجازت :۔ تحریر کے ساتھ یہ کہنا یا لکھنا کہ میں نے جو کچھ لکھکر تمہیں دیا و بھیجا ہے اس کی روایت کی تم کو اجازت ہے

۲۔ کتابت بغیر اجازت :۔ جس کے ساتھ روایت کی اجازت کا تذکرہ نہ ہو۔

ج۔ احکام :۔

۱۔ کتابت مع اجازت :۔ کی صورت میں روایت جائز و صحیح ہے اور "مناولہ مع اجازت" کی مانند ہے

۲۔ کتابت بغیر اجازت :۔ عام محدثین جواز کے قائل ہیں اس لیے کہ کسی کو لکھکر دینا یہ بظاہر اجازت کی دلیل ہے، بعض لوگ منع کرتے ہیں،

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۴۴ تا ۵۵

د ۔ تحریر پر اعتماد کا ذریعہ :-
صحیح قول ـــــ یہ ہے کہ " مکتوب الیہ " یعنی جس کو لکھکر دیا گیا ہے وہ کاتب کے خط کو پہچانتا ہو ، شرعی گواہوں کی شرط نہیں ہے ۔

ھ ۔ الفاظ اداء :-
۱ ۔ بہتر و اولیٰ :- وہ تمام الفاظ جو صراحت کے ساتھ اس صورت پر دلالت کریں ۔
۲ ۔ جائز :- سننے اور پڑھنے پر دلالت کرنے والے وہ تمام الفاظ جن کے ساتھ کتابت کی قید لگی ہو ، جیسے " حدثنی فلانٌ کتابۃً " [۱]

(۶)
اِعلام

الف ۔ تعریف :- ۱ ۔ لغوی :- اعلان کرنا ، خبر دینا ،
۲ ۔ اصطلاحی :- محدث کا یہ خبر دینا کہ فلاں حدیث یا فلاں کتاب اس کی سنی ہوئی ہے ،

ب ۔ حکم :- اگر اس اطلاع کے ساتھ وہ روایت کی اجازت بھی دے تب تو بالاتفاق روایت جائز ہے ، ورنہ اکثر محدثین اور فقہاء و اصولیین جواز کے اور بہت سے حضرات عدم جواز کے قائل ہیں اور نووی و ابن صلاح وغیرہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے البتہ اگر سند صحیح ہو تو ایسی حدیث پر عمل سب کے نزدیک جائز ہے ۔

ج ۔ الفاظ اداء :- اَعْلَمَنِی شَیْخِی بِکَذَا (مجھ کو میرے شیخ نے یہ بتایا ہے) [۲]

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۵۵ تا ۵۸ [۲] ایضاً ص ۵۸ تا ۵۹

(۷)

وَصِیَّتْ

الف۔ کیفیت :- کوئی محدث اپنی موت یا سفر کے وقت اپنی جمع کردہ کسی کتاب کے حق میں کسی کیلئے وصیت کر جائے۔

ب۔ حکم :- روایت درست نہیں ہے لے

(۸)

وِجَادَہ

(الف) تعریف :- ۱۔ لغوی :- پانا

۲۔ اصطلاحی :- کسی شخص کا کسی محدث کی تحریر کردہ کسی روایت یا کتاب کا پانا جس کے خط کو وہ پہچانتا ہو ،

ب۔ حکم :- ایسی حدیث منقطع احادیث کے قبیل سے ہے۔ جہاں تک سوال ہے اس پر عمل کا تو صحت کا اعتماد ہونے کی صورت میں بعض محققین وجوب عمل کے قائل ہیں ورنہ جواز تو ہے ہی، اکثر فقہاء مالکیہ عدم جواز کے قائل ہیں ،

ج۔ الفاظ اداء :- " وَجَدْتُّ بِخَطِّ فلان " یا " قرأت بخطِ فلانٍ " جب کہ اعتماد ہو کہ یہ فلاں کی تحریر ہے ورنہ یوں " بلغنی عن فلانٍ " یا وجدت عن فلانٍ " وغیرہ ؎۲

لے تدریب ج ۲ ص ۵۹ ۔ ۶۰ ؎۲ الفا ص ۶۰ تا ۶۲

فصل سوم

حدیث کا ضبط اور تحریر و تصنیف

۱۔ تعریف ضبط :۔

سننے کے وقت سے لیکر دوسروں کے سامنے بیان کرنے تک حدیث کو پورے طور پر محفوظ رکھنا، یعنی توجہ سے سننا اور محفوظ کرنا اور دوسروں تک پہنچانے تک اس کو محفوظ رکھنے کا پورا اہتمام کرنا،

۲۔ اقسام ضبط :۔ دو ہیں۔ (الف) ضبط صدر (ب) ضبط کتابت

(الف) ضبط صدر :۔ یادداشت میں محفوظ کرنا و رکھنا

(ب) ضبط کتابت :۔ تحریر کی صورت میں یعنی لکھ کر محفوظ کرنا و رکھنا،

۳۔ حکم تحریر :۔ صحابہ و تابعین کا تحریر کی بابت اختلاف رہا ہے،

(الف) مکروہ :۔ نزد حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ بعض صحابہ و تابعین،

(ب) مباح :۔ نزد حضرات عبداللہ بن عمروؓ و انسؓ و اکثر صحابہ و اکثر تابعین مثلاً عمر بن عبدالعزیزؒ، و حسنؒ، و عطاؒ وغیرہ

(ج) زمانۂ صحابہ و تابعین کے بعد بالاتفاق امت جواز کی قائل ہے اور زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت و ضرورت بڑھتی ہی گئی حتیٰ کہ کہا گیا اور حق کہا گیا کہ اگر اس طرف توجہ نہ کی جاتی تو حدیث کا وسیع ذخیرہ سارا کا سارا ضائع ہو جاتا۔

۴۔ **سبب اختلاف**:۔ اس کی بابت اجازت و ممانعت دونوں پر مشتمل روایات ہیں مثلاً۔

(الف) حدیث ممانعت:۔ مسلم میں یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قرآن مجید کے علاوہ کچھ اور مجھ سے سن کر مت لکھا کرو، اور جس نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو تو وہ اسے مٹا دے"

(ب) حدیث اجازت:۔ بخاری و مسلم میں بایں الفاظ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میری کہی ہوئی باتیں ابوشاہ کیلئے لکھدو" اور ابوداود و حاکم کی وہ حدیث جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے لیے آپ کی اجازت منقول ہے، نیز اکابر صحابہ اور خلفاء اربعہ سے لکھنے کا حکم وتاکید منقول ہے لے اور جن سے ممانعت ہے ان سے بھی اجازت اور عملی ثبوت منقول ہو

۵۔ **جمع درمیان ہر دو حدیث**:۔ چونکہ حضرات تابعین کے بعد امت بالاتفاق تحریر کے جواز کی قائل ہے اور تحریر کی بابت دونوں قسم کی روایات صحیح ہیں اس لیے علماء نے دونوں کے درمیان جمع و تطبیق کی مختلف توجیہات ذکر کی ہیں،

(الف) دونوں احکام دو مختلف قسم کے لوگوں کے لیے ہیں،
ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جن کو بھول جانے کا خدشہ نہ ہو، بلکہ لکھ لینے کی صورت میں تحریر ہی پر اعتماد و بھروسہ کا خطرہ ہو
اجازت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے متعلق بھول جانے کا خدشہ ہو

(ب) ممانعت منسوخ ہے، اس لیے کہ یہ اس وقت تک تھی جب تک قرآن مجید کے نزول کا زمانہ تھا اور خدشہ تھا کہ اگر احادیث کو بھی لکھا گیا تو کہیں ایسا

لے علوم الحدیث و مصطلحہ بحث تدوین الحدیث ص ۳۰ - ۳۲،

نہ ہو کہ دونوں میں فرق و امتیاز نہ رہ جائے [۱]

۶۔ __کاتب حدیث کے فرائض__ :۔ پوری تحقیق و تفتیش اور غور و فکر و احتیاط کے ساتھ قواعد تحریر کی رعایت کرتے ہوئے اس طور پر لکھنا کہ ہر حرف کی شکل اور نقطے پورے طور پر واضح ہوں اور مشکل الفاظ پر حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بھی ذکر کیا جائے خاص طور سے ناموں میں اس لیے کہ ان کی حرکات کو سیاق و سباق سے نہیں سمجھا جا سکتا،

اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی جہاں جتنی مرتبہ بھی آئیں، "عَزَّ وَجَلَّ" کے کلمات اور پورا درود پاک لکھا جائے، صرف "صلاۃ" یا "سلام" کے الفاظ یا "ص" و "صلعم" کا اشارہ نہ لکھا جائے،

حضرات صحابہ کے لیے "رضی اللہ عنہ" اور باقی علماء کے لیے "رحمۃ اللہ علیہ" یا "رحمہ اللہ تعالیٰ" کے کلمات کے لکھنے کا اہتمام کیا جائے تحریر سے فراغت کے بعد اگر کسی تحریر کی نقل ہے تو اصل سے پوری احتیاط کے ساتھ مقابلہ کیا جائے، [۲]۔

۷۔ __بعض اصطلاحات__ :۔

(الف) محدثین اکثر الفاظ ادا کیلئے اشارات استعمال کرتے ہیں مثلاً (۱) "حدثنا" کیلیے "ثنا" یا "نا"۔ (۲) "اخبرنا" کیلیے "أنا" یا "أرنا" (۳) ایک حدیث کی ایک سند کے بعد دوسری سند کو ذکر کرنے سے پہلے جسے تحویل کہتے ہیں "ح" جس کا تلفظ "حا" ادا کیا جاتا ہے [۳]

(ب) اختصار کی غرض سے سند کے رواۃ کو ذکر کرتے ہوئے درمیان، درمیان

---

۱ تدریب ج ۲ ص ۶۵ تا ۷۶ ۲ ایضاً ص ۷۴ تا ۸۷ ۳ ایضاً ص ۸۶ تا ۸۸

"قال" جیسے الفاظ عموماً نہیں لکھے جاتے لیکن پڑھتے وقت ان الفاظ کو زبان سے ادا کرنا چاہیئے مثلاً لکھتے ہیں "حدثنا عبداللہ بن یوسف أخبرنا مالک" اس کو پڑھتے وقت یوں کہیں گے "قال أخبرنا مالک"۔

(ج) سند کے آخری حصہ میں اختصار کی خاطر ہی "أنہ" کا لفظ نہیں لکھا جاتا مثلاً لکھتے ہیں "عن ابی ھریرۃ قال" اور زبان سے ادا کرتے وقت یوں کہیں گے "عن ابی ھریرۃ انہ، قال" ورنہ عربیت کی رو سے کلام ناقص ہوگا [۱]

۸۔ **حدیث سے متعلق تصنیف** :۔ یہ صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے اندر علم و تحریر کی مناسب صلاحیت رکھی ہو وہ اپنے استعداد کے مطابق حسب موقع فن سے متعلق کسی مفید پہلو پر پوری احتیاط و تحقیق کے ساتھ تصنیف کا بھی کام کرے جس سے بعد کے آنے والے اپنی علمی مشکلات میں خصوصی کام لے سکیں مثلاً کسی پہلو یا موضوع سے متعلق منتشر معلومات کو یکجا کرنا، غیر مرتب مجموعہ کو مرتب کرنا، فہرست سے خالی کتب و تصنیفات کی فہرست مرتب کرنا، جن احادیث کے حوالے منقول و مذکور نہ ہوں ان کی تلاش و تحقیق جس کو "تخریج" کہتے ہیں [۲]

---

[۱] تدریب ج ۲ ص ۱۱۴ — ۱۱۵ [۲] ایضاً ص ۱۵۲ - ۱۵۳

فصل چہارم

روایت حدیث کی کیفیت و شرائط

۱۔ حفظ کے بغیر کتاب سے حدیث کی نقل :۔

تشدد پسندوں نے تو سختی سے اس کو منع کیا ہے، اور تساہل پسندوں نے بغیر کسی اہتمام و احتیاط کے جس کتاب سے چاہا روایات کو نقل کیا، اہل احتیاط جن کی تعداد زیادہ ہے ان کا قول ہے کہ اگر کتاب کی نقل و تحریر میں احتیاط سے کام لیا گیا ہو تو اس سے احادیث کی نقل جائز ہے خواہ اس کا کچھ حصہ اس کے ذہن میں محفوظ ہو یا محفوظ نہ ہو، حتی کہ اگر کتاب غائب ہو جائے اور پھر اس کو دستیاب ہو اور گمان غالب اس کے محفوظ رہنے کا ہو تو بھی اس سے نقل کی اجازت ہے اور یہ اجازت کمزور یادداشت والے نابینا کو بھی ہے جو اچھی طرح سنے اور کسی معتمد کے ذریعے لکھا کر اس کو محفوظ رکھنے کا پورا اہتمام کرے۔

۲۔ حدیث کی بالمعنی روایت :۔

بالمعنی روایت کا مطلب یہ ہے کہ منقول الفاظ کی پابندی نہ کی جائے، بعض محدثین اور فقہاء و اصولیین جیسے کہ ابن سیرین اور ابوبکر رازی م ۳۰۵ھ اسکی ممانعت کے قائل ہیں اور جمہور سلف و خلف جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ

(الف) راوی الفاظ اور ان کی مراد و معانی کو اور ان کے باہمی فرق نیز

ان امور کو خوب جانتا ہو جو معانی میں تغیر کا باعث ہو سکتے ہیں

ب) راوی کو پورا اطمینان و اعتماد ہو کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ جو وہ لا رہا ہے اس سے معنی پورے طور پر ادا ہو رہے ہیں۔

ج) روایت تصنیف کردہ کتب میں موجود نہ ہو، اور رہیں کتابیں تو ان کی روایات کی بابت یہ اجازت نہیں ہے اس لیے کہ یہ جواز ضرورت کی بناپر ہے اور احادیث کے کتابوں میں جمع ہونے کی صورت میں یہ ضرورت نہیں پائی جاتی۔

د) احتیاط یہ ہے کہ روایت بالمعنی کرنے والا حسب ذیل الفاظ کہہ دیا کرے "أَوْ كَمَا قَالَ" یا "أَوْ نَحْوَهُ" یا "أَوْ شِبْهَهُ" وغیرہ جو یہ مفہوم ادا کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اس ذکر کیے ہوئے الفاظ کے قریب اور اس سے ملتے جلتے تھے[1]

۳ - دیگر اہم شرائط و آداب:- اس سلسلہ کے باب دوم کی فصل اول کے تحت بعنوان "شرائط مقبولیت راوی" گذر چکے ہیں اور باب سوم کے مبحث اول بعنوان "تحصیل روایت کے اہم شرائط و آداب" کے تحت بھی اس موقع پر یہ بات مزید ذہن نشین کرلی جائے کہ "کافر" اور "نابالغ بچہ" حالت کفر و عدم بلوغ میں حدیث کی تحصیل تو کرسکتے ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے مگر اسلام لانے اور بلوغ سے پہلے ان روایات کو اگر وہ نقل کریں گے تو نقل معتبر نہ ہوگی نقل کے اعتبار کے لیے مسلمان ہونا اور بالغ ہونا ضروری ہے۔

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۹۲ تا ۱۰۰

۴- قرون متاخرہ اور شرائط معتبرہ در حق رواۃ :- راویان حدیث کے حق میں جن شرائط کا تذکرہ باب دوم کی فصل اول کے تحت کیا گیا ہے اور جن کا متقدمین محدثین کے یہاں بڑا اہتمام رہا ہے۔ تو جس طرح محدثین نے چوتھی صدی ہجری اور اس کے بعد کے راویان حدیث کے حالات کے جمع وضبط کا اہتمام چھوڑ دیا اس لیے کہ اب اس کی وہ ضرورت و اہمیت نہیں رہ گئی تھی جو اس سے پہلے تھی ایسے ہی بعد کے زمانے میں حدیث کی روایت وتحصیل کے وہ تمام شرائط جو متقدمین کے یہاں معتبر و ضروری سمجھے جاتے تھے ان کے حق میں بھی تخفیف کر دی گئی جس کی بنیادی وجہ معتبر ومعتمد صورتوں میں احادیث کی تالیف وتصنیف ہے۔ اب تو مقصود یہ رہ گیا ہے کہ یہ کتابیں باقی رہیں اور سلسلہ بسلسلہ ان کا پڑھنا پڑھانا تاکہ "سلسلۂ اسناد" جو اس امت کے خصائص میں سے ہے باقی رہے اور احادیث کی حفاظت کی جو ظاہری صورت ہے وہ بھی برابر باقی وجاری رہے، اس لیے بس اس قدر کافی ہے کہ راوی اور شیخ ومحدث، مسلمان، عاقل وبالغ، کم از کم اپنی ظاہری زندگی میں معاصی اور وقار ومتانت کے خلاف امور سے دور ہو، اور معتمد طریقہ سے اس نے حدیث کی تحصیل کی ہو۔ یعنی وقت کے محتاط و معتمد علماء سے تحصیل کی ہو اور معتمد طریقہ پر احادیث کی نقل وروایت کرے [1]

---

[1] تدریب ج ۱ ص ۲۴۰ - ۲۴۱

باب چہارم

ضروری مباحث

فصلِ اوّل ـــــــ اسباب حدیث

فصلِ دوم ـــــــ حجیت حدیث

فصلِ سوم ـــــــ حدیث کے ذریعہ تشریح قرآن کی کیفیت

فصلِ چہارم ـــــــ فقہ حدیث

فصل اوّل

اسبابِ حدیث

(۱) تعریف !

(الف) لغوی ، اسباب، سبب کی جمع ہے، بمعنی ذریعہ و وسیلہ، اور کسی کام کا باعث اور اس تک پہونچانے والا ۔

(ب) اصطلاحی ، وہ امور جو حدیث میں منقول امور کے باعث ودائی ہوں ،

خواہ وہ بصورت واقعہ وحادثہ ہوں یا بصورت سوال واستفسار ،

(۲) اہمیت وفائدہ کا ! یہ ہے کہ بسا اوقات حدیث کے معنی کا صحیح طور پر سمجھنا ان اسباب کے علم پر ہی موقوف ہوتا ہے ۔

(۳) اقسام ! دو ہیں

(الف) وہ اسباب جو اسی حدیث میں منقول ہوں جن میں ان پر مبنی امور مذکور ہوں ۔ جیسے (۱) حدیث "اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ" (کون سا گناہ سب سے بڑا وعظیم ہے) تو آپؐ نے فرمایا ۔ "تم اللہ کے لیے کسی کو ہمسر قرار دو حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے" یہ سوال وجواب ایک ہی موقع پر مذکور ہیں ۔ (۲) نیز مشہور احادیث میں صحیحین وغیرہ کی وہ حدیث جسے "حدیث جبرئیل" کہتے ہیں، جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا انسانی شکل میں صورت میں آکر ایمانیات واسلامیات کی بابت سوالات

کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات منقول ہیں۔

(ب) وہ اسباب جو منقول ہی نہ ہوں یا کسی دوسرے موقع پر یا بعض طرق میں منقول ہوں، یہی قسم اہم ہے، کہ ان کی تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہوتی ہے۔

جیسے (۱) ایک مشہور حدیث ہے "اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ" جس کا مفہوم ہے "فائدہ بقدر بھگتان و تاوان ہوتا ہے" ۔ اس کے بعض طرق میں یہ تفصیل منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا جو چند دنوں اس کے پاس رہا پھر اسے غلام کے اندر کسی عیب کا علم ہوا تو مالک کو لوٹا دیا مالک نے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس نے میرے غلام کو اپنے پاس رکھ کر اس سے کام لیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ بات ارشاد فرمائی جس کا مفہوم اس موقع پر یہ ہے کہ اس نے اگر اس سے فائدہ حاصل کیا تو اس پر خرچ بھی تو کیا ہے کہ اتنے دنوں اسے کھلایا پلایا ہے۔

(۲)۔ صحیحین میں حضرت زید بن ثابت رضؓ سے حضور صلی اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "انسان کے لیے فرض کے علاوہ باقی نمازوں کا گھر میں پڑھنا افضل ہے" ۔ اس فرمان کا سبب ابن ماجہ و ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن سعد سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ نماز کا گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے تم دیکھ رہے ہو مگر مجھے فرض کے علاوہ نمازوں کا مسجد کے بجائے گھر میں ہی پڑھنا محبوب ہے

(۴) **مشہور مصنفات:-**

(الف) اولین کتاب ابوحامد بن کرناہ جوباری کی ہے

(ب) ابوحفص عمر بن ابراہیم بن عبداللہ عکبری م ۳۸۷ھ کی کتاب

(ج) اس سلسلہ کی اہم و معروف کتاب ابن حمزہ دمشقی (ابراہیم بن محمد حنفی م ۱۱۲۰ھ کی کتاب،

"البیان والتعریف فی بیان سبب ورود الحدیث الشریف"

ہے جو تین جلدوں میں ہے اور بقول بعض عکبری کی کتاب کا خلاصہ مع اضافات ہے [1]

---

[1] تدریب ج ۲ ص ۲۹۴ و ۲۹۵، نزہۃ ۷۰، المصباح ص ۱۲۱، البیان والتعریف ج ۱ ص ۲۹ تا ۳۴، البتہ عکبری کا نام بعض حضرات نے، "عمر بن محمد بن رجاء" ذکر کیا ہے (المصباح) جیسے کہ ان کی کنیت بعض نے "ابوالبقاء" ذکر کی ہے (مقدمہ البیان والتعریف از عبدالحلیم محمود) مگر معجم المؤلفین اور طبقات الحنابلہ وغیرہ سے مراجعت کرنے پر "ابوالبقاء عکبری" جن کا نام "عبداللہ بن حسین" ہے ان کی مؤلفات میں ایسی کسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملا" پھر یہ کہ عکبری مذکور کو ابویعلی بن فراء حنبلی کے اساتذہ میں بتایا گیا ہے جن کا زمانہ ۳۸۰ھ سے لے کر ۴۵۸ھ تک ہے اور ابوالبقاء کا سن وفات ۶۱۶ھ ہے، نیز ابوحفص عمر محمد بن رجاء کا سن وفات ۳۳۹ھ ہے، اس لیے بظاہر مذکور عکبری، "ابوحفص عمر بن ابراہیم بن عبداللہ عکبری" ہیں جن کی وفات ۳۸۷ھ یا ۳۸۹ھ میں ہوئی ہے

(معجم المؤلفین ج ۶ ص ۶۴ و ۷۴ و ج ۷ ص ۲۷۱، طبقات الحنابلہ ج ۲ ص ۵۶ و ۱۹۳ تا ۲۱۶ و ج ۴ ص ۱۰۹ تا ۱۲۰)

فصل دوم

حُجِیّۃ حدیث

یعنی

شریعت میں حدیث کا مقام

حدیث پاک کی عظمت اور شریعت میں اس کا مقام اسی سے ظاہر ہے کہ حدیث اصلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا مجموعہ ہے اور اس کی عظمت و مقام کو اس چیز نے اور بڑھا دیا ہے کہ احادیث دراصل قرآن کی شرح و تفسیر ہیں اس لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا سے صحیح واقفیت اور مکمل اسلامی زندگی کو اپنانے کے لیے، قرآن و حدیث دونوں کا علم، دونوں سے تعلق اور دونوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ محض کسی ایک پر تکیہ کر لینا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ ہدایت کے بجائے گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک ان کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول کی سنت"[1] اور ایک حدیث میں آپؐ نے یہاں تک فرمایا: "وقت آئے گا کہ ایک آسودہ حال شخص اپنے تخت و مسند پر بیٹھا ہوا یہ کہتا ہو گا کہ بس قرآن ہی کو پکڑو اسی کا حلال حلال اور حرام حرام ہے حالانکہ اللہ کے رسول نے جو کچھ حرام قرار دیا ہے وہ بھی اللہ کے حرام کیے ہوئے کی مانند ہے۔"[2]

چنانچہ اہل حق نے احادیث کے ساتھ ہمیشہ اسی انداز کا معاملہ کیا

---

[1] مؤطا [2] ابوداود، ترمذی ابن ماجہ وغیرہ۔

ہے اور دونوں سے گہری وابستگی و تعلق کو قائم رکھا ہے۔

لیکن ہر دور میں کچھ ایسے محروم افراد بھی رہے جنھوں نے دین کی اصل روح کو نہیں سمجھا اس لیے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی منصب و مقام اور آپ کی عظمت و مرتبت سے واقف نہیں تھے اور حضرات صحابہ کی خصوصیت کے بھی قائل نہ تھے۔ انہوں نے حدیث پاک کو اس کے حق کے مطابق درجہ نہیں دیا، بلکہ مختلف بنیادوں کو اپنا کر اسے شک وشبہ بلکہ عدم اعتبار کی نگاہوں سے دیکھا اور اس کو شرعی حجت و دلیل اور سند نہیں قرار دیا، خوارج نے تمام صحابہ کی روایات کو غیر معتبر قرار دیا، شیعوں میں زیدیہ فرقہ کے علاوہ باقی تمام فرقوں نے "محبان علی" صحابہ (جن کی تعداد بمشکل پندرہ تک ہے) کے علاوہ سب کی احادیث کو رد کر دیا، اور چونکہ قرآن کریم کے معانی و مطالب کو احادیث نبویہ اور صحابہ کے ارشادات سے مدد لیے بغیر صحیح طور پر نہیں سمجھا جا سکتا اور ان کی حرکت کی بنا پر احادیث و آثار صحابہ کا کافی و وافر ذخیرہ ان کے پاس موجود نہیں تھا اس لیے انہوں نے اپنی ضرورت کو پورا کرنے کیلیے دوسرا اس سے بڑا جرم یہ کیا کہ اپنی طرف سے احادیث گڑھ گڑھ کر خوب پھیلائیں اور کام چلایا، خوارج نے دگرچہ یہ کام نہیں کیا لیکن حدیث سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے بڑی گمراہیوں میں پڑ گئے، قرون اولیٰ کے تیسرے اہم گمراہ فرقہ معتزلہ نے بھی حدیث کو اس کا حقیقی مقام و مرتبہ دینا پسند نہیں کیا اس لیے معجزات اور احوال آخرت میں سے بہت سے اہم امور پل صراط وزن اعمال، حوض کوثر، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وغیرہ کا انکار کر بیٹھے، بہر حال حدیث کے رد کا یہ سلسلہ برابر ہر عہد میں چلتا رہا اور محققین علماء امت اس کا جواب دیتے رہے، ابتدائی عہد میں حضرت امام شافعی نے اس قسم کے لوگوں کا بڑا تفصیلی جواب دیا ہے اور وہ اس

موضوع پر اولین گفتگو اور باقاعدہ رد کرنے والے ہیں،

یہ عہد جو علوم کی وسعت کے ساتھ عقلی و ذہنی فتنوں کی کثرت کا بھی دور ہے اس میں بھی یہ فتنہ پیدا ہوا اور برابر موجود ہے اور اس عہد کے خصوصی حالات کی بنا پر نئے ساز و سامان کے ساتھ اور نہ صرف یہ کہ غیر مسلموں اور اسلام دشمن افراد و تحریکات نے بلکہ ان کے زیر سایہ رہ کر تربیت حاصل کرنے والے یا ان کے علوم و افکار سے مرعوب، مسلمانوں نے بھی اس فتنہ کی حمایت اور اس کی اشاعت و ترویج میں حصہ لیا، اور احکام شرعیہ کے حق میں حدیث کے حجت و دلیل ہونے کا انکار کیا، اس موضوع پر ضمنی مباحث و مقالات کے علاوہ بعض محققین کی نہایت وقیع مستقل کتابیں بھی موجود ہیں سب سے اہم کتاب ڈاکٹر مصطفی سباعی کی "السُّنَّۃُ وَمَکَانَتُھَا فِی التَّشْرِیْعِ الْاِسْلَامِیْ" سمجھی جاتی ہے، اردو میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کا رسالہ "حجیت حدیث" معروف ہے۔ اور اکابر ائمہ میں سے امام شافعی نے اپنی کتاب "الرسالہ" میں تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، ہم اختصار کے ساتھ اس گروہ کے اہم دلائل و شبہات اور ان کے جوابات ذکر کر رہے ہیں اس گروہ کا کہنا ہے کہ

(۱) قرآن کہتا ہے "مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ"[1] (ہم نے کتاب میں کسی چیز میں کوتاہی نہیں کی) اور "وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ"[2] (اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے) پھر حدیث کے لیے کیا رہ گیا اور اس کی کیا ضرورت باقی رہی

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ و اعلان فرمایا ہے حالانکہ

---

[1] الانعام ۳۸ [2] النحل ۸۹

کا نہیں، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ــــ [۱] (بیشک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں) میں "ذکر" سے قرآن مجید ہی مراد ہے اگر قرآن کی طرح حدیث پر بھی عمل مطلوب ہوتا اور اس کی ضرورت ہوتی تو اس کی بھی حفاظت کا وعدہ ہوتا ورنہ اس کے محفوظ رہنے کی کیا دلیل۔

(۳) اگر حدیث کا یہی مقام ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں اہتمام سے اسے بھی لکھوایا ہوتا اور تمام صحابہ وتابعین بھی اہتمام سے اس کو لکھتے رہتے اور حال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی ایک جماعت سے لکھنے کی ممانعت اور ناپسندیدگی منقول ہے، یہ کام بہت بعد میں کیا گیا ہے پھر اس اعتماد پر کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

(۴) متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث خود مستقل کوئی دلیل نہیں ہے قرآن میں جو کچھ ہے اگر اس کی حد تک حدیث میں کوئی چیز منقول ہو تو اعتبار ہوگا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایسی باتوں کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ میں تو کتاب اللہ کے حلال وحرام کو ہی بیان کیا کرتا ہوں۔

ان شبہات کے جواب میں کہا گیا ہے کہ

(۱) قرآن کا یہ بیان سو فیصد حق ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے مگر چونکہ قرآن کریم اصولی اور دستوری انداز کی کتاب ہے اس لیے اس میں زیادہ تر دین کے اصول وقواعد کا تذکرہ ہے صراحت کے ساتھ جزئیات کا تذکرہ بہت کم ہے اور ان اصول وقواعد کی تفصیل کا ذمہ دار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا گیا ہے، اعلان ہے، "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ [۲] اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی

[۱] الحجر ۹ [۲] النحل ۴۴-

ہے تاکہ جو لوگوں پر نازل ہوا ہے اسے لوگوں پر واضح کر دیں اور تاکہ وہ غور کریں) اسی لیے حدیث کو قرآن کریم کی " شرح " کہا جاتا ہے، حسب موقع احادیث قرآن کریم کے مختلف بیانات کے تحت آتی ہیں ـــــ جیسا کہ آئندہ فصل میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ وضاحت آرہی ہے،

(۲) اللہ کا وعدہ صرف قرآن کی حفاظت کا ہی نہیں ہے بلکہ پوری شریعت محمدیہ کی حفاظت کا وعدہ ہے، " ذکر " کا مصداق صرف " قرآن " ہی نہیں، پورا " دین " ہے اس لیے کہ قرآن میں یہ لفظ اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے، اور " دین محمدی " کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت دونوں ہیں قرآن کی حفاظت تو ظاہر ہے، احادیث کی حفاظت ائمہ حدیث کے ان بے مثال علمی کارناموں اور کاوشوں کے ذریعہ کی گئی جو آج ہزارہا کتب کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور اکابر ائمہ دین وحدیث نے محدثین کے اس عمل کو اسی آیت کے تحت ذکر کیا ہے جیسا کہ سیوطی نے ابن مبارک سے نقل کیا ہے [1]

(۳) جواب کے لیے، کتاب کا ـــــ باب پنجم ـــــ
" ملاحظہ ہو، جس میں ذکر دہ تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ لکھنے کا قولی وعملی ثبوت عہد نبوی سے ہی موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اکابر صحابہ کی اجازت وپسندیدگی کے ساتھ،

(۴) جن احادیث سے اس شبہ کے حق میں سہارا لیا جاتا ہے اوّل تو یوں محل اشکال ہے کہ " حدیث سے استدلال " کے حق کو حدیث سے استدلال کر کے ذریعہ رد کیا جارہا ہے دوم یہ کہ محدثین ومحققین نے ان کو مجروح حتی کہ باطل وموضوع تک قرار دیا ہے اور اگر کسی حد تک وہ صحیح وثابت ہوں تو ان کا حاصل یہ نہیں ہے کہ جو مضمون ومسئلہ بظاہر قرآن مجید میں منقول نہ ہو اگر کوئی حدیث اس پر مشتمل ہو تو غیر معتبر اور مردود ہو گی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو قرآن سے ثابت کسی

---

[1] تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۸۲ -

مضمون کے مخالف و معارض ہو وہ مردود ہے، اور یہ چیز حدیث کے "موضوع و باطل" ہونے کی دلیل ہے، اور دوسری حدیث کا منشا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات ارشاد خداوندی ما ینطق عن الھویٰ ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ[1] کے مطابق، نفسانی اور اپنی جانب سے پیدا کردہ نہیں ہوتی بلکہ محض وحی ربانی اور الہام خداوندی کا طفیل و نتیجہ ہوتی ہے۔

آخری بات یہ کہ اگر احادیث پر اعتبار و عمل نہ ہا تو دین کا بڑا حصہ کیا سارا کا سارا دین ضائع ہو جائے گا اس لیے کہ قرآن کریم میں تو اسلام کے بنیادی ارکان و فرائض، نماز و روزہ، زکاۃ و حج، کی بھی تفصیلات مذکور نہیں تو جو دین صرف قرآن کے ظاہری بیانات پر مبنی ہو گا اس کا کیا حال ہو گا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ صرف قرآن کو اختیار کرنا اور حدیث کو ترک کر دینا کفر ہے[2]

بعض اہم مؤلفات موضوع

گذشتہ سطور میں اس موضوع سے متعلق بعض مؤلفات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ین چیز امام شافعی کی کتاب "الرسالۃ" کا وہ حصہ ہے جس میں اس موضوع پر گفتگو کی گئی ہے۔ قریبی عہد کی سب سے معروف و اہم تالیف ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی "السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی" ہے، نیز اس سلسلہ کی مؤلفات میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے رسالہ کے علاوہ حجیت حدیث (مولانا ادریس کاندھلوی) صیانۃ الحدیث (مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی) فتنۂ انکار حدیث کا منظر و پس منظر (افتخار احمد بلخی) یہ دونوں کتابیں دو دو جلدوں میں ہیں۔

---

[1] النجم ۳ و ۴

[2] الاحکام، ابن حزم ج ۲ ص ۷۹-۸۰، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی" اور تاریخ المذاہب الاسلامیہ جلد دوم وغیرہ۔

فصل سُوم

حَدِیثُ کے ذریعہ تشریحِ قرآن کی کیفیت

حدیث قرآن کریم کی شرح و بیان ہے اس شرح و بیان کی مختلف صورتیں ہیں کسی موقع پر یہ تعلق بہت واضح اور کھلا ہوا ہوتا ہے اور کسی موقع پر محض اصولی ہوتا ہے اور بظاہر غیر واضح۔

علمائے محققین نے اس شرح و بیان کی چند اصولی صورتیں ذکر کی ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی حکم قرآن ہی کا حکم ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کے کسی حکم پر عمل اللہ کی اطاعت سے علحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین اطاعت الٰہی اور حکم خداوندی کی پابندی ہے ارشاد ہے ما اتکم الرسول فخذ وہ وما نھاکم عنہ فانتھوا[۱] (جو چیز تم کو پیغمبر دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں باز رہو) اور وَمَا کَانَ لمؤمن ولا مؤمنۃ اِذَا قضَی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃُ مِنْ امرھم[۲] (اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی اختیار سمجھیں) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[۳] (جو رسول کی فرمانبرداری کرے تو وہ بلاشبہ اللہ کی فرمانبرداری کرے گا)

---

[۱] الحشر، [۲] الاحزاب ۳۶ [۳] النساء ۸۰۔

ان آیات کا یہی مطلب ہے کہ احادیث قرآن سے الگ کوئی چیز نہیں۔ اسی لیے صحابہ سے ان کے متعدد فتاویٰ کے حق میں انھیں آیات سے استدلال منقول ہے۔

۲۔ قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل و شرح :۔ جیسے نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کے تمام احکام، اسباب، و شرائط۔ اور مقدار وغیرہ کا بیان۔

۳۔ قرآن میں مذکور جزئیات و کلیات کی روشنی میں کسی قاعدہ کلی کی وضع! جیسے لاضرر ولا ضرار فی الاسلام[1] یہ حدیث ان آیات پر مبنی ہے جن میں کسی اعتبار سے ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہونچانے سے روکا گیا ہے اس ارشاد نبوی کا حاصل یہ ہے کہ کوئی مسلمان نہ تو کسی کو بلاسبب و بلاوجہ کوئی نقصان پہونچائے اور نہ اس کی کسی حرکت و عمل کے جواب میں بایں معنی کہ اس کے کیے ہوئے سے زائد اس کو سزا دے اور اس کو نقصان پہونچائے[2]

۴۔ قرآنی کسی اصل و کلیہ پر تفریع! جیسے آیت "لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ[3] (مومنو ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ) کے تحت پھلوں کے درخت میں آنے پر انتفاع کے لائق ہونے سے پہلے پہلے بیچنے کی ممانعت، کہ اس سے پہلے یہ اطمینان گمان غالب کے درجے میں نہیں ہوتا کہ پھل خریدنے والے کو مل سکیں گے بلکہ آفات کا شکار ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے۔

---

[1] موطا مالک
[2] الاشباہ والنظائر ص ۸۵
[3] النساء ۲۹۔

۵۔ قرآن میں مذکور دو بالمقابل احکام میں سے کسی ایک سے تعلق یا دونوں کے مناسب حکم، یا کسی حکم قرآنی کی بنیاد بننے والی کسی علت کی بناپر اس حکم کی آیت سے تعلق کا بیان۔

اوپر تین شقیں مذکور ہیں (الف) دو بالمقابل احکام میں سے کسی ایک سے تعلق جیسے قرآن نے طیبات و خبائث کو بیان کیا ہے اور بہت سی چیزوں کی بابت ان میں سے کسی ایک سے تعلق کا ذکر نہیں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بابت وضاحت فرمائی۔ اور درندوں کو خبائث سے اور خرگوش وغیرہ کو طیبات سے متعلق قرار دیا۔

(ب) دونوں کے مناسب کسی حکم کا بیان جیسے نکاح شرعی حلال اور زنا حرام ہے، لیکن "نکاح غیر شرعی" کا ذکر قرآن میں نہیں ہے بظاہر نہ تو وہ نکاح محض ہے اور نہ زنا محض، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ہے کہ ایسے نکاح نہ کیے جائیں اور اگر کیے گئے تو صحیح نہ ہوں گے لیکن اگر ان کی بنیاد پر صحبت کرلی گئی تو مہر واجب ہوگا۔ ممانعت و عدم صحت، "زنا" کے مناسب ہے اور مہر کا وجوب، نکاح شرعی کے۔

(ج) کسی علت کی بنا پر اس پر مبنی حکم کی آیت سے تعلق کا بیان جیسے دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا قرآن نے منع کیا ہے جس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ آپس میں "سوکن" کا رشتہ ہونے کی وجہ سے قطع رحمی کی نوبت آئے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد پر بیک وقت پھوپھی و بھتیجی اور خالہ و بھانجی کو نکاح میں رکھنے سے منع فرمایا ہے [1]

---

[1] الموافقات ج ۴ ص ۴۲ تا ۵۲، السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۳۸۶ تا ۳۹۲ مفتاح السنۃ ص ۱۳۰۔

فصل چہارم

فقہ الحدیث

۱- تمہید :- آغاز کتاب میں "علوم حدیث" کے متعلق تفصیل میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ حدیث سے متعلق علوم میں ایک علم" حدیث کے معانی ومطالب کو جاننا" بھی شامل ہے، مذکورہ بالا عنوان سے اسی کو ذکر کیا جاتا ہے۔

۲- تعریف :- (الف) فقہ کے لغوی معنی :- جاننا و سمجھنا۔

(ب) اصطلاحی تعریف :- (فقہ الحدیث) حدیث سے واضح ہونے والے اور مستنبط کیے جانے والے احکام وآداب کا جاننا ہے یعنی "فقہ الحدیث" سے مراد حدیث کے ان معانی ومطالب کا جاننا وسمجھنا ہے جن کو عمل میں اپنانے کا ہم سے یا تو مطالبہ ہے یا یہ کہ ان پر عمل و اہتمام پسندیدہ ہے۔

۳- اہمیت :- تعریف سے ظاہر ہے اس لیے کہ ہر مسلمان دنیا کی زندگی میں شریعت کے احکام کا مکلف و پابند ہے چاہے جس درجہ میں ہو اور احکام شریعت کے بنیادی اور اصل مآخذ کتاب وسنت یعنی قرآن کریم اور احادیث نبویہ ہی ہیں، اور" جیسے علم تفسیر" کے تحت قرآن کریم سے احکام شرعیہ کو جانا جاتا ہے ایسے ہی" فقہ الحدیث" کے تحت احادیث نبویہ سے وہ ہدایات جانی و سمجھی جاتی ہیں جو اس زندگی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اپنے قول و فعل سے بیان فرمائی ہیں۔

۴- فائدہ :- تعریف و اہمیت کی وضاحت سے فائدہ بھی ظاہر ہے کہ جب ہمکو اللہ و رسول کے احکام و ہدایات کا پابند بنایا گیا ہے اور یہ پابندی علم کے بغیر ہو نہیں سکتی اور اس فن کے ذریعہ ہی مطلوبہ احکام و ہدایات کا علم ہوتا ہے تو اس کا فائدہ اللہ و رسول کے احکام و ہدایات کی پابندی اور اس پر عمل کا حاصل ہونا ہے جس پر دنیا و آخرت دونوں کا فائدہ مدھار موقوف ہے۔

۵- مرتبہ و مقام :- چونکہ کسی حدیث کے متعلق راوی و مروی اور اس کے ماخذ کے اعتبار سے یہ جاننا کہ اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے نیز یہ جاننا کہ وہ لائق عمل ہے یا نہیں اور یہ کہ اس کا کیا مطلب و مفہوم ہے یہ سب کچھ ان اصول و قواعد اور ان علوم و فنون کے جاننے اور ان سے کام لینے پر موقوف ہے جن کا تذکرہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا ہے اس لیے ظاہر ہے کہ "علوم حدیث" کی فہرست میں یہ آخری علم و فن اور آخری مرحلہ ہوگا۔ اسلئے اسکو حدیث سے متعلق علوم و فنون کو بیان کرتے ہوئے آخری مرحلہ میں ذکر کیا جا رہا ہے، حاکم نیشاپوری کا قول ہے کہ یہ علم تمام علوم حدیث کا ثمرہ و حاصل بھی ہے اور مدار شریعت بھی [1]

اگلے باب میں جو تفصیلات آنے والی ہیں وہ دراصل باب سوم کی فصل کے متعلقات ہیں سو ہیں طول بحث کی وجہ سے نیز اہتمام کے پیش نظر ان کو مستقل باب اور فصول میں ذکر کیا جا رہا ہے، اور خیال رہے کہ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے دیگر علوم دینیہ سے بھی بقدر ضرورت واقف

---

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص ۷۹۔

ہونا ضروری ہے مثلاً تفسیر و علوم قرآن اور اصول فقہ جیسے کہ علوم عربیت سے واقفیت بھی ناگزیر ہے۔

۶- **اھل فن** :- گذشتہ سطور میں اس علم کی اہمیت وغیرہ کی نسبت سے جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ اس فن میں دخل اور شغف ہر کس و ناکس بلکہ ہر اس آدمی کا بھی حق نہیں ہے جسے ہزاروں کی تعداد میں احادیث ازبر ہوں بلکہ اصلاً انھیں حضرات کا حق و حصہ ہے جو متون حدیث سے واقفیت کے ساتھ علوم حدیث سے بھی بہرہ ور ہوں اور دیگر ضروری دینی و عربی علوم سے بھی حاصل یہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیت اور معلومات کے اعتبار سے کسی درجہ میں صحیح مجتہدانہ شان اور بصیرت کی نگاہ رکھتے ہوں اسی لیے شمار کرنے والوں نے اسی انداز کے لوگوں کو شمار کرایا ہے مثلاً طیبی م ۷۴۳ھ نے حضرات ائمہ اربعہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور حاکم نیشاپوری نے زہری، امام بخاری، سفیان ثوری، ابن مبارک، امام احمد، ابن مدینی، بخاری، مسلم و نسائی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے [1]

۷- **مؤلفات فن** :- علماء و محدثین نے حدیث و علوم حدیث سے متعلق جہاں مختلف انداز کی کتابیں تالیف کی ہیں وہاں اس علم و فن پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اہتمام کے ساتھ اس پر بھی کام کیا ہے، بلکہ متون حدیث سے متعلق جو کام کیا گیا ہے اس میں زیادہ تر اسی پہلو کی رعایت ہے انداز اور کم و بیش کا فرق ضرور ہے۔

اس علم و فن کی نسبت سے مؤلفات حدیث کو ہم دو حصوں

---

[1] الخلاصہ فی اصول الحدیث ص ۶۳ و معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۷ تا ۱۰۶۔

پر تقسیم کر سکتے ہیں ایک وہ کتب جن میں حدیث سے سمجھے جانے والے اور اخذ کیے جانے والے معانی و مطالب اور احکام و آداب کو بتانے وظاہر کرنے کے لیے اس کو کافی سمجھا گیا ہے اور اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ احادیث کو موضوعات کے تحت جمع کیا جائے، پورے مجموعے کو کتب اور ابواب و فصول میں تقسیم کر کے حسب موقع ہر ہر باب و فصل کے عناوین متعین کیے جائیں، بالخصوص ان کتابوں میں جن میں احادیث کو حسب موقع چھوٹے یا کسی قدر بڑے حصوں پر تقسیم کر کے، ہر حصے کو ایک باب قرار دیا گیا ہے اور ہر باب کے لیے اس کے تحت آنے والی احادیث سے ماخوذ احکام کے مناسب اس انداز سے عناوین تجویز کیے گئے ہیں کہ جن سے کتاب کے مؤلف و مرتب کے ذوق و ذہن کے مطابق باب کے تحت آنے والی احادیث کی دلالت اور مدلولات و احکام کو سمجھ لیا جائے اور سمجھا بھی جاتا ہے جیسے کہ صحاح ستہ اور اس انداز کی کتابوں میں کیا گیا ہے یعنی جوامع و سنن وغیرہ میں اور فقہ کی کتابوں کی طرح اس میں تصریحات و بیان نہیں ہوتا،

مگر جوامع و سنن میں بہت سی روایات اور ابواب ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا احکام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بہت سی کتابیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں صرف احکام سے ہی متعلق روایات لی گئی ہیں اور ان کے نام میں بھی اس انداز کی تصریح موجود ہے، چنانچہ مؤلفات حدیث کے بیان میں آپ "کتب احکام" کے تحت کچھ کتابوں کا نام پڑھ چکے ہیں۔

دوسری قسم ان کتب کی ہے جن میں صرف احادیث کے جمع

کرنے پر اور ابواب وغیرہ کے قائم کرنے پر اکتفا نہیں کی گئی ہے بلکہ ان سے ماخوذ احکام کی صراحت کا بھی اہتمام ہے حسب موقع اختصار یا بسط کے ساتھ جیسے کہ طحاوی کی "مشکل الآثار"، محی السنۃ بغوی م ۵۱۶ھ کی "شرح السنۃ"، ابن جریر طبری م ۳۱۰ھ کی "تہذیب الآثار" خطابی م ۳۸۸ھ کی "معرفۃ السنن والآثار" ماضی قریب کے علماء میں سید سابق کی "فقہ السنۃ"، سید عمیم الاحسان مجددی (مقیم بنگلہ دیش) کی "فقہ السنن والآثار" وغیرہ امام شافعی کی "کتاب الام" بھی اسی قبیل کی ہے، جیسے کہ متون حدیث کی شروح جن میں ان کے متون کی احادیث کی بابت تحقیق کے ضمن میں ان کے احکام کا بھی بیان ہے مثلاً خطابی کی "معالم السنن" (شرح ابی داؤد) ابن عبدالبر م ۴۶۳ھ کی "التمہید" (شرح مؤطا) نووی م ۶۷۶ھ کی "شرح مسلم" ابن حجر عسقلانی اور بدرالدین عینی کی شرح بخاری وغیرہ، اس انداز کا کام زیادہ تر شروح اور حواشی و تعلیقات کی صورت میں ہی ہوا ہے ۔

۔ اس موضوع کی بابت عموماً کتب علوم حدیث سے تصریحات و تفصیلات نہیں مل سکیں، طیبی کے خلاصہ اصول الحدیث میں مختصر سا ذکر ہے جس میں فن کے مفہوم کی نیز بعض اہل فن اور بعض کتب فن کی نشاندہی کی گئی ہے، حاکم نے "معرفۃ علوم الحدیث" میں اس سلسلہ میں فصل قائم کر کے محض اہل فن کا کئی صفحات میں تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اگرچہ اس تذکرہ میں یا تو فن میں ان کے مقام کو ذکر کیا ہے یا فن سے متعلق ان کی بعض تصریحات وارشادات کو (ملاحظہ ہو، معرفۃ علوم الحدیث ص ۶۷ تا ۱۰۶ ۔)

باب پنجم

احادیث کے اہم مجموعے

مقدمہ
تدوین حدیث
اور
احادیث کے
اولین تحریری مجموعے

۱۔ تمہید و تاریخ :۔

یہ بات خوب معلوم ہے کہ علوم اسلامیہ کو باقاعدہ کتابوں کی صورت میں جمع کرنے اور مرتب کرنے کی نوبت ایک عرصہ گذرنے کے بعد آئی مگر ایسا نہیں ہے کہ "قرآن مجید" کے علاوہ کسی دوسری چیز کو لکھنے کی بالکل نوبت نہ آئی ہو، ذکر کیا جا چکا ہے کہ صحابہ کی بڑی جماعت احادیث کو لکھنے کے جواز کی قائل تھی اور نہ صرف نظریاتی طور پر بلکہ عملاً بھی انہوں نے اسے اختیار کر رکھا تھا چنانچہ صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے مختلف تعداد میں اور مختلف صورتوں میں احادیث کو تحریری طور پر جمع کر رکھا تھا اور یہ کام انہوں نے عہد نبوی میں کیا تھا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا مرتب کردہ مجموعہ جس کا نام "صادقہ" تھا وہ تو مشہور رہی ہے جو ایک ھزار احادیث پر مشتمل تھا اور اس کا بڑا حصہ مسند امام احمد میں منقول ہے، اس کے علاوہ حضرت سعد بن عبادہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے تحریری مجموعوں اور صحائف کا ذکر معتمد کتابوں میں موجود ہے، مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق منقول ہے کہ ان کے بہت سے صحائف تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لکھے گئے تھے جن میں سے ایک، ان کے ممتاز شاگرد "ہمام بن منبہ" کے واسطے سے بنام "صحیفہ ہمام بن منبہ" معروف ہے اور پورا کا پورا مسند احمد

میں مذکور ہے اور اب اس کا مستقل نسخہ بھی دستیاب ہو چکا ہے، اس میں ۱۳۸ احادیث ہیں، ایسے ہی حضرت ابن عباسؓ کے بہت سے صحائف منقول ہیں حتیٰ کہ وہ صحابہ جنھوں نے خود اس سلسلہ میں کچھ لکھا یا، لکھوایا ان کی تعداد بعض حضرات نے باون تک ذکر کی ہے، جن میں حضرت خلفاء راشدین، عبادلۂ اربعہ اور بعض امہات المومنین کے نام بھی ہیں۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریری صورت میں جو کچھ بھی لکھوایا وہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے خاص طور سے وہ نوشتے جن میں کسی قسم کے احکام آپ نے لکھوائے مثلاً عمرو بن حزم" کے نام آپ کا گرامی نامہ

حضرات تابعین میں بھی یہ سلسلہ اختلاف کے باوجود برابر جاری رہا، اور اکابر تابعین مثلاً حضرات سعید بن مسیب، شعبی، مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء و قتادہ وغیرہ نہ صرف یہ کہ اس کی اجازت دیتے رہے بلکہ خود لکھتے اور لکھواتے رہے لیکن یہ سارا کام اختلاف نظریات کے ساتھ اور انفرادی خصوصی طور پر ہو رہا تھا، حتیٰ کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں فتنوں کی کثرت کے پیش نظر حدیث کے ضیاع کے خوف کی بناء پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حدیث کے جمع و تحریر کے لیے سرکاری احکام نافذ کیے اور بتدریج تحریر کے جواز و استحباب بلکہ ضروری ہونے کی طرف لوگوں کا رجحان و میلان بڑھتا گیا اور ہوتے ہوتے اس پر سب کا اتفاق ہو گیا تو باقاعدہ کتابوں کی تصنیف اور احادیث کے جمع و تدوین کا کام ہوا جو آج اتنے وسیع پیمانہ پر موجود ہے کہ سب کی فراہمی اور مطالعہ و استفادہ آسان کام نہیں رہ گیا ہے،

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ساری مملکت اسلامیہ میں اپنے احکام بھیجے تھے اس کے نتیجے میں مشہور امام فن "محمد بن مسلم بن شہاب زہری م ۱۲۴ھ" (جو کبھی "ابن شہاب" اور کبھی صرف "زہری" کے نام سے ذکر کیے جاتے ہیں) انہوں نے حدیث کی

اولین باقاعدہ کتاب کی ترتیب وتدوین کی سعادت حاصل کی جس کی نقلیں ادھر ادھر بھیجی گئیں، اس کے بعد دوسرے حضرات نے یہ کام کیا جس میں موطا امام مالک م ۱۷۹ھ، کو خاص مقام حاصل ہے البتہ اس عہد میں احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ وتابعین کو بھی نقل کیا جاتا رہا، چنانچہ ابن جریج م ۱۵۰ھ ابن اسحاق م ۱۵۱ھ، ربیع بن صبیح ۱۶۱ھ سفیان ثوری م ۱۶۱ھ، امام اوزاعی م ۱۵۶ھ ابن مبارک م ۱۸۱ھ وغیرہ جنھوں نے مختلف علاقوں میں رہکر یہ کام کیا سب کے تحریری مجموعے اسی انداز کے تھے۔ دوسری صدی کے اواخر میں اور اس کے بعد محض احادیث نبویہ کو جمع کرنے کی طرف توجہ ہوئی اور "مسانید" کی تصنیف کی نوبت آئی، جن میں ایک ایک صحابی سے منقول تمام احادیث نبویہ کو یکجا جمع کیا گیا پھر تیسری صدی کے وسط سے ابواب کے تحت احادیث کو جمع کرنے کا اہتمام شروع ہوا اور "صحاح ستہ" کی تصنیف کی نوبت آئی اور انھیں کے انداز پر دوسری معتمد کتابوں کی اور بعد کے لوگ انھیں کی تلخیص واختصار، شرح وتحشیہ جمع وترتیب وتہذیب کا کام کرتے رہے [1]

۲۔ بعض مولفات فن

نوٹ:- عموماً اس بحث کو "تدوین حدیث" کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے اور یہ بھی علوم حدیث میں سے ایک علم ہے جس پر مستقل کتابیں اور مقالات موجود ہیں مثلاً مولانا مناظر احسن گیلانی کی "تدوین حدیث"۔ اور صبحی صالح کی کتاب "علوم الحدیث" میں شامل مقالہ اور غالباً سب سے اہم ومفصل سعی وکوشش، ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی قاسمی کی دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ ہے، نیز ڈاکٹر زبیر صدیقی کی السیر الحثیث فی تاریخ تدوین الحدیث بھی ایک اہم کاوش ہے۔

[1] علوم الحدیث ومصطلحہ، بحث تدوین الحدیث، از ص ۱ تا ۴۱، وتاریخ فنون الحدیث ص ۲۰،

فصل اول
مؤلفات باعتبار طریق تالیف

احادیث کی جامع کتب کی مختلف انداز پر تالیف کی گئی ہے اسی مناسبت سے ان کے مختلف عناوین ہیں مثلاً (الف) جامع (ب) مُسْنَد (ج) سُنَن (د) مُعْجَم (ھ) علل (و) جزء (ز) اطراف (ح) مُسْتَدْرَک (ط) مُسْتَخْرَج (ی) مَجْمَع (ک) زوائد (ل) مُصَنَّف وغیرہ

(الف) جامع :- جمع "جوامع" - وہ کتب حدیث جن میں دین کے تمام ابواب اور ہر پہلو یعنی اعمال کے ساتھ عقائد و تفسیر وغیرہ سب کے متعلق روایات کو جمع کیا گیا ہو، مثلاً بخاری کی "الجامع الصحیح" ایسے ہی مسلم کی، نیز جامع عبد الرزاق[1] م ۲۱۱ھ، "جامع الثوری" م ۱۶۱ھ - جامع ابن عُیَیْنہ م ۱۹۸ھ - "جامع ترمذی" م ۲۷۰ھ

(ب) مُسْنَد :- جمع "مَسَانید" استعمال ہوتی ہے۔ اس سے مراد عموماً وہ کتب حدیث ہوتی ہیں جن میں ہر ہر صحابی سے منقول روایات یکجا ذکر کی گئی ہیں خواہ صحابی کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا ان کے باہمی مراتب و فضائل کے اعتبار سے، ایسی کتب حدیث کی تعداد سو سے زائد ہے اہم حسب ذیل ہیں۔

مسند احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ، مسند حمیدی م ۲۱۹ھ، مسند ابی داؤد طیالسی م ۲۰۴ھ، مسند عبد بن حمید م ۲۴۹ھ، ان میں سے اولین "مسند طیالسی" ہے۔

کبھی محض احادیث مرفوعہ کی جامع کتب حدیث کو بھی "مسند" کہدیا کرتے ہیں جیسے "مسند بقی بن مَخْلَد اندلسی" م ۲۷۶ھ جس کی ترتیب ابواب

---

[1] مصنف عبد الرزاق" کے نام سے ان کی جو کتاب معروف ہے وہ دوسری ہے۔ تیسیر ص ۱۱۰

فقہ کے مطابق ہے۔

امام ابوحنیفہ رح م ۱۵۰ھ کی طرف بھی "مسند" کے نام سے ایک مجموعہ احادیث منسوب ہے جو دراصل ان کا ترتیب دیا ہوا یا تصنیف کردہ مجموعہ نہیں ہے بلکہ ان سے مروی احادیث کا مجموعہ ہے۔

(ج) سُنَن :- سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن کی ترتیب فقہی ابواب کے مطابق ہے اور ان میں عقائد، ومناقب، اور غزاوت وتفسیر وغیرہ سے متعلق روایات نہیں ہوتیں اور عموماً مرفوع احادیث ہی مذکور ہوتی ہیں ان کی تعداد بھی کافی ہے چند اہم ومشہور یہ ہیں، سنن ابی داؤد م ۲۷۵ھ سنن نسائی م ۳۰۳ھ، سنن ابن ماجہ م ۲۷۳ھ، سنن بیہقی، م ۴۵۸ھ، سنن دارقطنی م ۳۸۵ھ، سنن دارمی م ۲۵۵ھ، سنن شافعی م ۲۰۴ھ،

(د) مُعجَم :- جمع "مَعَاجِم" استعمال ہوتی ہے، یعنی وہ کتب حدیث جن میں حروف تہجی کی رعایت رکھتے ہوئے راویان حدیث کی روایات کو جمع کیا گیا ہو خواہ ان راویوں میں صحابہ کا لحاظ ہو یا اپنے اساتذہ یا کسی خاص شہر ومقام کے محدثین وشیوخ کا،

ان کی تعداد بھی بہت ہے زیادہ مشہور طبرانی م ۳۶۰ھ کے تینوں معاجم ہیں یعنی "المعجم الکبیر" جس میں صحابہ کے اسماء کی رعایت ہے، "المعجم الاوسط" اور "المعجم الصغیر" ان دونوں میں شیوخ کی رعایت کی گئی۔

اگر مشائخ کا ذکر حروف تہجی کے اعتبار سے نہ کیا جائے تو بجائے "معاجم" کے "مشیخہ" اور "مشیخات" کہتے ہیں جیسے مشیخہ عبداللہ بن حیدر قزوینی م ۱۲۵۰ھ

(ھ) عِلَل :- وہ کتب حدیث جن میں محض ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو

جن میں کسی قسم کا کوئی سقم بتایا جاتا ہے اور ان اسقام کا بھی بیان ہو جیسے "علل ابن ابی حاتم" متوفی ۳۲۷ھ اور "علل دار قطنی" متوفی ۳۸۵ھ۔

(و) جُزْء:۔ جمع "اجزاء" وہ کتب حدیث جن میں کسی ایک راوی کی تمام روایات یا کسی ایک موضوع و پہلو سے متعلق تمام احادیث کو جمع کیا گیا ہو، اول جیسے "جزء مارواہ ابو حنیفہ عن الصحابۃ" (مصنف ابو معشر عبدالکریم طبری متوفی ۴۷۸ھ) دوم جیسے بخاری کی "جزء رفع الیدین فی الصلاۃ" اور "جزء القراءۃ خلف الامام"

(ز) اَطراف:۔ طرف کی جمع ہے بمعنی کنارہ، اس سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن میں احادیث کا ایک حصہ ذکر کرنے کے بعد تمام متون حدیث یا بعض میں مذکور اس حدیث کی تمام اسناد کو جمع کیا گیا ہو،

ان کی تعداد بھی بہت ہے چند مشہور حسب ذیل ہیں، "اطراف الصحیحین" حافظ ابراہیم بن محمد ابو مسعود دمشقی متوفی ۴۰۰ھ کی "الاشراف علی معرفۃ الاطراف" علی بن حسین ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ کی جو سنن اربعہ سے متعلق "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" ابو الحجاج مزی متوفی ۷۴۲ھ کی جو صحاح ستہ سے متعلق ہے۔

(ح) مُستَدرَک:۔ جمع مستدرکات، وہ کتب حدیث جن میں کسی خاص کتاب کے مصنف کی رعایت کردہ شرائط کے مطابق رہ جانے والی احادیث کو جمع کیا گیا ہے جیسے ابو عبداللہ حاکم متوفی ۴۰۵ھ کی "المستدرک علی الصحیحین"

(ط) مُستخرَج:۔ جمع مستخرجات، وہ کتب جن میں کسی کتاب میں ذکر کردہ احادیث صاحب کتاب کو واسطہ بنائے بغیر دوسری اسناد کے ساتھ جمع کی جائیں،

ان کی تعداد بھی بہت ہے، صحیحین سے متعلق ہی دس دس ہیں دوسری کتب سے متعلق مزید، مثلاً بخاری سے متعلق مستخرج اسماعیلی، ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی متوفی ۳۷۱ھ کی، مسلم سے متعلق "مستخرج الاسفرائینی" (م ۳۱۶ھ) ——— صحیحین

سے متعلق "مستخرج ابی نعیم اصبہانی" متوفی ۴۳۰ھ "ابوداؤد سے متعلق "مستخرج قاسم بن اصبغ" م ۳۴۰ھ

(ی) مجامع :- جمع مجامیع وہ کتب حدیث جن میں حدیث کی کئی کتابوں کو یکجا جمع کر دیا گیا ہو ایسی کتابیں بھی اچھی خاصی تعداد میں ہیں۔ چند اہم و مشہور حسب ذیل ہیں۔

(۱) "مشارق الانوار النبویۃ" حسن بن محمد صنعانی متوفی ۶۵۰ھ کی جو کہ صحیحین کی جامع ہے (۲) "الجمع بین الصحیحین" محمد ابو نصر حمیدی اندلسی متوفی ۴۸۸ھ کی (۳) "التجرید للصحاح والسنن" ابو الحسن احمد بن رزین اندلسی متوفی ۵۳۵ھ کی جو کہ ابن ماجہ کو چھوڑ کر بقیہ صحاح ستہ اور موطا کی جامع ہے (۴) "جامع الاصول من احادیث الرسول" ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ کی یہ بھی التجرید کی مانند ہے (۵) "جمع الفوائد من جامع الاصول والزوائد" محمد بن محمد بن سلیمان مغربی متوفی ۱۰۹۴ھ کی جو کہ چودہ اہم کتابوں کی جامع ہے اس سلسلہ کی ایک اہم کتاب سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی "جمع الجوامع" ہے جس میں ان کا ارادہ پچاس سے زائد کتب کی احادیث یا یوں کہیے کہ تمام احادیث کے جمع کرنے کا تھا مگر مکمل نہ کر سکے اسی کا دوسرا نام "الجامع الکبیر" بھی ہے۔

(ک) زوائد :- وہ کتب حدیث جن میں کسی کتاب کی ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جو دوسری کتابوں سے زائد ہوں یعنی دوسری میں مذکور نہ ہوں جیسے "مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجۃ" ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری متوفی ۸۴۰ھ کی جس میں ابن ماجہ کی وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جو باقی صحاح ستہ میں مذکور نہیں ہیں۔ اور "اتحاف السادۃ المہرۃ الخیرۃ" یہ بھی بوصیری کی ہے اس میں دس اہم مسانید میں صحاح ستہ سے زائد ذکر کردہ احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

(ل دم) مصنف وموطا:۔ وہ کتب جن کی ترتیب ابواب فقہ کے مطابق ہو اور ان میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ موقوف ومقطوع احادیث بھی جمع کی گئی ہوں جیسے مصنف ابوبکر یعقوب ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ مصنف عبدالرزاق م ۲۱۱ھ وغیرہ اور موطا امام مالک و موطا ابن ابی ذئب م ۱۵۹ھ وغیرہ۔ امام ابوحنیفہ م ۱۵۰ھ کے تلامذہ امام ابویوسف ۱۸۲ھ و امام محمد م ۱۸۹ھ وحسن بن زیاد، امام زفر وغیرہ، کی کتاب الآثار کے عنوان سے جو کتب منقول ہیں وہ بھی موطا ومصنف کی قبیل کی ہیں ان میں فقہی ابواب کے مطابق احادیث مرفوعہ کے ساتھ موقوف ومقطوع روایات بھی جمع کی گئی ہیں اور یہ دراصل ان روایاتِ حدیث کا مجموعہ ہے جن کا امام ابوحنیفہ نے اپنے تلامذہ کو املا کرایا تھا اس لحاظ سے "کتاب الآثار" کو اس انداز کا اولین مجموعہ اور بعد کے کاموں کے لیے بنیاد بتایا جاتا ہے[1]

(ن) اربعین:۔ جمع اربعینیات وہ کتب جن میں کسی ایک باب ومسئلہ سے متعلق یا چند ابواب ومسائل سے متعلق احادیث جمع کیجائیں خواہ سب ایک سند سے مروی ہوں یا متعدد اسناد سے۔ ایسی کتب بہت ہیں مثلاً محی الدین یحییٰ نووی م ۶۷۶ھ کی "الاربعون" اور تازہ ترین کتابوں میں ڈاکٹر عزالدین ابراہیم کی الاربعون القدسیّہ۔

یہ تو وہ کتابیں ہیں، جن کو ان کے مخصوص انداز تالیف کی وجہ سے، مذکورہ عناوین دیئے گئے ہیں اور اکثر کتب حدیث کی تالیف وتصنیف کی بنیاد یہی اسالیب وعناوین ہیں۔

(س) ان کے علاوہ بہت سی کتابیں ایسی بھی ہیں جن کی تالیف وتصنیف کی

---

[1] مسانید الامام الاعظم ص ۴، ۵، ۷۔

بنیاد دوسرے امور پر ہے مثلاً

۱۔ کتب ترغیب و ترہیب :۔ کسی حکم سے متعلق منقول ترغیب (رغبت و شوق پیدا کرنے) اور ترہیب (خوف دلانے و ڈرانے) پر مشتمل احادیث کی جامع کتب جیسے عبد العظیم منذری ۶۵۶ھ کی "الترغیب والترہیب" جو کہ معروف متداول کتاب ہے۔

۲۔ کتب موضوعات :۔ وہ کتب جن میں کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث و آثار کو جمع کیا گیا ہو جیسے امام احمد م ۲۴۱ھ کی "کتاب الزہد" ابن ابی الدنیا م ۲۸۱ھ کی "کتاب ذم الدنیا"، عبد اللہ بن مبارک م ۱۸۱ھ کی "کتاب الزہد" اور "کتاب الجہاد"، ابو عبد اللہ مروزی م ۲۲۸ھ کی "کتاب الفتن والملاحم" امام ابو یوسف م ۱۸۲ھ کی "کتاب الذکر والدعاء" اور ابو نعیم اصبہانی م ۴۳۰ھ کی "کتاب فضائل الصحابۃ"

۳۔ کتب احکام :۔ وہ کتب جن میں صرف وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن کا احکام و مسائل سے تعلق ہے جیسے تقی الدین محمد بن علی معروف بہ ابن دقیق العید مالکی م ۷۰۲ھ کی "الالمام فی احادیث الاحکام" تقی الدین عبد الغنی حنبلی کی "عمدۃ الاحکام" ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ کی "بلوغ المرام"، ابن تیمیہ حنبلی م ۶۵۲ھ کی "المنتقی فی الاحکام"۔ اور شاید اس سلسلہ کی وسیع ترین کتاب مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ کی "اعلاء السنن" ہے جس کی اٹھارہ جلدوں میں فقہ حنفی کے جزئیات سے متعلق احادیث احکام جمع کی گئی ہیں۔

۴۔ کتب تخریج :۔ وہ کتب حدیث جن میں کسی کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی اسناد و حیثیت کو بیان کیا گیا ہو خواہ وہ کتاب تفسیر و فقہ میں ہو یا کسی دوسرے فن میں جیسے ابو محمد زیلعی حنفی م ۷۶۲ھ کی تخریج احادیث الکشاف، (جس میں تفسیر کی مشہور کتاب کشاف کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔) اور "نصب الرایۃ" جو ہدایہ کی احادیث کی جامع ہے، عبد الرؤف مناوی م ۱۰۳۱ھ کی "الفتح السماوی

بتخریج احادیث البیضاوی" اور عبدالرحیم بن حسین عراقی م ۸۰۶ھ کی "المغنی عن حمل الاسفار" امام غزالی کی احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج ہیں۔

۵۔ مَفَاتِیح و فہارس :۔ وہ کتب جن میں کسی کتاب کی احادیث کی فہرست ہو خواہ تفصیلی ہو یا کچھ اختصار کے ساتھ، یہ فہرست کبھی حروف تہجی یعنی احادیث کے اولین حروف کے اعتبار سے ہوتی ہے اور کبھی موضوع کے اعتبار سے کہ کسی خاص لفظ و موضوع کا جن احادیث میں تذکرہ ہو صرف ان کو ذکر کیا جاتا ہے اول جیسے (۱) "مفتاح الصحیحین"، (۲) "مِفتاحُ احادیث مُوطا مالک"، (۳) فہرسٌ لِاحادیثِ مُسلِم القَولیتہ" دوم جیسے (۱) "مِفتاحُ کُنوزِ السُّنۃ" جس میں صحاح ستہ کے علاوہ چند دوسری اہم کتب کو ملاکر، چودہ کتابوں کی فہرست ہے، (۲) "المعجم المفہرس لالفاظِ الحدیث النبوی" یہ صحاح ستہ کے علاوہ مؤطا مالک، مسند احمد، اور مسند دارمی کی فہرست ہے اور اس موضوع پر نہایت ضخیم و وسیع ترین کتاب ہے (۳) "فہرست لالفاظ الترمذی" (۴) "فہرست لالفاظ صحیح مسلم"

۶۔ کتب اوائل :۔ وہ کتب جن میں حدیث کے پہلے لفظ و کلمہ کی رعایت رکھتے ہوئے حروف تہجی کے اعتبار سے احادیث کو جمع کیا گیا ہو۔ خواہ مقصود صرف احادیث کا ذکر و جمع ہو جیسے سیوطی م ۹۱۱ھ کی "الجامع الصغیر" اور "الجامع الکبیر" جن میں اصلاً دسیوں کتب حدیث میں ذکر کردہ احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

اور خواہ کوئی خاص بات پیش نظر ہو مثلاً جو احادیث زبان زد عوام و خواص ہیں خواہ ان کی حیثیت کچھ ہو ان کا بیان جیسے سخاوی م ۹۰۲ھ کی (۱) "المقاصد الحسنۃ" جو بہت معتمد ہے، (۲) "کشف الخفاء و مزیل الالباس" عجلونی م ۱۱۶۲ھ کی جو اس موضوع پر وسیع ترین کتاب ہے۔

۷۔ کتب تفسیر ماثور :۔ وہ کتب تفسیر جن میں تفسیر کے طور پر احادیث کو ہی ذکر کیا گیا ہو اور دوسرے مسائل و مباحث بہت کم یا برائے نام ہیں جیسے

(۱) طبری م ۳۱۰ھ کی "جامع البیان" (۲) سیوطی م ۹۱۱ھ کی "الدر المنثور" (۳) شوکانی م ۱۲۵۵ھ کی "فتح القدیر"۔

۸۔ دیگر کتب:۔ دوسرے فنون کی بھی بعض اہم کتابیں ایسی ہیں کہ جن میں اہتمام کے ساتھ بکثرت احادیث کو ذکر کیا گیا ہے اور احادیث کی نقل و ذکر کے حق میں ان کتابوں کا بھی خاص مقام ہے جیسے

(الف) فقہ شافعی میں نووی م ۶۷۶ھ کی "المجموع شرح المھذب" (ب) فقہ حنبلی میں ابن قدامہ م ۶۲۰ھ کی "المغنی" (ج) فقہ حنفی میں ابن ہمام م ۸۶۱ھ کی "فتح القدیر شرح ہدایہ"

(د) تاریخ میں طبری کی "تاریخ الامم والملوک" (ھ) مرتضیٰ زبیدی م ۱۲۰۵ھ کی شرح احیاء العلوم بعنوان "اتحاف السادۃ المتقین"

۱۰۔ شروح کتب حدیث:۔ احادیث کی جامع کتب کی جو شروحات لکھی گئی ہیں ان میں بھی کتب مشروحہ کی احادیث کے علاوہ دوسری احادیث بکثرت آئی ہیں جو کبھی دوسری کتابوں سے منقول ہوتی ہیں اور کبھی پوری سند کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔ مثلاً (الف) بخاری کی شرح "فتح الباری" ابن حجر عسقلانی کی تصنیف (ب) علامہ بدرالدین عینی م ۸۵۵ھ کی تصنیف کردہ شرح بخاری "عمدۃ القاری" (ج) نووی کی شرح مسلم وغیرہ۔ متون حدیث یعنی محض احادیث پر مشتمل جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں سے اچھی خاصی تعداد کی علماء نے شروح لکھی ہیں بالخصوص صحاح ستہ میں سے ہر ایک کی متعدد اہم شروح ہیں مثلاً بخاری کی ایک اہم شرح ارشاد الساری (از قسطلانی م ۹۲۳ھ) بھی ہے جو کہ فتح و عمدہ کی جامع ہے ویسے ہی مسلم کی شرح اکمال المعلم تصنیف محمد بن خلفہ مالکی م ۸۲۸ھ ہے ابوداؤد کی معالم السنن (از خطابی م ۳۸۸ھ) ترمذی کی عارضۃ الاحوذی (از ابن عربی مالکی م ۵۴۶ھ) ابن ماجہ کی مصباح الزجاجہ

(از سیوطی م ۹۱۱ھ) نسائی کی زہر الربیٰ (از سیوطی) مؤطا امام مالک کی "التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید" (از ابن عبد البر م ۴۶۳ھ)

علمائے ہند نے بھی ان کتب پر شروح وحواشی کی تحریر کی سعادت حاصل کی ہے ماضی قریب کے چند شاہکار جنھوں نے علماء وعالم سے تحسین حاصل کی ہے حسب ذیل ہیں فیض الباری شرح بخاری (از علامہ انور شاہ کشمیری م ۱۳۵۲ھ) فتح الملہم شرح مسلم (از علامہ شبیر احمد عثمانی م ۱۳۶۹ھ) بذل المجہود شرح ابی داؤد (از مولانا خلیل احمد سہارنپوری م ۱۳۴۵ھ) عون المعبود (از مولانا شمس الحق م ۱۳۴۹ھ) معارف السنن شرح ترمذی (از مولانا یوسف بنوری م ۱۳۹۷ھ) و ما تمس بہ الحاجۃ شرح ابن ماجہ از مولانا عبد الرشید نعمانی اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک، از مولانا محمد زکریا کاندھلوی م ۱۴۰۲ھ۔

۱۰۔ الافراد والغرائب:۔ وہ کتب جس میں ایک شیخ ومحدث کی روایات کو جمع کیا گیا ہو جیسے غرائب مالک، افراد دار قطنی[1]

بحر الاسانید

متون حدیث یعنی محض احادیث کی جامع وسیع ترین کتاب،

حافظ حسن بن احمد سمرقندی م ۴۹۱ھ کی تالیف کردہ کتاب "بحر الاسانید" ہے جس میں بقول ذہبی ایک لاکھ احادیث جمع کی گئی ہیں۔

اور بعض تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابو علی حسین بن محمد ماسرجسی نیشاپوری م ۳۶۵ھ اور ابی حفص محمد بن احمد بغدادی معروف بابن شاہین م ۳۸۵ھ کی مسانید، "بحر الاسانید" سے بھی زیادہ وسیع رہیں، اس لیے کہ اول تیرہ سو اجزا میں ہے اور دوم سولہ سو اجزاء میں جبکہ "بحر الاسانید" کے آٹھ سو اجزا ذکر کیے گئے ہیں[2]

---

[1] تیسیر المصطلح ص ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ العجالۃ النافعہ ۴۳ تا ۵۲۔ وملخص از اصول التخریج و دراسۃ الاسانید، وتاریخ فنون الحدیث۔
[2] الرسالۃ المستطرفہ ص ۶۲ و ۶۳ و ۱۳۷

فصل دوم

مشہور و اہم مؤلفات حدیث عہد در عہد

قرن اوّل

(پہلی صدی ہجری)

(الف) مؤلفات عہد نبوی و عہد صحابہ :- (۱) صحائف حضرت سعد بن عبادہؓ متوفی ۱۵، (۲) صحائف حضرت عبداللہ ابن عباسؓ متوفی ۶۸ھ، (۳) صحیفہ حضرت سمرہ بن جندبؓ متوفی ۶۰ھ (۴) صحیفہ حضرت جابر بن عبداللہؓ متوفی ۷۸ھ، (۵) صحائف حضرت ابی ہریرہؓ م ۵۱ھ (۶) صحیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ متوفی ۱۳ھ جسے انہوں نے خود جلا کر ضائع کر دیا (۷) صحائف حضرت انس بن مالکؓ م ۹۳ھ (۸) صحائف حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ م ۶۳ھ جماعت صحابہ میں اس سلسلہ میں ان کو امتیازی حیثیت حاصل ہے بالخصوص اس وجہ سے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی لکھنے کا اہتمام کر رکھا تھا جس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپ نے لکھتے رہنے کا حکم دیا تاکید فرمائی ۔

(ب) مؤلفات اکابر تابعین :- کتب ابی قلابہ عبداللہ ابن زید الجرمی

م ۱۰۴ھ - ۲ ـ کتب حارث بن عبداللہ اعور م ۶۵ھ ، ۳ ـ کتب عامر بن شراحیل شعبی م ۱۰۳ھ ، ۴ ـ کتب عبدالرحمٰن بن عائذ ازدی م ۸۰ھ تقریباً ، ۵ ـ کتب عبیدہ بن عمرو سلمانی مرادی م ۷۲ھ ، ۶ ـ کتب حضرت عروۃ بن زبیر م ۹۳ھ ، اس سلسلہ میں ان کی سب سے اہم چیز "سیرت نبویہ" سے متعلق مجموعہ ہے جو "مغازی عروۃ بن زبیر" کے نام سے شائع بھی ہو چکی ہے ، ۷ ـ کتب عکرمہ (غلام حضرت ابن عباس) م ۱۰۵ھ ـ

(ج) مؤلفات اصاغر تابعین :-

۱ ـ کتب ابراہیم بن مسلم ہجری م ۱۳۰ھ تقریباً ـ
۲ ـ کتب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری م ۱۱۷ھ ، ۳ ـ کتب حسن بن یسار م ۱۱۰ھ ۴ ـ کتاب رجاء بن حیوۃ م ۱۲۴ھ ۵ ـ کتب سلیمان بن مہران اعمش م ۱۴۷ھ ـ
۶ ـ کتاب سلیمان بن یسار م ۱۰۷ھ ـ
۷ ـ صحائف عبدالرحمٰن بن ہرمز م ۱۱۷ھ ـ
۸ ـ کتب عبداللہ بن ذکوان قرشی م ۱۱۵ھ
۹ ـ کتب علاء بن عبدالرحمٰن م ۱۳۹ھ ـ
۱۰ ـ کتب قتادہ بن دعامہ دوسی م ۱۱۷ھ ـ
۱۱ ـ کتب ابن شہاب، محمد بن مسلم بن شہاب زہری م ۱۲۳ھ
۱۲ ـ کتاب موسیٰ بن عقبہ م ۱۴۱ھ بابت سیرت نبویہ ـ
۱۳ ـ کتب وہب بن منبہ م ۱۱۴ھ
۱۴ ـ کتاب امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ۱۵۰ھ جو کہ "کتاب الآثار" کے نام سے معروف ہے اور جسے صاحبین امام ابویوسف و امام محمد کی روایت کی وجہ سے

تالیف کتب وتدوین حدیث کے باب میں اصاغر تابعین کے عہد کے لوگوں میں سب سے نمایاں حیثیت ونام ابو بکر ابن حزم اور ابن شہاب زہری کا ہے، بلکہ تدوین حدیث کی خدمت کی سعادتِ اولین حاصل کرنے والوں کی حیثیت سے عموماً انھیں دونوں حضرات کا نام معروف رہا ہے اسی لیے ان دونوں حضرات کو اس کام کے کرنے والوں کے اولین طبقہ میں ذکر کیا گیا ہے ان دونوں میں سے اولیت کس کو حاصل ہے مشہور زہری ہیں اور حافظ نے ابن حزم کے لیے اولیت ذکر کی ہے[1] ویسے یہ بات مسلم ہے کہ دونوں نے یہ کام حضرت عمر بن عبد العزیز اموی م ۱۰۱ھ کے حکم و ہدایت پر یہ خدمت انجام دی۔

۲۔ قرن ثانی (دوسری صدی ہجری) مؤلفات تبع تابعین

۱۔ کتب عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج مکی م ۱۵۰ھ
۲۔ کتاب ابن اسحٰق مدنی م ۱۵۱ھ
۳۔ موطا امام مالک مدنی م ۱۷۹ھ
۴۔ کتاب ربیع بن صبیح بصری م ۱۶۰ھ
۵۔ کتاب سعید ابن ابی عروبہ بصری م ۱۵۶ھ
۶۔ کتاب حماد بن سلمہ بصری م ۱۶۷ھ
۷۔ کتاب سفیان ثوری کوفی م ۱۶۱ھ
۸۔ کتاب امام عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعی شامی م ۱۵۸ھ
۹۔ کتاب ہشیم بن بشیر واسطی م ۱۸۳ھ
۱۰۔ کتاب معمر بن راشد یمنی م ۱۵۳ھ
۱۱۔ کتاب جریر بن عبد الحمید ساکن رے م ۱۸۸ھ
۱۲۔ کتاب عبد اللہ بن المبارک خراسانی م ۱۸۱ھ
۱۳۔ امام شافعی ۲۰۴ھ کی مسند اور مختلف الحدیث
۱۴۔ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی م ۲۱۱ھ کی جامع اور مصنف
۱۵۔ مصنف شعبہ بن حجاج م ۱۶۰ھ
۱۶۔ مصنف سفیان بن عیینہ م ۱۹۸ھ
۱۷۔ مصنف لیث بن سعد م ۱۷۵ھ
۱۸۔ کتب ابراہیم بن سعد م ۱۸۴ھ
۱۹۔ کتب ابراہیم بن طہمان خراسانی م ۱۶۳ھ
۲۰۔ کتب اسرائیل بن یونس سبیعی م ۱۶۰ھ
۲۱۔ مصنف اسماعیل بن عیاش م ۱۸۱ھ
۲۲۔ موطا محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب م ۱۵۸ھ

۳۔ قرن ثالث:۔

جو کہ احادیث مرفوعہ، نیز احادیث صحیحہ کی دوسری احادیث سے تنقیح کر کے جمع کرنے کا عہد ہے۔ اور مؤلفات حدیث کی جو اقسام ذکر کی گئی ہیں ان کا آغاز و اہتمام دراصل باقاعدہ طریقہ پر

---

[1] اوجز المسالک ج ۱ ص ۱۰

اسی عہد سے ہوا ہے اگرچہ کسی قدر کام حضرات تابعین و تبع تابعین کے عہد میں بھی ہو چکا تھا، جیسا کہ پیچھے ذکر کردہ فہرست سے ظاہر ہے اسی طرح تدوین حدیث کا مستقل کام زیادہ تر اسی عہد میں ہوا، اس کے بعد جو کام ہوا وہ اکثر و بیشتر سابقہ کاوشوں پر مبنی ہے۔

اس صدی کی مشہور و اہم مؤلفات :-

۱ - امام بخاری م ۲۵۱ھ کی الجامع الصحیح
۲ - امام مسلم م ۲۶۱ھ کی الجامع الصحیح
۳ - سنن ابی داؤد م ۲۷۵ھ
۴ - سنن نسائی م ۳۰۳ھ
۵ - جامع ترمذی م ۲۷۰ھ
۶ - سنن ابن ماجہ م ۲۷۳ھ
۷ - مسند امام احمد م ۲۴۱ھ
۸ - منتقی ، ابن جارود م ۳۰۷
۹ - مصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ
۱۰ - تہذیب ، محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ
۱۱ - المسند الکبیر، بقی بن مخلد قرطبی م ۲۷۶ھ
۱۲ - مسند عبید اللہ بن موسیٰ م ۲۱۳ھ
۱۳ - مسند اسحٰق بن راہویہ م ۲۳۷ھ
۱۴ - مسند عبد بن حُمید م ۲۴۹ھ
۱۵ - مسند دارمی م ۲۰۵ھ
۱۶ - مسند ابو یعلی موصلی م ۳۰۷ھ
۱۷ - مسند ابن ابی اسامہ حارث بن محمد تمیمی م ۲۸۲ھ
۱۸ - مسند احمد بن عمرو شیبانی م ۲۸۷ھ
جس میں تقریباً پچاس ہزار احادیث ہیں ۔
۱۹ - مسند محمد بن یحییٰ عدنی م ۲۴۳ھ
۲۰ - مسند امام نسائی م ۳۰۳ھ
۲۱ - المسند الکبیر امام بخاری کی ،
۲۲ - مسند مسدد بن مسرہد م ۲۲۸ھ
۲۳ - مسند محمد بن مہدی م ۲۷۲ھ
۲۴ - مسند ابی بکر حمیدی مکی م ۲۱۹ھ
۲۵ - مسند مالک، امام نسائی کی ،
۲۶ - المسند الکبیر حسن بن سفیان م ۳۰۳ھ
۲۷ - المسند المعلل، ابوبکر بزار م ۲۹۲ھ
۲۸ - المسند الکبیر، یعقوب بن شیبہ بصری م ۲۶۲ھ
۲۹ - مسند علی بن مدینی م ۲۳۴ھ
۳۰ - مسند احمد بن حازم م ۲۷۶ھ
۳۱ - مصنف، عثمان بن ابی شیبہ کوفی م ۲۳۹ھ

۴۔ قرن رابع (چوتھی صدی ہجری)

اس صدی سے متاخرین کا عہد شروع ہو جاتا ہے یعنی تیسری صدی کے اختتام تک کا زمانہ، متقدمین کا عہد کہلاتا ہے۔

اس عہد کی مشہور و اہم مؤلفات :-

۱۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی م ۳۶۰ھ کی تینوں معاجم، المعجم الکبیر، المعجم الاوسط، المعجم الصغیر، ان میں سے اول تقریباً ۲۵ ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

۲۔ صحیح ابی حاتم محمد بن حبان م ۳۵۴ھ ۳۔ صحیح ابی عوانہ یعقوب بن اسحق م ۳۱۶ھ

۴۔ صحیح ابن خزیمہ محمد بن اسحق م ۳۱۱ھ ۵۔ صحیح المنتقیٰ، ابن السکن سعید بن عثمان م ۳۵۳ھ

۶۔ المنتقیٰ، قاسم بن اصبغ اندلسی م ۳۴۰ھ ۷۔ مصنف طحاوی م ۳۲۱ھ

۸۔ مسند ابن جمیع محمد بن احمد م ۴۰۲ھ ۹۔ مسند محمد بن اسحق م ۳۱۳ھ

۱۰۔ مسند خوارزمی م ۳۴۵ھ ۱۱۔ مسند ابن نصر رازی م ۳۸۵ھ

۱۲۔ مسند شاشی، ابو سعید ہیثم بن کلیب م ۳۳۵ھ

۱۳۔ مسند صفار، احمد بن عبید صفار م ۳۵۲ھ،

۱۴۔ مسند سنجزی، ابو اسحق دعلج م ۳۵۱ھ، ۱۵۔ مسند ماسرجسی ابو علی حسین بن محمد ماسرجسی م ۳۶۵ھ، ۱۶۔ مسند ابن شاہین ابو حفص عمر بن احمد بغدادی م ۳۸۵ھ، ۱۷۔ سنن دارقطنی ابو الحسن علی م ۳۸۵ھ، ۱۸۔ سنن النجاد ابو بکر احمد بن سلیمان م ۳۴۸ھ، ۱۹۔ سنن ابن عبید احمد ابن عبید صفار م ۳۵۲ھ، ۲۰۔ سنن ابن شاہین م ۳۸۵ھ، ۲۱۔ سنن ابن لال ابو بکر احمد بن علی م ۳۹۸ھ، ۲۲۔ سنن اللالکائی۔ ابو القاسم ھبۃ اللہ بن حسن م ۴۱۸ھ، ۲۳۔ امام بیہقی ابو بکر احمد بن حسین م ۴۵۸ھ کی "السنن الکبریٰ اور السنن الصغریٰ" خاص طور سے "سنن کبریٰ" اپنی ضخامت اور ترتیب و تہذیب کے اعتبار سے نہایت اہم شمار ہوتی ہے نیز اس کی اہمیت

کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ متونِ حدیث کے جمع و ترتیب کی مستقل تالیفات کے سلسلے کی یہ آخری اہم کاوش ہے۔

اس عہد میں تیسری صدی کی بعض مشہور مؤلفات حدیث پر تبعاً بھی مختلف انداز میں اہم و نمایاں کام کیا گیا مثلاً

۱۔ مستدرکات :-

الف :- مستدرک ابی الحسن علی بن عمر دارقطنی م ۳۸۵ھ جس میں انہوں نے صحیحین کی شرط کے مطابق ان احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے جو ان میں مذکور نہیں ہیں۔

ب :- مستدرک ابی عبداللہ حاکم م ۴۰۵ھ اس میں دارقطنی کے کام کے مقابلہ میں زیادتی ہے کہ صحیحین کی شرط سے باہر کی صحیح و غیر صحیح احادیث بھی اس میں مذکور ہیں۔

۲۔ مستخرجات :-

الف :- مستخرج ماسرجسی م ۳۶۵ھ و مستخرج اسماعیلی م ۳۷۱ھ مستخرج غطریفی م ۳۷۷ھ، مستخرج ابن ابی ذہل م ۳۷۸ھ (بر بخاری)

ب :- مستخرج ابی عوانہ م ۳۱۶ھ و مستخرج ابوجعفر حیرہ طوسی م ۳۱۱ھ، مستخرج ابی حامد ہروی م ۳۴۴ھ (بر مسلم)

ج :- مستخرج ابن اخرم م ۳۴۴ھ مستخرج برقانی م ۴۲۵ھ و مستخرج خلال م ۴۳۹ھ، مستخرج ابونعیم اصبہانی م ۴۳۰ھ (بر صحیحین)

۳۔ مختصرات :-

الف :- مختصر صحیح مسلم، حافظ ذکی الدین منذری م ۶۵۶ھ ؟

ب :- مختصر سنن کبریٰ (بیہقی)، ذہبی م ۷۴۸ھ کی۔

ج :- مختصر مسند امام احمد ابن ملقن سراج الدین عمر م ۸۰۵ھ کی۔

۴- مرتبات :-

الف :- ترتیب مسند شافعی از امیر سنجر م ۵۴۵ھ۔

ب :- الکواکب الدراری ترتیب مسند احمد علی ابواب البخاری، ابوالحسن بن زکوان م ۷۸۲ھ کی۔

ج :- الفتح الربانی ترتیب مسند الامام احمد الشیبانی، احمد بن عبدالرحمٰن معروف بہ ساعاتی کی،

د :- منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد، یہ بھی ساعاتی کی کاوش ہے۔ اختصار و ترتیب کا کام اصلاً متاخرین کے عہد میں ہوا ہے۔

۵- پانچویں صدی اور اس کے بعد :-

چوتھی صدی ہجری اور اس کے آخری شاہکار سنن بیہقی جس کا کسی قدر تعلق پانچویں صدی سے بھی ہے کہ بیہقی کی وفات ۴۵۸ھ میں ہے اس کے بعد آج تک متون حدیث کی تالیف کی بابت جو اہم کاوشیں سامنے آئی ہیں ان کا تعلق زیادہ تر گزشتہ عہد کی مؤلفات سے ہے بایں معنی کہ ان میں سابقہ کتب کی احادیث کو مختلف انداز پر ایک ہی کتاب میں جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے چنانچہ مؤلفات حدیث کی اقسام کے تحت مجامع کے عنوان سے اس انداز کی بعض کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

مثلاً بعض میں دو چار یا چند ہی اہم کتب کو جمع کیا گیا ہے

(الف) :- **صحیحین کے مجموعے** ۱- محمد بن عبداللہ جوزقی م ۳۸۸ھ ۲- اسماعیل بن احمد ابن فرات م ۴۱۴ھ ۳- محمد بن ابی نصر حمیدی اندلسی م ۴۸۸ھ ۴- حسین بن مسعود بغوی م ۵۱۶ھ ۵- عبدالحق اشبیلی م ۵۸۲ھ ۶- احمد بن محمد بن ابی حجۃ قرطبی م ۶۴۲ھ، نیز امام حسن بن محمد صاغانی م ۶۵۰ھ کی "مشارق الانوار" بھی صحیحین کی یکجا جامع ہے۔

(ب) صحاح ستہ کے مجموعے ۱۔ ابو الحسن احمد بن رزین م ۵۲۵ھ ابن خراط عبد الحق اشبیلی م ۵۸۲ھ ابن اثیر ابو السعادات مبارک بن محمد م ۶۰۶ھ، قطب الدین محمد بن علاء الدین مکی م ۹۹۰ھ ان حضرات نے صحاح ستہ کے مجموعے ترتیب دیئے ہیں جن میں سے ابن اثیر کا مجموعہ بنام جامع الاصول بہت معروف و متداول ہے اور اس کے بہت سے مختصرات بھی ہیں البتہ ابن رزین و ابن اثیر نے ابن ماجہ کے بجائے مؤطا کی روایات لی ہیں۔

(ج) عام کتب کے مجموعے :۔ (۱) جامع المسانید بالخص الاسانید ابن جوزی م ۵۹۷ھ کی جو صحیحین کے علاوہ، ترمذی و مسند امام احمد کی جامع ہے۔

(۲) جامع المسانید والسنن، ابن کثیر م ۷۷۴ھ کی جو صحاح ستہ کے ساتھ مسند احمد، مسند بزار و مسند ابو یعلی، اور طبرانی کی المعجم الکبیر کی جامع ہے یعنی کل دس کتابوں کی۔

(۳) مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ابو الحسن ہیثمی م ۸۰۷ھ کی جس میں مسانید احمد و بزاز و ابو یعلی اور طبرانی کی تینوں معاجم میں ذکر کردہ روایات جمع کی گئی ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔

(۴) جمع الفوائد محمد بن مغربی م ۱۰۹۴ھ کی جس میں جامع المسانید میں شامل کتب کے علاوہ سنن دارمی، مؤطا امام مالک اور طبرانی کی اوسط اور صغیر بھی شامل ہیں۔

(۵) مصابیح السنۃ امام بغوی م ۵۱۶ھ کی جو خطیب تبریزی (ایکے از علماء قرن ثامن) کے اضافہ کے بعد مشکوٰۃ المصابیح کہلاتی ہے اور علماء کے درمیان بہت متداول و معروف ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے

(۶) **جمع الجوامع**، امام سیوطی م ۹۱۱ھ کی، جس کا دوسرا نام "الجامع الکبیر" بھی ہے مجموعات کے سلسلہ کی آخری و نہایت اہم کڑی ہے اس لیے کہ اس میں انہوں نے بقول بعض ۵۰ کتب کی، اور بقول بعض تمام احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا تھا مگر اپنے منصوبہ کے مطابق وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔

کتاب کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک محض ارشادات نبویہ پر مشتمل ہے جس کی ترتیب کتب و ابواب حروف ہجاء کے مطابق ہے اور دوسرے حصے میں افعال پر مشتمل روایات ہیں خواہ محض افعال ہوں یا اقوال کے ساتھ ان کا ذکر ہو یا حدیث کے اسباب و مراجعت کا ذکر ہو، دوسرے حصہ کو صحابہ کی مسانید پر مرتب کیا ہے، قسم اول سے ہی انہوں نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" اور اس کے زوائد کا انتخاب کیا ہے، شیخ علی متقی ہندی م ۹۷۵ھ کی شہرۂ آفاق کتاب "کنز العمال" سیوطی کی "جمع الجوامع" کی ہی ترتیب ہے بلکہ جامع صغیر اور اس کی زیادات کی بھی، اس لیے کہ جامع صغیر و زیادات کی بہت سی مرویات ایسی بھی ہیں جو کہ "جمع الجوامع" میں نہیں ہیں، شیخ متقی نے پورے مجموعہ کو ابواب علمیہ و فقہیہ کے مطابق مرتب کیا ہے اور ترتیب حروف ہجاء کے اعتبار سے رکھی ہے، ادھر کتاب میں پہلے اقوال کو مختلف ابواب و فصول میں ذکر کیا ہے اور پھر افعال کو اسی انداز میں یہ کام انہوں نے مختلف مراحل میں اور مختلف صورتوں میں کیا آخر میں سب کو یکجا کر کے یکجائی نام کنز العمال تجویز کیا،

اس میں کل (۴۶۶۲۴) چھیالیس ہزار چھ سو بائیس روایات

ہیں اور سب لفظاً غیر مکرر ہیں، اور شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اتنی بڑی تعداد میں غیر مکرر روایات پر مشتمل کوئی دوسرا ذخیرہ کم از کم متداول و مطبوع تو نہیں ہے [1]

•••

---

[1] ان تفصیلات کی ترتیب میں ڈاکٹر مصطفےٰ اعظمی کی دراسات فی الحدیث النبوی یا صبحی صالح کی علوم الحدیث، عبدالعزیز خولی کی تاریخ فنون الحدیث اور الرسالۃ المستطرفۃ وغیرہ سے مدد لی گئی ہے۔

فصل سوم

مؤلفات ائمۂ اربعہ

ا۔ ائمۂ اربعہ کی تالیفات :۔

ائمۂ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالکؒ امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ کا مقام و عظمت خوب معلوم ہے پہلے بھی ان کا ذکر گذر چکا ہے، اللہ نے ان کو جو علمی جلالتِ قدر و عظمت عطا کی تھی اس کی وجہ سے ان کی طرف منسوب ان کی ہر علمی یادگار اپنی جگہ پر بڑی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ ان کے خصائص و امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ اسلامی علوم و فنون کے اولین مدونین میں یہ بھی شامل ہیں اور ان کی کاوشیں اپنے باب و موضوع پر یا اولیت رکھتی ہیں یا دوسری کاوشوں کے مقابلے میں اہمیت، علوم حدیث و متون حدیث سے متعلق ان کی طرف منسوب مؤلفات کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ دوسری مؤلفات کا معاملہ یہ ہے کہ امام صاحب کی تالیف "الفقہ الاکبر" کلام و عقائد کے سلسلہ کی اولین تالیف ہے جیسے کہ "العالم والمتعلم" آداب علم اور تعلیم و تعلم کے آداب کے باب میں اولیت رکھتی ہے، اسی طرح فقہ و اصول فقہ سے متعلق جو ان کی بعض مؤلفات منقول ہیں مثلاً "کتاب الرائی"، وغیرہ" امام مالک کی مؤلفات میں سے متعدد رسائل جو کہ بعض کلامی مباحث یا اصول فقہ سے تعلق رکھتے ہیں نیز ان کی تالیف "کتاب المناسک" جو ان کی سب سے ضخیم تالیف شمار ہوتی ہے، امام شافعی کی مؤلفات میں "الرسالہ"

تو معروف ہی ہے جو کہ اصول فقہ کی دستیاب و متداول کتابوں میں سب سے قدیم ہے اور فن کے اعتبار سے تو باعظمت ہے ہی نیز ان کی کتاب "کتاب الام" کا مقام بھی معلوم ہے، ان کی "اختلاف الحدیث" اپنے موضوع کی اولین کتاب ہے۔ امام احمد کی مؤلفات میں "الناسخ والمنسوخ" اور بعض دیگر چیزیں ہیں، تالیفات کی کثرت و تنوع کے اعتبار سے سب سے نمایاں مقام امام مالک کا ہے کہ ان کی خود اپنی مولفات چھوٹی بڑی متعدد اور مختلف موضوعات پر ہیں نیز ان کے اہل سلسلہ نے ان سے متعلق جو چیزیں جمع کی ہیں وہ بھی متعدد ضخیم و وسیع ترین، اور اپنی جگہ پر اہم ہیں اور ان مؤلفات سے الگ ہیں جن کا کسی اعتبار سے ان کی کتاب مؤطا سے تعلق ہے، مؤطا سے متعلق مختلف انداز کا کام کرنے والوں کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے، دوسری چیزوں میں سب سے اہم و معروف "المدونۃ الکبریٰ" ہے جو کہ کئی جلدوں میں ہے اس میں ان کے اقوال فقہیہ کو جمع کیا گیا ہے اس کے جامع عبدالرحمٰن بن قاسم م ۱۹۰ھ ہیں، محمد بن احمد معروف بابن الخلال م ۳۲۲ھ نے ان کی "احکام القرآن" جمع کی ہے[1]

۲۔ ائمۂ اربعہ کی مؤلفاتِ حدیث کی اہمیت

ائمہ اربعہ کی مرویات کے مجموعے جن کا تفصیلی ذکر و تعارف آگے آ رہا ہے ان کی کیا اہمیت ہے اس کا

---

[1] امام صاحب کی کتاب الرأی کا تذکرہ "ابن قدامہ دا ثارۃ الاصولیۃ" میں اور ابوالوفا افغانی کے مقدمہ اصول سرخسی میں ہے، امام مالک سے متعلق مؤلفات کا تفصیلی تذکرہ مقدمہ اوجز ص ۱۸ و ۱۹ میں ہے۔

اندازہ اس سے لگائیے کہ شیخ محمد بن جعفر کتانی م ۱۳۴۵ھ نے حدیث وعلوم حدیث سے متعلق مؤلفات کے مختصر تعارف و تذکروں پر مشتمل اپنی معروف کتاب "الرسالۃ المستطرفۃ" میں اولین مرحلہ میں صحاح ستہ کے تذکرے کے بعد، دوسری تمام کتب سے پہلے اہتمام کے ساتھ حضرات ائمہ اربعہ کی مؤلفات کا تعارف چھ صفحات میں پیش کیا ہے اور اس تعارف کو اس تصریح پر ختم کیا ہے کہ "یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں جو سابقہ چھ کتابوں کے ساتھ مل کر ان کتابوں کو دس تک پہونچاتی ہیں جو اسلام کی بنیاد کی... حیثیت رکھتی ہیں اور جن پر دین کا مدار ہے"[1] اس کی دلیل محدثین وعلماء امت کی صحاح ستہ کے ساتھ ان کتابوں کی طرف خصوصی توجہ اور ان سے متعلق تصنیفی کاوشیں ہیں جیسا کہ آگے آئے گا، ان کی اہمیت کی بناپر ہی بعض اہم تالیفی کاموں میں صحاح ستہ کے ساتھ ان کو بھی شامل کیا گیا ہے اور صحاح ستہ کی نسبت سے ان کو بھی اہمیت دی گئی ہے مثلاً ابو المحاسن محمد بن علی بن حسن بن حمزہ حسینی دمشقی م ۷۶۵ھ کی کتاب "التذکرۃ برجال العشرۃ" میں صحاح ستہ بشمول مؤطاء کے ساتھ باقی تینوں ائمہ کی مسانید کے رجال کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ نے اپنی کتاب "تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ" میں موطا اور تینوں مسانید کے ان رجال کے حالات جمع کیے ہیں جو صحاح ستہ سے زائد ہیں، ابن حجر کی ہی ایک کتاب ہے "اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ" جو کہ آٹھ جلدوں میں ہے، اس میں انہوں نے موطا مالک، مسند شافعی، مسند احمد اور دیگر بعض اہم ومعتمد متون کے اطراف کو جمع کیا ہے[2]

---

[1] الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۸ - [2] ایضاً ص ۱۳۸، ۱۷۰

اور اکابر ائمۂ فن و مؤلفین میں امام ابوحنیفہ و امام مالک کو ہی یہ امتیاز ہے کہ ان کی مؤلفات کے متعدد نسخوں کی روایت اس طور پر معروف رہی ہے کہ ہر نسخہ کو مستقل کتاب کی حیثیت سے ذکر کیا جاتا ہے بلکہ راوی کی تالیف سمجھا جاتا ہے [۱] جیساکہ آگے کتاب الآثار اور مؤطا امام مالک کے تعارف کے تحت آرہا ہے۔

۳۔ مؤلفات امام مالکؒ :۔

امام مالک م ۱۷۹ھ کی طرف منسوب متون حدیث پر مشتمل کتب متعدد ہیں ایک تو "مؤطا" جو کہ معروف ہے، دوسری "غرائب مالک" اور "غرائب" در اصل امام مالک کی خود اپنی تالیف نہیں ہے بلکہ اس میں ان کی روایات غریبہ کو جمع کیا گیا ہے اور یہ کام الگ الگ دو حضرات نے کیا ہے ایک محمد ابو اسحاق بن قاسم بن شعبان ۳۵۵ھ نے اور دوسرے دار قطنی م ۳۸۵ھ نے "امام مالک کی اپنی تالیف "موطا" ہے" تیسری "مسند تالیس بالموطا" عبد الرحمٰن جوہری مالکی م ۳۸۵ھ کی جیسے کہ متعدد حضرات نے مؤطا کی مرفوع روایات کو یکجا کر کے مجموعہ کو "مسند" کا نام دیا ہے۔ قاسم بن عساکر م ۶۰۰ھ نیز حاکم نیشاپوری وغیرہ نے "عوالی مالک" کی تالیف کی ہے [۲]

امام مالک، حدیث کے اولین مدونین میں شامل ہیں اور باعتبار تفصیل ان کو مدونین کے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کیا گیا ہے، اور "موطا" کے

---

[۱] قلائد الازھار ص ۲، [۲] مقدمہ اوجز ص ۱۸ و ۱۹، والرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۰ و ۱۵ تنویر الحوالک ص ۱۲ وغیرہ

انداز کی تالیف و تدوین کا اولین کام کرنے والے تو نہیں البتہ اولین کام کرنے والوں میں سے ضرور ہیں اس لیے کہ ان کے طبقہ کے متعدد افراد سے اسی انداز کا کام کرنا معروف و منقول ہے جیسے کہ ابن جریج، م ۱۵۰ھ سفیان ثوری م ۱۶۰ھ اوزاعی م ۱۵۷ھ وغیرہ

اور متعدد حضرات نے تصریح کی ہے ابواب فقہیہ کے مطابق ترتیب و تدوین کا اولین شرف امام ابو حنیفہ کو حاصل ہے جیسا کہ آگے آئے گا[1]

بہر حال امام مالک کی یہ علمی کاوش "موطا" مؤلِف اور مؤلَّف دونوں کے اعتبار سے بڑا مقام رکھتی ہے حتی کہ اس کو صحیحین کے ساتھ بلکہ ان پر مقدم و فائق شمار کیا جاتا رہا ہے۔

خود امام مالک سے منقول ہے کہ انہوں نے اس کی ترتیب اور تہذیب و تنقیح میں چالیس سال کا عرصہ لگایا یوں کہ اپنے ذخیرۂ احادیث جس کی تعداد ایک لاکھ ذکر کی گئی ہے، اس سے چند ہزار احادیث کو جن کی تعداد دس ہزار تک آئی ہے، انہوں نے ان کا اس کام کے لیے انتخاب کیا اور برابر تحقیق و تنقیح کا کام کرتے رہے حتی کہ "موطا" کے مروی معروف نسخوں میں جو روایات ہیں وہ ایک ہزار کے قریب رہ گئیں[2]

تالیف کی وجہ حدیث کی تالیف و تدوین کی ضرورت و اہمیت اور مختلف لوگوں کا حدیث کی تدوین و تالیف سے دلچسپی لینا اور امام کا ان کے کام کو نہ پسند کرنا بھی منقول ہے اور یہ بھی کہ عباسی خلیفۂ دوم، ابو جعفر منصور م ۱۵۸ھ نے امام مالک سے گذارش و اصرار کیا

---

[1] الرسالۃ المستطرفۃ ۹، وغیرہ [2] تنویر الحوالک ص ۶۔

کہ سنن میں ایک مناسب کتاب تالیف کریں جس میں جو کچھ ذکر کریں اعتدال اور عام صحابہ کے تعامل کا لحاظ رکھیں [۱] جیسے کہ انھوں نے جو نام تجویز کیا "موطا" اس کی بابت یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ابوجعفر منصور کی ذکر کردہ چیزوں وغیرہ کی رعایت کی بنا پر چونکہ انہوں نے اپنی کتاب پر لوگوں کے عمل اور اعتبار داعتماد کی راہ ہموار کی اس لیے یہ نام تجویز کیا اور یہ بھی آیا کہ امام مالک نے اس مجموعہ کو تیار کرنے کے بعد مدینہ منورہ کے ستر علماء کے سامنے اس کو پیش کیا تو سب نے اس تالیف اور اس کی مرویات کی بابت ان کی تائید و موافقت کی اس لیے یہ نام تجویز کیا گیا، اور یہ لفظ مذکور دونوں مناسبتوں کی گنجائش رکھتا ہے [۲]

یوں تو امام مالک سے "موطا" کے سننے اور پڑھنے والے بہت ہوئے ہیں بعض حضرات نے ان کی تعداد بھی شمار کرائی ہو اور ہزار سے اوپر کئی سو تک ذکر کی ہے جن میں وقت کے اکابر محدثین اور ائمہ فن و ائمہ فقہ ہوئے ہیں مثلاً امام شافعی، امام محمد، وغیرہ، حتی کہ خلفاء وقت نے بھی اس کو ان سے سنا یعنی مہدی و ہادی و ہارون رشید اور مامون و امین وغیرہ نے خطیب بغدادی اور قاضی عیاض مالکی م ۵۴۴ھ دونوں نے امام مالک سے موطا کی روایت کرنے والوں و سننے والوں کے اسماء پر مشتمل مستقل کتابیں تالیف کی ہیں [۳]

---

[۱] اوجز المسالک ص ۲۰ السنۃ و مکانتھا ص ۴۳۱ [۲] تنویر الحوالک وغیرہ، [۳] تنویر الحوالک ص ۱۰، وغیر ذالک،

رہے وہ لوگ جن کی روایت کے واسطے سے "موطا" کتاب دور دور تک پہونچی ہے اور مؤطا کے نسخے تو ان کی تعداد تیس سے زائد ہی ذکر کی گئی ہے [۱]۔

اور معروف نسخے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے عہد میں سولہ ذکر کیے ہیں [۲]

اور ہر عہد میں اسی انداز میں نسخے معروف رہے ہیں، اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یہ امام مالک کا امتیاز ہے۔ ان سولہ میں سے بارہ نسخے وہ ہیں جن کو ابو القاسم غافقی م ۳۸۵ھ نے تنقیح و تہذیب کے بعد یکجا کیا ہے، ہے، اور انھیں بارہ نسخوں و روایتوں کو ابن عبد البر نے اپنی شرح مؤطا میں سامنے رکھا ہے جیسے کہ سیوطی نے مزید دو کو شامل کر لیا ہے [۳]۔ موطا کے نسخوں میں باہم تقدیم و تاخیر اور کمی و بیشی کا بھی کافی اختلاف ہے اور بعض کا قول ہے کہ گیارہ معروف نسخے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں جن میں سے عام طور سے چار کا رواج رہا ہے، موطا یحیی بن یحیی اندلسی، موطا یحیی ابن بکیر نیشاپوری، موطا ابی مصعب اور موطا ابن ابی وہب، ان میں سے بھی بعد میں صرف پہلے دو رہ گئے، پہلا اول نمبر پر اور پھر دوسرا ہے [۴] امام محمد کے نسخہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے شمار کرایا ہے اور سیوطی نے اپنی شرح میں لیا ہے اگرچہ غافقی نے اس کو نہیں لیا ہے ان نسخوں میں سے عبداللہ بن مسلم قعنبی کا نسخہ سب سے ضخیم ہے جیسے کہ ابی مصعب کے نسخے کو بھی امتیاز حاصل ہے حتی کہ سو کے قریب

---

[۱] مصفی ص ۷، [۲] التعلیق الممجد ص ۱۸ تا ۲۰، [۳] اوجز المسالک ص ۲۲ وتنویر الحوالک ص ۹ و ۱۰ [۴] تاریخ فنون الحدیث ص ۲۵۔

روایات دوسروں سے زائد ذکر کی گئی ہیں اور مشہور و متداول نسخے دو رہے ہیں ایک یحیی بن یحیی اندلسی کا جو اتنا معروف ہے کہ "موطأ مالک" کا مصداق اب اسی کو قرار دیا جاتا ہے دوسرا امام محمد کا جو کہ "موطا امام محمد" کے نام سے معروف ہے [۱] اور عموماً علماء نے انہیں دونوں نسخوں کی خدمت کی ہے مگر باوجود اپنے اہم خصائص کے صحاح ستہ میں ان دونوں کے نسخوں و روایتوں کو نہیں لیا گیا ہے، بلکہ، امام احمد نے عبد الرحمٰن بن مہدی، امام بخاری نے عبد اللہ بن یوسف تینسی امام مسلم نے یحیی بن یحیی ابن بکیر نیشاپوری، ابو داؤد نے عبد اللہ بن مسلم قعبنی اور نسائی نے قتیبہ بن سعید کی روایات لی ہیں [۲]

موطا کے مقام و مرتبہ کی بابت ذکر کیا جا چکا ہے کہ مؤلف اور کتاب دونوں کی رو سے اس کو اہمیت حاصل ہے کہ [۱] موطا میں بہت سی "ثنائیات" یعنی ایسی روایات ہیں جو امام مالک نے دو واسطوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں [۲] بکثرت روایات اصح الاسانید کا مصداق قرار پانے والی بعض اسانید سے مروی ہیں [۳] [۳] اگرچہ موطا میں مرفوع و موقوف نیز مسند و متصل اور مرسل وغیرہ ہر قسم کی روایات ہیں مگر پھر بھی اس کی جملہ روایات سب کے نزدیک معتمد ہیں اس لیے کہ سب متصلاً ثابت ہیں۔ یا ان کے شواہد و متابعات موجود ہیں موضوع کوئی روایت نہیں ہے اور بظاہر شدید ضعف والی روایات بھی توابع و شواہد کی بنا پر لائق اعتبار و عمل ہیں [۴]، حتی کہ امام مالک

---

[۱] تاریخ المذاہب الاسلامیۃ ج ۲ ص ۲۲۲ [۲] اوجز المسالک ص ۱۸ و ۲۷ [۳] ایضا ص ۱۷، [۴] تنویر الحوالک ص ۸، السنۃ ومکانتہا ص ۳۳۴ اوجز المسالک ص ۲۸ التعلیق الممجد ص ۱۴

بکثرت "بلغنی" کے لفظ کے ساتھ جو چیزیں نقل کرتے ہیں (جن میں وہ یہ نہیں ذکر کیا کرتے کہ ان سے کس شخص نے بیان کیا ان کی اس قسم کی مرویات کو "بلاغات" کہتے ہیں۔ ان کی اتباع میں امام محمد نے بھی اس انداز پر کچھ چیزیں نقل کی ہیں، اور منقول ہے کہ امام مالک نے اس لفظ سے دراصل ان چیزوں کو نقل کیا ہے جن کو کسی سے سنا نہیں ہے بلکہ دوسروں کی مؤلفات میں دیکھ کر نقل کیا ہے [۱]) امام مالک کی اس قسم کی روایتوں کا بھی اتصال ثابت ہے جیسے کہ صریح مرسل و منقطع وغیرہ کا ثابت ہے، اسی قسم کی بہت سی وجوہ نیز اولیت تالیف اور عظمت مؤلف کی وجہ سے عام طور سے مالکیہ تو اس کو صحیحین پر بھی فائق مانتے ہیں، امام شافعی سے بھی تمام کتب پر اس کا تفوق منقول ہے اگرچہ اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس وقت تک صحیحین کی تالیف کی نوبت نہیں آئی تھی، بعض حضرات اس کو صحیحین کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہی خیال ہے کہ انہوں نے مؤلفات حدیث کے طبقۂ اولیٰ میں اس کو صحیحین کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے [۲] لیکن عام طور سے محدثین اس کو صحیحین کے بعد کا مقام دیتے ہیں اور صحاح ستہ سے فروتر بہر حال نہیں قرار دیتے [۳]

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ مؤطا کے نسخوں میں تقدیم و تاخیر اور کمی و بیشی کا بہت اختلاف ہے، ویسے اکثر میں کتاب الصلاۃ کے بعد جنائز پھر

---

[۱] مصفی ص ۱۰، اوجز ص ۲۸ [۲] اوجز المسالک ص ۲، نیز ملاحظہ ہو مسوی و مصفی کے مقدمات و حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۳۲ و ۱۳۳ [۳] السنۃ و مکانتہا ص ۴۳۲۔

زکاۃ پھر صیام کا ذکر ہے اس کے بعد تمام نسخے حج کے ابواب تک متفق ہیں اور اس کے بعد مختلف ہیں [1] اسی وجہ سے تعداد روایات میں کافی اختلاف ہے حتی کہ دارقطنی اور ابوالولید باجی نے "اختلاف الموطات" کے نام سے کتابیں لکھی ہیں غافقی نے بارہ سو روایات کی سانید کو جمع کیا ہے ان کی تعداد کل ۶۶۶ ہے جن میں سے ۹۰ کے متعلق اختلاف ہے کہ بعض نسخوں میں ہیں بعض میں نہیں اور باقی متفق علیہ ہیں اور ان میں سے ۲۷ مرسل اور ۱۵ موقوف ہیں [2]

اور یحیی اندلسی کے نسخہ میں کل ۱۷۲۰ روایات ہیں جن میں سے چھ سو مرفوع متصل ہیں اور دو سو بائیس مرسل، ۶۱۳ موقوف، اور ۲۸۵ مقطوع ہیں [3]

اور امام محمد کے نسخے میں کل ۱۱۸۰ روایات ہیں جن میں سے ۱۰۰۵ امام مالک کی ہیں اور باقی دوسروں سے جن میں سے ۱۷۱ امام صاحب سے مروی ہیں ۱۳ براہ راست اور چار امام ابویوسف کے واسطے سے، امام محمد کی زائد روایات میں ۵۰ کے قریب مرفوع اور باقی موقوف و مقطوع ہیں اور امام مالک کی ۱۰۰۵ میں سے چار سو کے لگ بھگ مرفوع ہیں [4]

بہت سے مالکیہ نے امام مالک کی مسند روایات کو موطا سے الگ کر کے جمع کیا ہے، خطیب نے "اطراف المؤطا" لکھی ہے، ابن عبدالبر کی کتاب التقصی فی مسند حدیث المؤطا ومرسلہ" ہے، حازم بن محمد بن حازم کی "السافر عن آثار المؤطا" ہے، ابوالحسن اشبیلی م ۶۱۰ھ کی "المدارک فی مقطوع

---

[1] التعلیق الممجد ص ۲۱ [2] تنویر ص ۹، تاریخ فنون الحدیث ص ۲۳، شمار موجود ہے۔

[3] ایضا۔ [4] التعلیق الممجد، ص ۳۶ تا ۴۰

تاریخ فنون الحدیث ص ۲۳،

حدیث مالک" ہے، اس کی اسانید سے متعلق ابو محمد بن یربوع کی "تاج الحلیۃ" اور سیوطی کی " اسعاف المبطا برجال المؤطا" ہے، جیسے کہ مولانا ادریس صاحب نگرامی ندوی کی " القول المسدد فی رواۃ موطا الامام محمد" ہے خطابی م ۳۸۸ھ ابوالولید باجی مالکی م ۴۹۴ھ وغیرہ نے اس کے مختصرات تالیف کیے ہیں، بعض حضرات نے مؤطا کے کلمات غریبہ سے متعلق مستقل کتابوں کی تالیف کی ہے۔

ابن عبدالبر اور سیوطی کی شروح کا ذکر گذر چکا ہے دونوں نے دو دو شرحیں لکھی ہیں ایک مختصر اور ایک مبسوط، ابن عبدالبر کی مبسوط "التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید" اور مختصر "الاستذکار فی شرح مذاہب علماء الامصار" ہے اور سیوطی کی مبسوط "کشف المغطا" اور مختصر "تنویر الحوالک" ہے، ان دو کے علاوہ خطابی، ابو الولید باجی، ابوبکر بن عربی م ۵۴۳ھ اور ہندی علماء میں سے شاہ ولی اللہ دہلوی نے دو شروح لکھی ہیں، ایک مختصر عربی میں بنام "المسوّیٰ" جس میں عموماً مذاہب اور مختصراً بعض ضروری چیزوں کا بیان ہے اور دوسری مبسوط فارسی میں بنام "مصفّیٰ" جس میں مسائل کی تفصیل زیادہ ہے، نیز سلام اللہ دہلوی م ۱۲۲۹ھ (از اولاد شیخ عبدالحق دہلوی) نے بنام "المحلّیٰ باسرار المؤطا" اور ماضی قریب میں مولانا زکریا صاحب کاندھلوی م ۱۴۰۲ھ نے نہایت مبسوط شرح بنام "اوجز المسالک" لکھی ہے، یہ شروح یحییٰ اندلسی وغیرہ کی روایات سے متعلق ہیں اور مؤطا امام محمد کی ملا علی قاری حنفی م ۱۰۱۴ھ، علامہ ابراہیم معروف بہ بیری زادہ حنفی م ۱۰۹۹ھ عثمان ابن یعقوب کرخی (دیکھیے ازافراد قرن دوازدہم)، اور اخیر میں مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی م ۱۳۰۴ھ نے شرح لکھی ہیں اور مولانا عبدالحیؒ صاحب

نے بچند وجوہ امام محمد کے نسخے کو ترجیح دی ہے، اگرچہ یحیٰ کا نسخہ اتنا معروف ہے کہ "مؤطا مالک" کے کہنے سے اب وہی مراد لیا جاتا ہے، ان وجوہ میں سے بعض یہ ہیں کہ امام محمد نے پوری مؤطا امام مالک سے سنی ہے اور تین سال ان کے ساتھ رہے ہیں اور کتاب میں کوئی باب روایات وآثار سے خالی نہیں رکھا ہے جب کہ یحیٰ نے بالکل اخیر میں سنا ہے حتی کہ اعتکاف کے تین ابواب بالواسطہ سنے ہیں حالانکہ دوسروں نے اس اخیر میں سننے کو ہی وجہ ترجیح قرار دیا ہے [1] اور اس نسخہ کے معروف ہونے کی وجہ اندلس میں یحیٰ کا عروج وشہرت وغیرہ کو قرار دیا گیا ہے، یحیٰ نے اپنے نسخہ میں مسائل ومجتہدات کو بھی لیا ہے۔

امام محمد کے نسخہ کے امتیاز کی وجوہ میں غیر امام مالک سے بعض روایات کی نقل اور احناف کی نسبت سے احناف کی مؤید روایات کی نقل بھی ہے [2]

مؤلفات امام شافعی

حدیث وعلوم حدیث سے متعلق امام شافعی کی مؤلفات چار ہیں۔ (الف) اختلاف الحدیث (ب) فضائل القرآن (ج) مسند الشافعی (د) سنن الشافعی، ان میں سے اول دو ان کی اپنی مرتب کردہ ہیں اور باقی دو ان کی اپنی مرتب

---

[1] اوجز المسالک ص ۷، [2] التعلیق المجد ص ۳۵، مؤطا مالک سے متعلق مذکورہ معلومات کے حسب موقع حوالہ جات دیدیئے ہیں یہ معلومات مقدمہ تنویر الحوالک مقدمہ اوجز، مقدمہ التعلیق المجد، مقدمہ مصفی، تاریخ المذاہب الاسلامیہ ج دوم، تاریخ فنون الحدیث، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، الرسالۃ المستطرفۃ، سے ماخوذ ہیں، تفصیلات کے لیے بالخصوص مؤطا کی شروح مذکورہ کے مقدمات کی طرف رجوع کیا جائے

کردہ نہیں ہیں بلکہ ان میں ان کی ان مرویات کو جو انہوں نے کتاب الام وغیرہ دیگر کتابوں میں ذکر کی ہیں جمع کیا گیا ہے۔ ان میں سے مسند شافعی زیادہ معروف ہے۔

"سنن شافعی" کے مرتّب امام شافعی کے تلمیذ خاص اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی م ۲۶۴ھ کے بھانجے امام طحاوی ہیں اس میں انہوں نے مزنی کے واسطے سے امام شافعی کی جو مرویات حاصل کی ہیں ان کو جمع کیا ہے

"مسند شافعی" امام شافعی کے تلمیذ مصاحب خاص اور ان کی کتب و مذہب کے ناقل ربیع بن سلیمان مرادی مصری م ۲۷۰ھ کے واسطے سے منقول ان کی مرویات پر مشتمل ہے، جس کو ربیع سے ان کے شاگرد ابو العباس محمد بن یعقوب اصم اموی نیشاپوری م ۳۴۶ھ نے حاصل کیا اور پھر ان سے سن کر ان کے آخری شاگرد ابو عمرو محمد بن جعفر مطری نیشاپوری م ۳۶۰ھ نے ان مرویات کو کتاب کی صورت میں جمع کر دیا۔ "مسند شافعی" میں ساری مرویات ربیع کی امام شافعی سے براہ راست سنی ہوئی ہیں بجز چار کے جن کو ربیع نے بویطی کے واسطے سے امام شافعی سے حاصل کیا ہے، ابو عمرو جامع مسند نے ان کو بھی مجموعہ میں شامل کر دیا ہے۔

"مسند شافعی" کی کل روایات تکرار کے ساتھ ۱۱۹۰ ہیں اور بغیر تکرار کے ۹۴۰ جن میں سے ۸۲۰ مسند مرفوع ہیں اور ۱۲۰ مرسل، و منقطع و معضل وغیرہ،

یہ گذر چکا ہے کہ "التذکرۃ برجال العشرۃ" اور "تعجیل المنفعۃ" میں مسند شافعی کے رجال پر بھی کلام ہے جیسے کہ "اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ" میں اس کے اطراف کو بھی جمع کیا گیا ہے۔[1]

---

[1] تدریب الراوی مع حاشیۃ ج ۱ ص ۱۷۵، السنۃ ومکانتہا ص ۴۴۰، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۷، ۵۰ و ۱۳۰

۵- مؤلفات امام احمد :- حدیث سے متعلق امام احمد کی مؤلفات تین ہیں (الف) کتاب الزہد، (ب) الناسخ والمنسوخ (ج) مسند احمد، یہ تینوں ہی ان کی تالیف ہیں۔

امام احمد کا مقام فقہ وحدیث میں معروف ہے اس نسبت سے نیز کتاب کی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے بھی "مسند احمد" معروف ومتداول متون حدیث میں سے ہے نیز متون حدیث کی وسیع ترین جو مؤلفات دستیاب ہیں ان میں سے ہے اس لیے کہ اس میں جس تعداد میں غیر مکرر روایات ہیں "صحاح ستہ" کا مجموعہ اس مقدار وتعداد کو نہیں پہونچتا۔

"مسند احمد" کی تالیف کی نوعیت یہ ہے کہ امام احمد نے اس میں جو ذخیرہ جمع کیا ہے اس پر اپنے دورِروایت کے آغاز سے اخیر تک برابر کام کرتے رہے اور اپنے دس لاکھ یا ساڑھے سات لاکھ کے ذخیرۂ احادیث سے اس مجموعے کے لیے روایات کا انتخاب دکاٹ چھانٹ کرتے رہے، البتہ انہوں نے اصلاً صرف احادیث کو جمع کرنے پر توجہ دی لیکن مرتب ومبوب کرنے پر نہیں اور دوسروں کے سامنے اپنی آخری عمر میں جب کہ اپنے وقت موعود کو قریب سمجھا تو پیش کیا، یوں تو اپنے صاحبزادگان اور خواص تلامذہ کو اپنے منتشر مجموعے کا املا کرایا اور املا کرانے کے بعد تنقیح وتہذیب سے پہلے وفات فرما گئے، اس لیے اس مجموعے کی ترتیب وتہذیب کا کام ان کے صاحبزادے عبداللہ

م ۲۹۰ھ نے کیا ہے، جنھوں نے ترتیب میں اس میں کچھ معمولی اضافے بھی کیے ہیں جیسے کہ ابو بکر قطیعی نے کچھ اضافے کیے ہیں یہ ابو بکر "مسند احمد" کے عبد اللہ بن احمد سے راوی ہیں، پورا نام ابو بکر احمد بن جعفر بغدادی قطیعی م ۳۶۸ھ ہے مگر یہ اضافے اصل مجموعے کی نسبت سے معمولی ہیں اسی وجہ سے "مسند" کی نسبت امام احمد کی طرف ہی ہوتی رہی ہے [1] نیز یہ کہ یہ اضافے اس لیے بھی اہم نہیں ہیں کہ ان کا بڑا حصہ دراصل امام احمد سے ہی مروی و منقول ہے کچھ ان کی تحریروں میں، کچھ دوسرے تلامذہ کے واسطے سے عبد اللہ و ابو بکر نے لیا ہے اور کچھ کی امام صاحب پر قرأت کی گئی ہے۔ اور ایسی روایات جو امام احمد سے مروی نہیں اور مسند میں شامل ہیں مجموعی طور پر کم ہیں اگرچہ عبد اللہ کے اضافہ کردہ حصے میں اکثر یہی ہیں [2]

جیسا کہ معروف ہے اور پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے "مسند احمد" میں کل چالیس ہزار کے قریب روایات ہیں اور مکررات کے حذف کے بعد کل تیس ہزار ہوتی ہیں یہ بہت بڑا ذخیرہ ہے اتنی بڑی تعداد میں نہ ائمہ ثلاثہ کا محفوظ ذخیرہ مروی ہے نہ اصحاب صحاح ستہ اور بہت سے مؤلفین کا۔

کتب حدیث کی اقسام کے ضمن میں آپ "مسند" کی تعریف پڑھ چکے ہیں کہ "مسند" میں انداز ترتیب یہ ہوتا ہے کہ ایک ایک صحابی کو لے کر اس کی مرویات یکجا کر دی جاتی ہیں اور حروف ہجاء کے اعتبار سے اور بعض دوسری چیزوں کے پیش نظر ترتیب قائم کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس انداز کی کتابوں سے استفادہ آسان نہیں ہوتا الّا یہ کہ جس روایت کی تلاش ہو اس کے راوی کا علم ہو اور عموماً موضوع و مسائل کے اعتبار سے

---

[1] تاریخ المذاہب الاسلامیہ ج ۲ ص ۳۴۲ و ۳۵۲ [2] الفتح الربانی ج ۱ ص ۱۹ و ۲۰۔

احادیث کے علم و تحقیق کی ضرورت ہوئی "مسند احمد" کا معاملہ بھی یہی رہا، پھر "مسند احمد" کے ساتھ ایک زحمت یہ بھی ہے کہ امام احمد نے تمام صحابہ کی ایک ترتیب نہیں قائم کی ہے کہ ہر صحابی کا ذکر بس ایک جگہ آجائے اور وہیں اس کی مرویات مل جائیں بلکہ ان میں ایمان میں سبقت اور ہجرت وغیرہ امور کو پیش نظر رکھ کر الگ الگ کئی کئی ترتیبیں قائم کی ہیں اسی لیے ایک صحابی کی روایات کتاب میں متعدد مواقع پر آئی ہیں [1] علماء نے "مسند احمد" کی جہاں دوسرے انداز پر خدمت کی ہے، اس سے استفادہ کی راہ کو آسان بنانے کی بھی گرانقدر کاوشیں کی ہیں اور اس سلسلہ میں دو قسم کے کام کیے ہیں ایک تو یہ کہ صحابہ کی حروف تہجی کے اعتبار سے یکجائی فہرست مرتب کی گئی ہے یوں کہ اس فہرست میں ہر صحابی کا نام ایک جگہ رکھا گیا ہے اور ہر صحابی کے نام کے سامنے مسند کے جن جن اجزاء میں اور جن صفحات پر اس کی مرویات مذکور ہیں ان کو ذکر کر دیا گیا ہے یہ کام مشہور شامی عالم شیخ ناصر الدین البانی نے کیا ہے [2] دوسرا کام یہ کیا گیا ہے کہ مسند کی تمام مرویات کو دوسری ان کتب حدیث کے مطابق مرتب کیا گیا ہے جن میں موضوعات اور ابواب فقہیہ کی رعایت ہوتی ہے۔ یہ کام متعدد حضرات نے کیا ہے، جیسے کہ بعض نے صحابہ یا روایات کو بنیاد بنا کر حروف ہجاء کے اعتبار سے اس کو مرتب کیا ہے [3] ابواب کے اعتبار سے مرتب کرنے والوں میں ماضی قریب کے معروف مصری عالم احمد بن عبد الرحمٰن بن محمد البنا معروف بساعاتی

---

[1] تاریخ المذاہب ص ۳۲۵ و ۳۲۶ [2] اصول التخریج ص ۴۳ [3] الرسالة المستطرفة ص ۱۸، والفتح الربانی ج ۱ ص ۲۰

م ہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی ترتیب کے لیے "الفتح الربانی" کا نام تجویز کیا ہے، اور ان کا مرتب کردہ نسخہ مع ان کی تحریر کردہ شرح مسند بنام "بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی" آج کل معروف و متداول ہے۔ اس ترتیب میں مسند کو حذف کر دیا گیا ہے مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے الا یہ کہ کوئی مفید چیز اس میں ہو تو اسے بین القوسین لے لیا گیا اور لمبی بات ہو تو پوری روایت لے لی گئی ہے اور کہیں کہیں روایات کو مکرر بھی لایا گیا ہے جیسے کہ اگر ایک مختصر روایت مختلف ابواب سے تعلق رکھے یا مختلف صحابہ سے ہو تو متعدد جگہ لائی گئی ہے اور لمبی روایت ایک جگہ پوری لاکر پھر حسب موقع اجزا لائے گئے ہیں اور پوری کتاب و مجموعہ کو سات اقسام پر منقسم کیا گیا ہے۔ اور ہر قسم کو چند انواع پر اور عموماً متعدد کتب پر تقسیم کیا گیا ہے قسم اول بابت توحید و اصول دین قسم دوم بابت فقہ جو چار انواع پر اور ہر نوع متعدد کتب پر منقسم ہے۔ قسم سوم بابت تفسیر، قسم چہارم بابت ترغیب، قسم پنجم بابت ترہیب، قسم ششم بابت تاریخ۔ قسم ہفتم احوال آخرت۔ قسم ششم کو بھی مختلف حصّوں و کتب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور شرح میں حدیث کی پوری اسناد اور حدیث کی حیثیت دوسرے ماخذ اور حسب موقع مذاہب صحابہ و مجتہدین کا ذکر اور ہر حدیث کا مناسب و ضروری حد تک حل ہے [1]

امام احمد کا مقام معلوم ہے اور ان کی محنت بھی ذکر کردہ گئی ہے اس لیے کتاب کی قدر و قیمت ظاہر ہے محدثین نے اس کو بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھا ہے بالخصوص اس وجہ سے کہ امام احمد کا کہنا ہے کہ اس میں جو

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ الفتح الربانی و بلوغ الامانی ج اول ص ۲۰۔

کچھ ہے حجت ہے، اگرچہ بعض کے علاوہ عموماً محدثین نے اس کو صحیحین و مؤطا وغیرہ کا ہم پلہ نہیں قرار دیا ہے جیسے کہ ابن جوزی و عراقی وغیرہ کی اس رائے کو عموماً محققین نے نہیں تسلیم کیا ہے کہ اس میں موضوعات بھی ہیں جیسا کہ انہوں نے نشان دہی کی ہے اگرچہ اسکو تسلیم کیا ہے کہ اس میں بہت سی ضعیف روایات بھی ہیں مگر ان کا ضعف ضعف محض نہیں ہے بقول بعض اس کی صحیحین سے زائد روایات سنن اربعہ کی زوائد سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں اور اس کی ضعیف روایات بھی متاخرین کی تصحیح کردہ روایات سے فائق ہیں یہ بھی تصریح کی گئی ہے کہ حسان روایات کو عام طور سے اس میں جمع کر لیا گیا ہے البتہ غرائب کا تھوڑا بہت حصہ لیا گیا ہے جو کہ معروف ہے اور اکثر حصہ چھوڑ دیا گیا ہے جو کہ سنن اربعہ معاجم طبرانی اور ابو یعلی و بزار کے مسانید وغیرہ میں ہے [1] ابن حجر نے تین چار روایات کی نسبت سے بے اصل ہونا تسلیم کیا ہے اور علامہ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ امام احمد کی اپنی ذکر کردہ روایات وضع کے عیب سے خالی ہیں، ان کے صاحبزادے وابوبکر کے اضافوں میں ضرور اس انداز کی چیزیں ہو سکتی ہیں یا ہیں جن کو غلط فہمی کی وجہ سے "اصل مسند احمد" کی روایات سمجھ لیا جاتا ہے [2]

بعض حضرات نے اس کے مختصرات بھی تیار کیے ہیں جیسے محمد بن احمد شماع حلبی م ۹۳۶ھ، عمر بن علی شافعی معروف بابن ملقن م ۸۰۵ھ اور شرح کرنے والوں میں ابو الحسن بن عبد الہادی سندھی ہندی حنفی م ۱۱۲۹ھ بھی ہیں، جیسے کہ رجال پر کلام "التذکرۃ" اور "تعجیل المنفعۃ" میں ہے، ابن حجر نے دو جلدوں میں مسند احمد کے اطراف کو مستقلاً جمع کیا ہے جیسے کہ مسند

---

[1] بلوغ الامانی ج ۱ ص ۲۰ [2] الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۸ او تاریخ فنون الحدیث ص ۳۵

کی بعض احادیث کی بابت بعض کا جو وضع کا قول ہے اس کی تردید اور مسند کی حیثیت کی وضاحت کے لیے مستقل ایک کتاب بنام "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" لکھی ہے۔ مسند احمدؒ کے زوائد بھی بہت سے لکھے گئے ہیں ایک خود امام احمد کے خلف الرشید عبداللہ کی تالیف ہے، اور "غایۃ المقصد فی زوائد المسند" حافظ نورالدین علی ابن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی شافعی م ۸۰۷ھ کی ہے جیسے کہ مسند کی روایات کو انہوں نے اپنے مجموعہ "مجمع الزوائد" میں لیا ہے، اور عماد الدین اسماعیل بن عمر شافعی دمشقی معروف با بن کثیر م ۷۷۴ھ نے اپنی کتاب "جامع المسانید والسنن" میں شامل کیا ہے، امام احمد کی ثلاثیات جن کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے ان کو مستقل کتاب میں جمع کیا گیا ہے جس کی محمد بن احمد نابلسی حنبلی م ۱۱۸۸ھ نے شرح لکھی ہے بنام "الصدار المکمن" جو کہ دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے امام احمد کی سب سے عالی روایات ثلاثیات ہیں۔

فہارس احادیث کی معروف کتاب "مفتاح کنوز السنۃ" میں نیز نئی کتاب "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی" میں شامل کتابوں میں "مسند احمد" بھی شامل ہے اول میں باعتبار موضوع فہرست مرتب کی گئی ہے اور دوم میں باعتبار کلمات حدیث [1]

---

[1] الرسالۃ المستطرفۃ، اصول التخریج، مزید معلومات کے لیے تاریخ فنون الحدیث ص ۴۳ و ۴۵، السنۃ ومکانتہا ص ۴۴۲ تا ۴۴۴، تاریخ المذاہب دوم ص ۴۳۳ تا ۲۲۸ ومقدمات الفتح الربانی وبلوغ الامانی ملاحظہ ہوں۔

فصل چہارم

امام ابو حنیفہ کی مرویات کے مجموعے

اور

مؤلّفات علماء احناف

امام ابو حنیفہ کی مرویات کے مجموعے

ائمہ میں امام صاحب اور ان کی فقہ کو ہر عہد میں بہت سے لوگ احادیث کی نسبت سے تہی دامن سمجھتے رہے ہیں مگر اس کی کیا حقیقت ہے اس کی کسی قدر وضاحت گذر چکی ہے اور کچھ آگے آنے والی ہے، بلکہ اس مزعومہ باطل کے بالمقابل[1] امام صاحب کو بعض ایسے امتیازات حاصل ہیں جن میں مؤلفین حدیث میں سے کوئی بڑے سے بڑا اصاحب فن ان کا شریک وسہیم نہیں ہے جن کو آئندہ اوراق میں ذکر کیا جائے گا۔ جہاں تک سوال ہے ان کی مرویات کے مجموعے کا تو شیخ محمد امین اورکزئی کی تحقیق وتفصیل کے مطابق (جنھوں نے امام صاحب کی مرویات کے جمع وتدوین کی بابت تقریبًا دو سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب "مسانید الامام ابی حنیفہ" کے نام سے لکھی ہے) ایسے مجموعے چار قسم کے ہیں (الف) کتاب الآثار (ب) مسند امام ابی حنیفہ

---

[1] اسی مزعومۂ باطل کے رد کے لیے احناف کے علاوہ دیگر مذاہب کے اکابر واہل تحقیق اسپر مجبور ہوئے کہ امام صاحب کے حالات میں مبسوط وگرانقدر کتابیں تالیف کریں جن میں ان کی علمی قدرو

(ج) اربعینات امام ابوحنیفہ، (د) وحدانیات امام ابی حنیفہ، ان میں سے صرف "کتاب الآثار" امام صاحب کی تالیف کردہ ہے اگرچہ بہت سے لوگ اس کو ان لوگوں کی تالیف سمجھتے رہے ہیں جنھوں نے اس کو روایت کیا ہے [۱] باقی تینوں کتابیں امام صاحب کی تالیف کردہ و مرتب کردہ نہیں ہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے ان میں امام صاحب کی مرویات کو حسب موضوع جمع کیا ہے، اور صاحب مسانید کی تفصیل کے مطابق "امام صاحب کی مرویات پر مشتمل چھوٹی بڑی کتابوں کی مجموعی تعداد پچاس تک ہوتی ہے [۲] جن میں سے بس چند رسائل ہیں باقی ضخیم کتابیں ہیں اور تعلقات اس عدد کے ماسوا ہیں۔

(الف) کتاب الآثار :-

جیسا کہ ذکر کیا گیا یہ امام صاحب کی خود اپنی تالیف ہے۔ اور اس اعتبار سے اسلام کی اولین مؤلفات میں سے ہے، اس لیے کہ امام صاحب کا زمانہ ۱۵۰ھ تک کا ہے اور اپنی وضع و ترتیب کے اعتبار سے اولین کتاب

---

[۱] قلائد الازہار ص ۲ ج ۲

[۲] مسانید الامام ص ۱۵۱ و ۱۵۲

[۳] منزلت و محد ثانہ شان و عظمت کو نکھار کر پیش کریں مثلاً ابن عبد البر مالکی کی "الانتقاء لمذاهب العلماء" امام ذہبی شافعی کی، امام یوسف بن عبد الہادی حنبلی کی "تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفۃ" امام سیوطی شافعی کی "تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ" امام محمد بن یوسف صالحی شافعی م ۹۴۲ھ کی "عقود الجمان" اور شہاب الدین احمد ابن حجر مکی شافعی م ۹۷۳ھ کی "الخیرات الحسان" تو معروف ہی ہے (مسانید الامام ص ۵۲ و التعلیق المجلی ص ۳۱) صالحی نے عقود الجمان میں مستقل ایک فصل میں یہ ذکر کیا ہے کہ کن کن حضرات نے امام کے مناقب میں کتابیں تالیف کی ہیں

ہے اس لیے کہ "کتاب الآثار" کو فقہی کتب و ابواب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں عموماً اولیت امام مالک اور ان کی کتاب "موطا" کی بتائی جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس انداز کے اولین مؤلف امام صاحب اور اولین مؤلَّف (کتاب) "کتاب الآثار" ہے امام مالک و دیگر اس انداز کا کام کرنے والے آپ کے بعد کے کام کرنے والے اور ثانوی درجہ میں اس انداز کو اپنانے والے ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا اس کتاب کی ترتیب کتاب وار و باب وار ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ امام صاحب نے ابواب کے عناوین تجویز فرمائے ہیں اور کتب کے عناوین نہیں تجویز فرمائے ہیں بلکہ بایں معنی کتب کی رعایت کی ہے کہ ایک اصل سے متعلق ابواب ترتیب وار ذکر کیے ہیں، صرف "کتاب المناسک" میں "کتاب المناسک" کا عنوان استعمال کرنے کے بعد پھر ابواب کو لائے ہیں، امام محمد کے نسخے میں کل ۳۰۵ ابواب ہیں [1]

بعض حضرات کی تصریح کے مطابق امام صاحب نے اپنے مقرر کردہ اصول و شروط کے پیش نظر اپنی صوابدید سے چالیس ہزار احادیث کے ذخیرہ سے اس مجموعہ کا انتخاب کر کے اپنے تلامذہ کو اس کا املا کرایا ہے [2] اور انتخاب کے بعد اس میں جو مرویات ہیں وہ مرفوع بھی ہیں اور موقوف و مقطوع بھی، زیادہ تر حصہ غیر مرفوع کا ہے، مرویات کی مجموعی تعداد نسخوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ذکر کی گئی ہے، امام ابو یوسف کے نسخے میں ایک ہزار ستر کے قریب ہیں، امام محمد کے نسخے میں صرف مرفوعات کل ایک سو بائیس ملتی ہیں [3]

---

[1] قلائد الازھار ص ۱۵ و ۱۶ [2] ابو حنیفہ و اصحابہ المحدثون ص ۱۵ [3] قلائد ص ۱۵ و ۱۶ و مسانید الامام ص ۷۹۔

کتاب الآثار کو امام صاحب سے ان کے مختلف تلامذہ نے روایت کیا ہے، جو نسخے معلوم ہو سکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں ۱ـ کتاب الآثار بروایۃ امام ابی یوسف م ۱۸۲ھ ۲ـ کتاب الآثار بروایۃ امام محمد م ۱۸۹ھ ۳ـ کتاب الآثار بروایۃ حسن بن زیاد لؤلؤی م ۲۰۴ھ ۴ـ کتاب الآثار بروایۃ حماد بن امام ابی حنیفہ ۱۷۶ھ ۵ـ کتاب الآثار بروایۃ حفص بن غیاث م ۱۹۴ھ یہ نسخہ زیادہ معروف نہیں ہے ۶ـ کتاب الآثار بروایۃ محمد بن خالد وہبی م قبل ۱۹۰ھ جو کہ "مسند احمد بن محمد کلاعی" کے نام سے معروف ہے، ۷ـ کتاب الآثار بروایۃ امام زفر م ۱۵۸ھ جو کہ "سنن زفر" کے نام سے بھی معروف ہے [1]

ان میں سے مشہور دو نسخے رہے ہیں ایک امام محمد کا، اور دوسرا امام ابو یوسف کا، اور عموماً ان کی شہرت ان دونوں کی تالیف کی حیثیت سے رہی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور یہی دونوں نسخے شائع بھی ہوئے ہیں اور ان میں بھی امام محمد کا نسخہ زیادہ معروف و متداول رہا ہے [2] اور علماء نے اسی پر زیادہ کام بھی کیا ہے مثلاً امام طحاوی م ۳۲۱ھ شیخ جمال الدین قونوی م ۷۷۰ھ ابو الفضل علی بن مراد موصلی م ۱۱۴۷ھ اور ماضی قریب میں مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہان پوری م ھ (سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند) نے "قلائد الازہار" کے نام سے اس کی نہایت ضخیم شرح لکھی

---

[1] قلائد الازہار ص ۲ و مسانید الامام ص ۶ تا ۱۰ [2] الرسالۃ المستطرفۃ میں کتانی نے اور تعجیل المنفعہ میں حافظ نے اس کو ذکر کیا ہے

ہے جو کہ "باب تخفیف الصلاۃ" تک ہی پہونچ سکی، نیز مولانا عبد الباری فرنگی محلی م ھ اور مولانا ابو الوفا افغانی کا اس پر حاشیہ بھی ہے، جیسے کہ عبد العزیز بن عبد الرشید نے نیز شیخ محمد صغیر الدین نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اور مؤخر الذکر نے ترجمہ کے ساتھ اضافے بھی کیے ہیں، [۱] اردو ترجمہ کے ساتھ مولانا عبد الرشید نعمانی (حال مقیم کراچی) کا کتاب الآثار کے تعارف سے متعلق ایک مبسوط مقدمہ بھی ہے، اور امام محمد و امام ابو یوسف دونوں کے نسخوں کے ساتھ عربی میں مولانا ابو الوفا صاحب کے مقدمے ہیں اور دیگر شراح ومحشین کے بھی، اور امام ابو یوسف کے نسخے پر مولانا افغانی صاحب کی تعلیقات ہیں، اور ابن حجر قسطلانی اور ان کے شاگرد قاسم بن قطلوبغا حنفی م ۸۷۵ھ دونوں نے کتاب الآثار لمحمد کے رجال پر "الایثار بمعرفۃ رجال کتاب الآثار" کے نام سے کتابیں لکھی ہیں جیسے کہ شراح ومحشین نے اپنے مقدمات میں تراجم ذکر کیے ہیں [۲]

"کتاب الآثار" کے متعدد نسخے یا ان کے کافی اجزا اور "مسانید امام اعظمؒ" کے مجموعے "جامع المسانید" میں بھی شامل ہیں، مثلاً امام ابو یوسف کے نسخے کی مرفوع روایات، اور امام زفر وحفص بن غیاث کے علاوہ باقی حضرات کے نسخے، [۳]

(ب) <u>مسند امام ابی حنیفہ</u>:- گذر چکا ہے کہ امام صاحب کے

---

[۱] مسانید الامام ص ۱۵۴ تا ۱۵۶- [۲] مسانید الامام ص ۱۵۶، ۱۵۷

[۳] ایضاً ملاحظہ ہوں تفصیلات بابت نسخ کتاب الآثار،

طرف اس نام سے جو کتاب منسوب ہے وہ خود ان کی تالیف نہیں ہے[۱] بلکہ اس کی نوعیت یہ ہے کہ امام صاحب . . . . . نے اپنے مرتب کردہ مجموعہ احادیث کے علاوہ اپنے تلامذہ کو جن مسائل کا املا کرایا اور جو مسائل ان کے سامنے بیان فرمائے ان کے ساتھ بطور دلائل بہت سی روایات بھی ذکر فرمائیں انھیں مرویات کو امام صاحب کے سلسلۂ تلمذ سے مستفید ہونے والوں نے مدون کیا اور مجموعے کو "مسند" کا نام وعنوان دیا[۲] اگرچہ "کتاب الآثار کی مرفوع روایات کے مجموعے جن کو امام ابویوسف، و امام محمد و امام زفر وغیرہ نے "کتاب الآثار" سے الگ کرکے مرتب ومدون کیا تھا وہ بھی "مسند امام ابی حنیفہ" کے عنوان سے ذکر کیے جاتے ہیں اور وہ سب کے سب "جامع المسانید" میں شامل ہیں مگر اصلاً یہ "عنوان" امام صاحب کی ان مرویات کے مجموعوں کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کو واسطہ در واسطہ سننے والوں نے خود مرتب کیا ہے، یہ مجموعے تعداد میں کتنے ہیں تو اس سلسلہ میں "سترہ" کا عدد معروف ہے[۳] جن میں سے پندرہ کا "جامع المسانید" میں شامل ہونا معروف ہے، مگر جیسا کہ ذکر کیا گیا "جامع المسانید" میں "کتاب الآثار" کے نسخے بھی شامل ہیں خواہ مکمل خواہ صرف مرفوع روایات اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ "جامع المسانید" میں جن ۱۵ اشخاص کی مؤلفات کو لیا گیا ہے وہ ساری کی ساری اصلاً "مسانید" کے عنوان سے موسوم نہیں ہیں، البتہ اکثر ضرور ہیں اور ان کے علاوہ بھی متعدد مسانید معروف ومنقول ہیں جیسے کہ بعض مسانید کا

---

[۱] الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۵ [۲] مسانید الامام ص ۵، [۳] الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۵ -

دوسرے مسانید میں شامل و مدغم ہونا سمجھ میں آتا ہے مثلاً ابن عقدہ کے مسند میں دوسرے چار حضرات کی مرتب کردہ مؤلفات و مسانید کا شامل ہونا سمجھ میں آتا ہے اس لیے کہ ابن عقدہ کے واسطے سے صاحب جامع المسانید نے ان چار حضرات کی کتابوں کا ذکر دسیوں مرتبہ کیا ہے، یہ چار حضرات ہیں حمزہ بن حبیب تیمی کوفی م ۱۵۶ھ۔ ۲۔ محمد بن مسروق کندی کوفی م ھ ۳۔ اسماعیل بن حماد بن امام ابی حنیفہ م ۲۱۳ھ ۴۔ حسین بن علی لہ صاحب مسانید الامام کی تحقیق و تفصیل کے مطابق مستقل مسانید کی تعداد مذکورہ چار حضرات کی کتب کے علاوہ بیس ہے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسند حارثی، مرتب حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد، حارثی بخاری حنفی لقب "استاذ" م ۳۴۰ھ

۲۔ مسند طلحۃ العدل، مرتب حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر عدل، بغدادی حنفی م ۳۸۰ھ

۳۔ مسند ابن مظفر، مرتب حافظ ابو الحسین محمد بن مظفر بن موسی بزار بغدادی حنفی م ۳۷۹ھ

۴۔ مسند ابن عدی، مرتب حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی (صاحب الکامل فی الضعفاء)، م ۳۶۵ھ

۵۔ مسند ابی نعیم، مرتب حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی شافعی م ۴۳۰ھ،

۶۔ مسند ابن عبد الباقی، مرتب قاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی انصاری حلبی حنبلی، معروف بقاضی مرستان م ۵۳۵ھ

۷۔ مسند قاضی اشنانی، مرتب حافظ ابو الحسن عمر بن حسن اشنانی م ۳۴۹ھ

۸۔ مسند ابن خسرو، مرتب حافظ حسین بن محمد بن خسرو بلخی حنفی م ۵۲۲ھ

۹۔ مسند ابن ابی العوام، مرتب حافظ ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی حنفی، م ۳۳۵ھ

۱۰۔ مسند ابن عقدہ، مرتب حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید ہمدانی معروف بابن عقدہ م ۳۳۲ھ

۱۱۔ مسند ابن المقری، مرتب حافظ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی اصبہانی معروف بابن المقری م ۳۸۰ھ

۱۲۔ مسند ابی اسماعیل انصاری، مرتب حافظ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری حنفی م ۴۸۱ھ

۱۳۔ مسند دوری، مرتب حافظ ابو عبداللہ محمد بن مخلد بن حفص دوری بغدادی م ۳۳۱ھ

۱۴۔ مسند دارقطنی، مرتب حافظ ابو الحسن علی بن عمر بن احمد دارقطنی بغدادی شافعی م ۳۸۵ھ

۱۵۔ مسند ابن شاہین، مرتب حافظ ابو حفص عمر بن احمد عثمان بغدادی معروف بابن شاہین م ۳۸۵ھ

۱۶۔ مسند ابی علی بکری، مرتب ابو علی

۱۷۔ مسند ابن عساکر، مرتب حافظ ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ دمشقی شافعی معروف بابن عساکر م ۵۷۱ھ

۱۸۔ مسند سخاوی، مرتب حافظ ابو الخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن سخاوی شافعی م ۹۰۲ھ

۱۹۔ مسند مغربی، مرتب شیخ مشائخ الحرمین عیسیٰ مغربی جعفری مالکی م ۱۰۸۰ھ

۲۰۔ مسند ابن القیسرانی مرتب حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر، م ۵۰۷ھ

یہ کل بیس مستقل مسانید[1] ہوئے جو ان مسانید کے علاوہ ہیں جن کو صاحبین و امام زفر نے "کتاب الآثار" سے مرفوع روایات کو الگ کر کے مرتب کیا تھا اور ان چار کتابوں کے ماسوا ہیں جو کہ "مسند ابن عقدہ" میں شامل ہیں جیسے کہ خود "مسند ابن عقدہ" جو کہ باوجود اس کے کہ "مسانید امام ابی حنیفہ" میں وسیع ترین مسند ہے اس لیے کہ وہ ایک ہزار سے زائد احادیث کا جامع ہے اور "جامع المسانید" میں بکثرت ان کے واسطے کا تذکرہ ہے، یہ مسند بھی بعد کے مرتب ہونے والے مسانید میں مدغم ہو کر ہی باقی رہا ہے[2] ان اٹھارہ مسانید میں نو وہ ہیں جو کہ "جامع المسانید" میں شامل کیے گئے ہیں[3] اور ان نو میں سے جو ابن عقدہ کے بعد ترتیب دیئے گئے ہیں وہ ابن عقدہ کے مسند کو حاوی ہیں اور خود ابن عقدہ کا مسند ان سے پیشرو چار حضرات کے اس سلسلہ کے مجموعوں کا، جامع المسانید میں ان نو کے علاوہ مزید جو چھ کتابیں لی گئی ہیں وہ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، امام صاحب کے پانچ تلامذہ سے مروی کتاب الآثار کے نسخے ہیں، حسن بن زیاد، حماد، محمد بن خالد وہبی کے پورے نسخے، ایسے ہی امام محمد کے نسخے کی مرفوع و موقوف دونوں روایات کے مجموعے الگ الگ، نیز امام ابو یوسف کے نسخے کی مرفوع روایات کا مجموعہ، امام ابو یوسف و امام محمد نے کتاب الآثار کی مرفوع روایات کا جو الگ سے مجموعہ تیار کیا تھا اس کو بھی مسند کے نام سے ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ

---

[1] مسانید اور ان کے مؤلفین کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو مسانید الامام از ص ۱۰۲ تا ۱۴۲ و مقدمہ مسند امام اعظم اردو، ابن القیسرانی کے مسند کا تذکرہ اس مقدمہ میں ہے [2] مسانید الامام ص ۱۲۴ و ۱۲۵، [3] ملاحظہ ہو جامع مسانید الامام اعظم۔

امام زفر سے بھی اس عنوان سے "کتاب الآثار" کی مرفوع روایات کو الگ کر کے جمع کرنا منقول ہے۔ اور یوں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مسانید کل بیس نہیں بلکہ ابن عقدہ میں مدغم چار کو ملایا جائے تو چوبیس اور کتاب الآثار کی مرفوع روایات کے مجموعوں کو شامل کیا جائے تو امام صاحب کے مسانید کی تعداد کل ستائیس ہو جاتی ہے۔

مرتبین کے سلسلہ میں اختصار کے ساتھ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مسانید کو مرتب کرنے والے ۱ عبدالباقی انصاری و شیخ مغربی کے علاوہ سب کے سب حفاظ حدیث میں سے ہیں ۲ اور ان کا زمانہ امام صاحب کے تلامذہ کے عہد سے لے کر گیارہویں صدی تک پھیلا ہوا ہے ۳ یہ سارے کے سارے احناف ہی نہیں ہیں بلکہ بعض شوافع اور بعض حنابلہ و مالکیہ میں سے ہیں ۴ اور ان میں سے متعدد محدثین اور ائمہ فن کی اولین صفوں سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً ابن عدی، ابو نعیم، دار قطنی، ابن عساکر، سخاوی، و ابن شاہین، [۱]

امام صاحب کے مذکورہ مسانید میں سے زیادہ معروف بقول شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی دو مسانید رہے ہیں ایک مسند حارثی جس کا تذکرہ نمبر ایک پر کیا گیا ہے اور مسند سے متعلق کام کرنے والوں نے زیادہ تر اسی کو سامنے رکھا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے دوسرے مسند ابن خسرو جس کو آٹھویں نمبر پر ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ حسینی اور ابن حجر نے اس کے ہی رجال کے تراجم کو ذکر کیا ہے [۲]

---

[۱] مؤلفین مسانید کے احوال کے لیے مسانید الامام و مقدمہ مسند امام اعظم وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے [۲] مقدمہ مسند امام اعظم ص ۱۸۔

۲- جامع المسانید :- امام صاحب کے مسانید سے متعلق اکابر محققین نے مختلف انداز پر کام کیا ہے، گذشتہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام صاحب کے مسانید کو ایک کتاب میں جمع کرنے کا بھی کام کیا گیا ہے۔ یہ کام ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی حنفی م ۶۶۵ھ یا ۶۵۵ھ نے "جامع المسانید" کے نام سے کیا ہے، یہ وضاحت گذر چکی ہے کہ جامع المسانید میں سارے مسانید شامل نہیں ہیں نیز اس کی تفصیل بھی کہ اس میں خوارزمی نے کیا کیا چیزیں لی ہیں،

"جامع المسانید" کو دو جلدوں میں اور چالیس ابواب پر مرتب کیا گیا ہے باب اول میں امام صاحب کے مناقب اور دوم میں مؤلف نے اپنی اسانید مسانید کو ذکر کرنے کے بعد تیسرے باب سے مرویات کا سلسلہ شروع کیا ہے ابواب کی ترتیب فقہ کے مطابق ہے البتہ پہلا باب "ایمان" سے متعلق ہے، اور آخری باب میں کتاب کے رجال کے احوال ذکر کیے ہیں،

اس میں اکثر مکرر روایات نہیں لی گئی ہیں جیسے کہ جو اسناد بار بار آئی ہیں ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ الا یہ کہ ایک حدیث مختلف ابواب سے متعلق یا مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہو تو اس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے۔[۱] اس میں جمع کی گئی روایات کل ۱۷۱۰ ہیں، جو ہر قسم کی ہیں مرفوع وغیر مرفوع اور مسند و منقطع و مرسل، مرفوع ۹۱۶، اور غیر مرفوع ۷۹۴ روایات ہیں مرفوع میں سے مسند ۵۶۳ ہیں جن میں سے ایسی روایات کہ جن میں امام صاحب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانچ یا چھ واسطے ہوں بہت کم و نادر ہیں عام روایات، چار، یا تین

---

[۱] مسانید الامام ص ۱۳۹ و ۱۴۰ -

یا دو واسطوں والی ہیں، چند ایک واسطے والی بھی ہیں، غیر مرفوع میں آثار صحابہ ۱۱۳ اور غیر صحابہ کے آثار ۳۸۳ ہیں جن میں سے ۳۵۵ صرف ابراہیم نخعی کے ہیں اور آثار عائشہ مرفوع روایات میں منقول ہیں [۱]

"کتاب الآثار" کی مرویات کی تعداد گذر چکی ہے، "جامع المسانید" کی مرویات بھی ذکر کر دی گئی ہیں اور بعض مسانید کی مرویات کی تعداد الگ الگ بھی ذکر کی گئی ہے اس سے یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ امام صاحب کی محفوظ کردہ مرویات امام مالک و امام شافعی وغیرہ کی محفوظ کردہ مرویات سے کم نہیں ہیں [۲] بلکہ مجموعی طور پر شاید زیادہ ہی ہوں جیسا کہ ہمارے ذکر کردہ اعداد کے تقابل سے ظاہر ہے۔

مختصرات :- امام شرف الدین اسماعیل بن عیسی اوغانی مکی م ۸۹۲ھ نے "جامع المسانید" کا اختصار کیا ہے بنام "اختیار اعتماد المسانید فی اختصار اسماء رجال الاسانید"

۱۔ حصکفی صاحب در مختار صدر الدین موسی بن زکریا بن ابراہیم م ۶۵۰ھ نے مسند حارثی کا اختصار کیا ہے، نیز مسانید کے مختصرات حسب ذیل حضرات نے بھی تالیف کیے ہیں ۲۔ حافظ ابو جعفر عمر بن احمد بن شماع حلبی شافعی م ۹۳۶ھ بنام "لقط المرجان فی مسند النعمان"، ۳۔ جمال الدین محمود بن احمد قونوی دمشقی حنفی معروف بابن السراج م ۷۰ھ بنام "المعتمد مختصر المسند" ۴۔ ابو البقاء احمد بن ابی ضیاء محمد قرشی مکی م ھ بنام "المستند مختصر المسند" ۵۔ محمد بن عباد خلاطی م ۶۵۲ھ بنام "مقصد المسند"، ۶۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم حنفی م ھ بنام "مختصر المسند"، ۷۔ محمد بن محمد بن

---

[۱] مانیز الامام ۱۵۹ و ۱۶۰ [۲] ایضاً ۱۳ والخیرات الحسان ص ۱۵۹۔

محمد بن عبد الرزاق بلگرامی حنفی معروف بسید مرتضیٰ حسین زبیدی م ۱۲۰۵ھ نے خاص انداز پر "جامع المسانید" کا اختصار کیا ہے اور وہ یوں کہ مسانید کی وہ روایاتِ احکام جن کو لفظ و معنی دونوں یا صرف معنی کی موافقت کے ساتھ اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے ان کو جمع کیا ہے، حسب موقع دوسرے محدثین کی بھی تخریج کا ذکر کیا ہے اور مجموعے کو ابواب فقہیہ کے مطابق مرتب کیا ہے پہلے اعتقادیات کو ذکر کیا ہے پھر عملیات کو اور ہر باب میں ایک یا دو یا چند روایات حسب موقع ذکر کی ہیں، مگر نہ تو امام صاحب کی تمام مرویات کو لیا ہے نہ جامع المسانید کی، اس لیے ان کی کتاب میں کل چھ سو کے قریب روایات ہیں اور ہر ہر روایت پر فقہ و حدیث کی رو سے مناسب کلام کیا ہے، ان کے اس مختصر و مرتب کا نام ہے "عقود الجواھر المنیفة فی ادلة الامام ابی حنیفة"[1]

۴۔ ترتیب و تبویب:۔

"مسند" کے متعلق معروف ہے کہ "مسند" کی ترتیب حضرات صحابہ کے اسماء کے اعتبار سے ہوتی ہے ابواب فقہیہ وغیرہ کے مطابق نہیں، اس کی وجہ سے کسی موضوع و مسئلہ سے متعلق کسی روایت کی تلاش میں زحمت ہوتی ہے، اس لیے متعدد حضرات نے "مسانید" کی ترتیب کا بھی کام کیا ہے، گذر چکا ہے کہ "جامع المسانید" کو ابواب فقہیہ کے مطابق جمع کیا گیا ہے جیسے کہ علامہ زبیدی نے اپنے مختصر کو اسی انداز پر مرتب کیا ہے، شیخ محمد عابد سندھی حنفی م ۱۲۵۷ھ نے حصکفی کے مختصر کو ابواب پر مرتب کیا ہے، اس میں پانچ سو سے زیادہ امام صاحب کی مرویات ہیں اور حافظ قاسم بن قطلوبغا نے "مسند" حارثی" اور "مسند ابن مقری" کو مبوب و مرتب کیا ہے، اخیر میں مولانا ادریس صاحب نگرامی ندوی نے "تحصیل المرام بتبویب مسند الامام" کے نام سے مسند کو مرتب کیا ہے[2]

---

[1] مقدمہ مسند امام اعظم اردو ص ۲۳، و مسانید الامام ص ۲۴ تا ۲۶

۵- شروح :- شیخ قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ نے "جامع المسانید" کی دو جلدوں میں شرح کی ہے، نیز امام سیوطی نے بھی بنام "التعلیقۃ المنیفۃ فی شرح مسند الامام ابی حنیفۃ" علامہ زبیدی نے بھی اپنے مختصر کی شرح کی ہے، ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ نے مسند حصکفی کی شرح کی ہے بنام "مسند الانام فی شرح مسند الامام" جیسے کہ قونوی نے خود اپنے مختصر کی شرح بنام "المستند" کی ہے، شیخ عابد سندھی نے مسند حصکفی کی ترتیب کے بعد اس کی نہایت ضخیم و مفید شرح لکھی ہے، اسی مسند کی شرح مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی م ۱۳۰۵ھ نے بنام "تنسیق النظام فی شرح مسند الامام" کی ہے۔ یہ شرح بھی مفید ہے۔ ان میں سب سے ضخیم شرح شیخ عابد کی ہے جس کے متعلق مولانا عبد الرشید نعمانی فرماتے ہیں کہ فتح الباری کے علاوہ اس شان کی کوئی شرح شروح حدیث میں نہیں ہے، متابعات و شواہد، تخریج احادیث وغیرہ اہم موضوعات پر اتنا بڑا ذخیرہ کہیں اور نہیں ہے، مسند حصکفی مرتّب کا ہی اردو میں ترجمہ ہوا ہے، اردو ترجمہ مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی م ۱۳۶۱ھ (سابق مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے صاحبزادے مولانا سعد حسن خاں صاحب نے کیا ہے [۱] اس ترجمہ کے ساتھ مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی کا اردو میں مبسوط مقدمہ بھی ہے جو امام صاحب کے مسانید کے تعارف پر مشتمل ہے۔

۶- زوائد و اطراف و رجال :- حافظ الدین محمد بن محمد کردری

---

[۱] ایضاً ص ۱۵۴ تا ۱۵۶ و مقدمہ مسند امام اعظم ص ۲۳ تا ۲۶ -

م ۸۲۷ھ نے "جامع المسانید" میں امام صاحب کی صحاح ستہ سے زائد جو روایات ہیں ان کو "ساء امثلہ المسند" کے نام سے جمع کیا ہے۔

حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی معروف بابن قیسرانی م ۵۰۷ھ (صاحب الجمع بین رجال الصحیحین) نے مسانید کے اطراف کو بنام اطراف احادیث الامام ابی حنیفہ "جمع کیا ہے۔

ذکر گذر چکا ہے کہ ابن حمزہ حسینی م ۷۶۵ھ نے اپنی کتاب "التذکرہ برجال العشرہ" میں اور ابن حجر نے "تعجیل المنفعۃ" میں مسند کے رجال پر کلام کیا ہے اور دونوں نے ابن خسرو کے مسند کے رجال کو لیا ہے، قاسم بن قطلوبغا نے "مسند ابن مقری" کے رجال سے متعلق کتاب تالیف کی ہے اور صاحب "جامع المسانید" نیز ملا علی قاری و مولانا سنبھلی وغیرہ نے اپنی شروح میں مسانید کے رجال پر کلام کیا ہے [۱]

(ج) اربعینات | بعض حضرات نے امام صاحب کی مرویات پر مشتمل اربعینات بھی تحریر فرمائی ہیں مثلاً

۱۔ شیخ حسن محمد بن شاہ محمد بن حسن ہندی م ھ نے ۲۔ مولانا ادریس صاحب نگرامی م ھ نے بنام "الاربعین من مرویات نعمان سید المجتہدین" [۲]

(د) وحدانیات | متعدد حضرات نے امام صاحب کی ان روایات کو جمع و مرتب کیا ہے جو امام صاحب نے صرف ایک واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں،

ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد شافعی م ۴۷۸ھ نے بنام "جزء ما رواہ ابو حنیفہ عن

---

[۱] مسانید الامام ص ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۷ ۔ [۲] مسانید الامام ص ۱۵۱ ۔

الصحابة" یہ رسالہ ہی اس سلسلہ میں معروف ہے جس کو یوسف سبط ابن جوزی م ھ نے اپنی کتاب "الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" میں روایت کیا ہے اور امام سیوطی نے اپنی کتاب "تبییض الصحیفۃ" میں اس کو شامل کیا ہے۔

۲۔ ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی م ھ ۳۔ ابوبکر عبدالرحمن بن محمد سرخسی م ھ

۴۔ ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نہقی م ھ ان تینوں کے اجزاء کو ابو عبداللہ محمد دمشقی حنفی معروف بہ ابن طولون م ۹۵۳ ھ نے اپنی اسناد سے اپنی کتاب "الفہرست الاوسط" میں اور ابن حجر عسقلانی نے اپنی اسناد سے "المعجم المفہرس" میں روایت کیا ہے، جیسے کہ خوارزمی نے جامع المسانید کے مقدمہ میں اپنی سند سے ان کو ذکر کیا ہے۔ اور ابو عبداللہ صیمری م ۴۳۶ھ نے اپنی کتاب "فضائل ابی حنیفہ واخبارہ" میں امام صاحب کی وحدانیات میں سے اپنی سند سے چار وحدانیات کو ذکر کیا ہے۔

اگرچہ بعض حضرات نے ان وحدانیات کے ثبوت کی تردید کی ہے اس بنیاد پر کہ امام صاحب کی ولادت صغار صحابہ کے آخری عہد میں ہوئی ہے اور جن صحابہ سے روایات منقول ہیں بعض قرائن سے نقل کی تائید نہیں ہوتی، ان حضرات نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ امام صاحب کی تابعیت کا قول تو راجح و ثابت ہے، اس نقل کی تضعیف کی ہے اور اس کی تفصیل کی ہے۔

مگر جیسا کہ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے کہ فن حدیث اور نقد حدیث میں امتیازی مقام رکھنے والے بعض اکابر محدثین اور ممتاز محدثین احناف و فقہاء احناف نے اپنی اسناد کے ساتھ ان مرویات کو روایت کیا ہے اور سیوطی نے کہا ہے کہ محض اسناد پر ضعف کے حکم سے بطلان

لازم نہیں آتا ملا علی قاری و علامہ عینی نے بھی اس کا اثبات کیا ہے [1]
اور یہ بات فی الجملہ اس کی تائید و تقویت کرتی ہے کہ امام صاحب کی ولادت
کی بابت معروف قول ۸۰ھ کا ہے اور متعدد صحابہ کی کوفہ اور مکہ وغیرہ میں
اس کے بعد وفات ثابت ہے بلکہ حضرت ابو الطفیل کی وفات ۱۱۰ھ کے
بعد ہی منقول ہے، اور ظاہر ہے کہ پانچ چھ سال کی عمر سن رشد کی عمر
ہوتی ہے جس کا محدثین کے یہاں اعتبار ہے مزید یہ کہ امام صاحب کی
ولادت کی بابت دو قول اور ہیں ایک ۶۳ھ کا اور دوسرا ۶۱ھ کا
ابن حبان نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے [2] اس پر مزید گنجائش
نکل آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سن رشد بلکہ بلوغ کے بعد صحابہ کی
حیات اور ملاقات بھی ثابت ہے تو ان سے روایات کا سماع
محض احتمال ہی احتمال کی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ کسی نہ کسی درجہ
میں قوت ہی رکھتا ہے [3]

۷۔ امام صاحب کے امتیازات:۔ سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح
ہے کہ حدیث کے علم اور متون حدیث کی تالیف و تدوین کی نسبت سے
امام صاحب کی بابت جو غلط تصورات رہے ہیں ان کے برخلاف امام
صاحب کو امتیازات حاصل ہیں اور وہ مجموعی طور پر اتنے اور ایسے ہیں
کہ ائمہ اربعہ اور اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی کو حاصل نہیں چہ
جائے کہ دیگر معتمد و معروف متون کے مؤلفین، وہ امتیازات حسب
ذیل ہیں۔

---

[1] مسانید الامام ص ۱۵۱ تا ۱۵۲ مقدمہ اوجز المسالک ص ۶۰، و جواہر البیان ترجمۃ الخیرات
الحسان ص ۵۰ تا ۵۶ الرسالۃ المستطرفہ ص ۸۱ [2] السنۃ و مکانتہا مع حاشیہ ص ۴۰۱
[3] ملاحظہ ہو قلائد الازھار ص ۱۴ اور تانیب الخطیب علامہ زاہد الکوثری کی۔

۱۔ امام صاحب کی "کتاب الآثار" کے متعدد نسخے مروی و منقول ہیں، اس امتیاز میں امام مالک ضرور اس میں شریک ہیں بلکہ اس معنی فائق ہیں کہ مؤطا مالک کے نسخے تیس تک منقول ہیں اگرچہ معروف نسخے مؤطا مالک کے بھی دو ہیں جیسے کہ "کتاب الآثار" کے دو نسخے معروف ہیں امام محمد کا اور امام ابو یوسف کا تفصیل گذر چکی ہے۔

۲۔ امام صاحب کی مرویات کو وقت کے اکابر حفاظ حدیث اور ائمۂ فن نے مختلف عہود میں مستقل کتابوں کی صورت میں جمع کیا ہے [۱] اور ان مجموعوں کی تعداد بیس یا اس سے زائد ہے اور جامعین نہ صرف یہ کہ احناف ہیں بلکہ دوسرے تینوں مسالک سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں۔

۳۔ کسی ایک امام و محدث سے مروی روایات کو اربعینات کے طور پر جمع کرنا بھی امام صاحب ہی کا امتیاز ہے [۲]

۴۔ وحدانیات کا امام صاحب سے مروی ہونا ہی امام صاحب کا نمایاں امتیاز ہے اور امام صاحب کی وحدانیات کو یکجا جمع کیا جانا مستقل ایک امر ہے، سند کے علو و نزول کا ذکر گذر چکا ہے اور محدثین کے نزدیک اس کی اہمیت کا، اس کی نسبت سے امام بخاری کی ثلاثیات کو جو کہ تعداد میں بائیس ہیں اور امام احمد کی ثلاثیات کو جو کہ تعداد میں تین سو ترسٹھ ہیں، امتیاز حاصل ہے ان کے مستقل مجموعے اور شروح کی تالیف کی گئی ہے بعض دیگر محدثین کی ثلاثیات کو بھی جمع کیا گیا ہے، امام مالک کی سب سے اعلیٰ روایات ثنائی ہیں [۳] امام صاحب

---

[۱] مقدمہ مسند امام اعظم اردو، ص ۱۲ [۲] مسانید الامام ص ۱۵۱ [۳] الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۱ و ۸۲۔

کا معاملہ یہ ہے کہ چند وحدانیات کے علاوہ جو روایات ہیں ان میں ایسی جن میں پانچ واسطے ہوں نادر ہیں اور جن میں چھ ہوں وہ تو اور بھی کم ہیں، ان کی مرویات جو محفوظ ہیں وہ چند وحدانیات کے بعد ۲۴۲، ثنائیات، ۲۲۰، ثلاثیات، ۱۵۰، رباعیات ہیں [1]

۱۱- امام صاحب کی مرویات کے دیگر مراجع و ماخذ

امام صاحب کی مرویات کی جامع مستقل کتب جن کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے ان کے علاوہ فقہ حنفی کی اولین کتب بالخصوص امام ابی یوسف و امام محمد کی مؤلفات اور ان کی شروح میں امام صاحب کی مرویات بکثرت مذکور ہیں، مزید برآں یہ کہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر بہت سے معروف متون اور کتب حدیث میں امام صاحب کی مرویات کا تذکرہ ہے مثلاً مصنفات بن مبارک، مسند وکیع بن جراح، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان، ثقات ابن حبان، سنن بیہقی، معاجم طبرانی، سنن دارقطنی، وغیرہ [2] اصحاب صحاح ستہ میں سے امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل میں نیز نسائی نے بھی امام صاحب سے روایت کی ہے [3]

---

[1] مسانید الامام ص ۱۵۹ [2] قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۹۲ و ۱۹۳ [3] قلائد الازھار ص ۔

امام صاحب کی مرویات سے متعلق مؤلفات کے لیے، مقدمہ مسند امام اعظم اردو، و مقدمہ کتاب الآثار اردو، (دونوں مولانا عبدالرشید نعمانی کے قلم سے ہیں) نیز کتاب الآثار نسخہ امام محمد و کتاب الآثار نسخۂ امام ابی یوسف کے مقدمات جو کہ مولانا ابو الوفا، افغانی کے قلم سے ہیں نیز مولانا افغانی و مولانا

۹۔ **مؤلفات علماء احناف** :- حدیث و علوم حدیث کی مؤلفات سے متعلق تفصیلات نیز علماء احناف کے حالات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دوسرے علماء کی طرح علماء احناف نے بھی اس میدان میں کافی کام کیا ہے اور ہر عہد میں، ادر گرانقدر و کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی تمام مؤلفات کا تعارف تو در کنار ذکر و شمار ہی لمبا کام ہے، اسی لیے کسی قدر چیزوں کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے جس سے علماء احناف کی اس سلسلہ کی خدمات ایک حد تک سامنے آجائیں، اور خیال رہے کہ امام صاحب کی مرویات سے متعلق مؤلفات اور علماء ہند کی مؤلفات جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے ان کا زیادہ تر حصہ اسی باب سے تعلق رکھتا ہے،

۱۔ امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ کے کتاب الآثار کے نسخے بھی اس سلسلہ میں شامل ہیں اس لیے کہ ہر ایک نے اپنے نسخے میں کسی نہ کسی قدر اضافے کیے ہیں [۱] جیسے کہ امام محمد کی مؤطا جسے انہوں نے اصلاً امام مالک سے روایت کیا ہے مگر اس کو بھی اس ضمن میں شمار کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ انہوں نے اس میں امام مالک کی مرویات سے زائد پونے دو سو کے قریب روایات نقل کی ہیں جن میں سے سترہ امام صاحب کی طرف منسوب ہیں البتہ "کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینۃ" امام محمد کی مستقل تالیف ہے [۲]

---

۴۲ نعمانی کی دیگر بعض مؤلفات اسی طرح علامہ زاہد الکوثری کی تانیب الخطیب اور امام صاحب کے بعض تلامذہ کے تذکروں، وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۱] قلائد الازہار ص ۲ [۲] مولانا عبید اللہ سندھی کا ارشاد ہے کہ امام محمد نے امام مالک کی کتاب سے فقہ عراقی کے موافق روایات کو لیکر اپنی مؤطا ترتیب دی ہے کتاب الآثار میں حضرت ابن مسعود کے تلامذہ کی وہ مرویات رکھی ہیں جو کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک معتبر ہیں اور اہل مدینہ ان کی ۴۲

۳ - مصنفات امام ابی یوسف م ۱۸۲ھ کتاب الخراج والرد علی سیر الاوزاعی وغیرہ

۲ - مصنفات عبداللہ بن مبارک مروزی م ۱۸۱ھ کتاب الزھد، کتاب الجہاد، کتاب الاستیذان، کتاب البر والصلۃ،

۳ - مسند وکیع بن جراح م ۱۹۸ھ ۴ - سنن احمد بن کامل بغدادی م ۳۵۰ھ

۵ - مصنفات یوسف بن امام ابی یوسف م ۲۹۷ھ کتاب الزکاۃ، کتاب الصیام، کتاب السنن، ۶ - مصنفات ابو جعفر احمد طحاوی م ۳۲۱ھ "شرح معانی الآثار" اور "مشکل الآثار" ۷ - مصنفات جعفر بن محمد نسفی م ۴۳۲ھ کتاب الدعوات، کتاب الخطب النبویہ کتاب فضائل القرآن، معرفۃ الصحابۃ، ۸ - مصنفات ابو العلاء محمود بن ابی بکر کلاباذی م ۷۰۰ھ "کتاب السنن" مشتبہ النسبۃ، ۹ - مصنفات علی بن عثمان ماردینی معروف بابن ترکمانی م ۷۵۰ھ المنتخب فی الحدیث، الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی، المؤتلف والمختلف، کتاب الضعفاء والمتروکین، ۱۰ - ابو الحسین عبد الباقی بن قانع م ۳۵۱ھ معجم الصحابۃ، ۱۱ - ابو عبداللہ الحکم بن سعید م ۲۹۵ھ کتاب السنۃ ۱۲ - مصنفات علاء الدین مغلطائی م ۷۶۲ھ سو سے زائد ہیں -

۱۳ - مصنفات ضیاء الدین ابی حفص عمر بن بدر موصلی م ۶۲۳ھ کتاب المغنی عن الحفظ والکتاب بقولھم لم یصح شیئ فی ھذا الباب، العقیدۃ الصحیحۃ فی الموضوعات الصحیحۃ، کتاب معرفۃ الوقوف علی الموقوف (اس کتاب میں ان روایات کا بیان ہے

---

۲۲ ۰ا واقف تھے اور کتاب الحجہ میں انہوں نے اہل مدینہ کی فقہ عراقی کے مخالف روایات پر تنقید کی ہے۔ (حاشیہ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۰۶)

جو مرفوعاً موضوع ہیں لیکن موقوفاً ثابت ہیں ،

۱۴- محمد بن محمد بن محمد حسین طرابلسی م ۱۱۷۷ھ کتاب الکشف الالٰہی عن شدید الضعف والموضوع والواہی ، اس کو باعتبار حروف ھجا ، مرتب کر کے ہر حرف کی تین تین فصلیں ہیں ایک شدید الضعف کے لیے دوسری موضوع اور تیسری واہی کے لیے

۱۵- مصنفات بابت تخریج احادیث ھدایہ ، نصب الرایۃ (از ابی محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی[عہ] م ۷۶۲ھ) الغایۃ (از محی الدین عبدالقادر مصری قرشی صاحب الجواہر المضیئۃ م ۷۷۵ھ) الکفایۃ (از ابن الترکمانی مذکور)

۱۶- مصنفات بابت تخریج شرح القدوری للمصنف از محی الدین قرشی وحسام الدین علی بن احمد مکی ۔

۱۷- "اللآ لی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ" (از ابن طولون ابو عبد اللہ محمد دمشقی م ۹۵۳) "موضوعات" سے متعلق مؤلفات صاحب "الرسالۃ المستطرفۃ" نے بیس کے لگ بھگ ذکر کی ہیں جن میں سے بعض احناف کی تالیف کردہ ہیں ۔

یہ بطور مثال کچھ مؤلفات ذکر کی گئی ہیں ، متعدد معتمد متون حدیث ، صحاح ستہ وغیرہ کی شروح تعلیقات اس سے الگ ہیں ، امیر علاء الدین علی بن بلبنان م ۷۳۹ھ نے صحیح ابن حبان اور طبرانی کے معجم کبیر کو ابواب

عہ زیلعی شارح کنز فخر الدین عثمان بن علی م ۷۴۳ھ ، ہیں جو کہ صاحب نصب الرایہ کے شیخ ہیں ، (الرسالۃ ص ۱۵۱) حدیث میں صاحب ہدایہ کے مقام کا ذکر گزر چکا ہے ، حدیث کی رو سے ان کی کتاب اور ان کا مقام اس سے ظاہر ہے کہ متعدد فقہاء احناف نے ہدایہ کی احادیث کی تخریج کا کام کیا ہے ۔

پر مرتب کیا ہے، صحیح ابن حبان کی ترتیب تمام کتب سے الگ و نرالی ہے[۱]

---

۴۴ ہدایہ کو فقہ اور حدیث کے اعتبار سے تو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ ہے ہی، ہدایہ ان کتابوں میں بھی ہے جن کا شمار دینی کتابوں میں عربیت اور فصاحت کے سب سے اعلیٰ معیار پر ہے۔ علامہ کشمیری نے ایک شیعی ادیب کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن کریم کے بعد اسلام کی فصیح ترین کتاب بخاری اور دوسرے نمبر پر ہدایہ ہے۔ اور مولانا ظفر احمد صاحب نے لغت و ادب میں امام محمد کا جو مقام مانا گیا ہے اس کے پیش نظر فرمایا ہے کہ اگر اس شیخ امام محمد کی کتب دیکھی ہوتیں تو اولین مقام امام محمد کی مؤطا کو دیتا پھر بخاری کو پھر امام محمد کی جامع صغیر کو اور اس کے بعد ہدایہ کو قرار دیتا (ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون ص ۱۷۷)

[۱] یہ معلومات الفوائد البہیۃ، ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون، اور الرسالۃ المستطرفۃ سے ماخوذ ہیں۔ مزید معلومات کے لیے انھیں کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

فصل پنجم

مؤلفات علماء ہند

۱- اصول حدیث

(الف) شروح نخبۃ الفکر :-

۱- شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی م ۹۹۸ھ
۲- شیخ محمد اکرم سندھی (م گیارہویں صدی ہجری) ۳- شیخ عبد النبی شطاری اکبر آبادی (م گیارہویں صدی ھ) ۴- مفتی عبد اللہ ٹونکی م ۱۳۳۹ھ
۵- مولوی محمد حسین اسرائیلی ہزاروی ؟ ھ بزبان فارسی،

(ب) مستقل مؤلفات :-

۱- المنہج، از شیخ نظام الدین علوی کاکوروی م ۹۸۱ھ ۲- رسالہ از شیخ عبد الحق دہلوی م ۱۰۵۲ھ ۳- رسالہ از شیخ سلام اللہ دہلوی م ۱۲۲۹ھ ۴- رسالہ از شیخ نور الاسلام رامپوری م
۵- بلغۃ الغریب فی مصطلح آثار الحبیب از سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی ۱۲۰۵ھ ۶- عجالۂ نافعہ از شیخ عبد العزیز دہلوی م ۱۲۳۹ھ بزبان فارسی
۷- منہج الوصول الی احادیث الرسول، از نواب صدیق حسن م ۱۳۰۷ھ بزبان فارسی ۸- عمدۃ الاصول فی احادیث الرسول از شیخ محمد شاہ دہلوی
۹ و ۱۰- ظفر الامانی، شرح مختصر الجرجانی والرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل از مولانا عبد الحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ ۱۱- قواعد فی علم الحدیث از مولانا

ظفر احمد صاحب تھانوی م ۱۳۹۴ھ ۱۲- الدرایہ فی اصول الروایہ، از امجد علی، م ۱۳۳۳ھ

۲- رجال ۱- المغنی، از شیخ محمد طاہر پٹنی م ۹۸۶ھ ۲- الاکمال فی اسماء الرجال، از شیخ عبدالحق دہلوی م ۱۰۵۲ھ بابت رواۃ مشکاۃ۔
۳- رجال صحیح مسلم از شیخ عبداللہ بن عبدالقادر مدراسی م ۱۲۶۷ھ ۴، ۵، ۶- المکمل الوسائل رجال الشمائل، وکشف الاحوال عن نقد الرجال فی اسماء الضعفاء، و بدر الغرہ فی اسماء القراء العشرۃ، مؤلفات شیخ عبدالوہاب مدراسی م ۱۲۸۵ھ ۷- التعقیب حاشیہ تقریب التہذیب وتکملہ، از سید امیر علی لکھنوی م ۱۳۳۷ھ ۸، ۹ فہرس الاسماء المبہمۃ و فہرس الاسماء المتشابہۃ از شیخ احمد بن صبغۃ اللہ مدراسی م ۱۳۰۷ھ ۱۰- القول المسدد فی رواۃ الموطا امام محمد از شیخ محمد ادریس نگرامی ندوی م ۱۳۳۰ھ
۱۱- الحاوی علی رجال الطحاوی، از شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی، ۱۲- ۱۳- اسماء اصحاب رسول اللہ وکتاھم ممن روی عنھم اصحاب الصحاح، واسماء الرجال المذکورین فی الاکمال از شیخ محمد حلیم عطا سلونی م ۱۳۷۵ھ
۱۴- کشف الاستار من رجال معانی الآثار از شیخ رشد اللہ شاہ سندھی م ھ

۳- غرائب الحدیث ۱- مجمع بحار الانوار، از شیخ محمد طاہر پٹنی م ۹۸۶ھ یہ اپنے موضوع پر بڑی مبسوط، جامع ومفید اور مقبول و متداول کتاب ہے ۲- الیم الزاغرب فی لغات الحدیث المنتخب از شیخ عبداللہ صدیقی الہ آبادی ھ حروف ھجاء کے اعتبار سے اس کو مرتب کیا گیا ہے
۳- فہرس اللغات والجمل للصحیحین، از شیخ حسین عطاء اللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی م ۱۳۲۷ھ

۴- **موضوعات**:- ۱، ۲، رسالے از شیخ حسن بن محمد صنعانی لاہوری م ۶۳۷ھ ۳- تذکرۃ الموضوعات از شیخ محمد طاہر پٹنی م ۹۸۶ھ، یہ اپنے موضوع پر جامع و وسیع کتاب ہے ۴- ۵ تذکرۃ الاصفیا بتصفیۃ الاحیاء (تلخیص کتاب عراق) و تمییز الطیب من الخبیث مما تدور علی السنۃ الناس من الحدیث (ملخص مقاصد حسنہ) از شیخ عبدالحق بن فضل اللہ نیوتنی ۱۲۸۶ھ ۶- الآثار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ از مولانا عبدالحی لکھنوی م ۱۳۰۴ھ ۷- الھدایۃ الشاہجہانیۃ از شیخ شمس الدین عثمانی قنوجی م ھ

۵- **متون**:- یعنی وہ کتب حدیث جن میں احادیث نبویہ کو جمع کیا گیا ہے، ایسی کتابیں چھوٹی بڑی سب ملاکر بے شمار ہیں۔ بعض نہایت و اہم مؤلفات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱- مشارق الانوار- از شیخ حسن بن محمد صنعانی لاہوری م ۶۳۷ھ
۲، ۳- کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال و نہج العمال فی سنن الاقوال از شیخ علی بن حسام الدین متقی م ۹۷۵ھ- یہ دونوں نہایت اہم کتابیں ہیں اور مبسوط بھی۔ کنز الاعمال کا تعارف گذر چکا ہے۔
۴- ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ ۵- القویم فی احادیث النبی الکریم، از مولوی سخاوت علی جونپوری م ۱۲۷۴ھ یہ کتاب امام ابن تیمیہ کی "المنتقی" اور ابن حجر کی "بلوغ المرام" کے انداز کی ہے۔ ۶- العروۃ الوثقی لمتبع سنۃ سید الوریٰ، از شیخ عبداللہ صدیقی الہ آبادی (اواخر تیرھویں صدی ہجری) ۷- خیر المواعظ از شیخ ابو رجاء محمد زمان شاہجہانپوری م ×ھ امام نووی کی "ریاض الصالحین" کے انداز پر ۸- آثار السنن

وتعلیقاتہ از شیخ ظہیر احسن شوق نیموی م ۱۳۲۵ھ طہارت و نماز سے متعلق فقہ حنفی کے جزئیات کی مستدل روایات پر مشتمل ہے ۹۔ عقد الجمان فی شعب الایمان از سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی م ۱۲۰۵ھ ۱۰، ۱۱۔ تلخیص الاخبار و تہذیب الاخلاق از مولانا سید عبدالحی حسنی م ۱۳۴۱ھ

۱۲۔ اعلاء السنن از مولانا ظفر احمد تھانوی م ۱۳۹۴ھ اس کو فقہ حنفی کی کتب کے ابواب و مسائل کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے اور جزئیات کی مستدل روایات کو ان کے ماخذ سے جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ متن کے ساتھ مناسب حد میں حسب موقع طول و اختصار کے ساتھ مسائل کی توضیح اور روایات پر کلام بھی ہے اور پوری کتاب اٹھارہ ضخیم حصوں پر مشتمل ہے ۱۳۔ زجاجۃ المصابیح از عبداللہ شاہ حیدر آبادی م ھ اس میں مشکوٰۃ المصابیح کے انداز پر فقہ حنفی کی مستدل روایات کو جمع کیا گیا ہے، کتاب پانچ جلدوں میں ہے ۱۴۔ ریاض السنۃ از مولانا محمد جعفر پھلواروی م ھ ۱۵۔ مشکاۃ الآثار از مولانا محمد میاں دہلوی م ھ ۱۶۔ الفیتۃ الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی ۱۷۔ فقہ السنن والآثار از مفتی عمیم الاحسان مجددی م ھ اس کو ابواب فقہیہ کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

۶۔ **اربعینات** ۱۔ بھی بہت ہیں بعض خاص موضوعات سے متعلق ہیں مثلاً ۱۔ الاربعین فی مناقب الخلفاء الراشدین از سید علی کبیر الہ آبادی م ھ ۲۔ الاربعین فی مرویات نعمان سید المجتہدین از مولانا محمد ادریس نگرامی ندوی م ۱۳۳۰ھ — اور عام بھی ہیں، ان میں سے بعض وقت کے اکابر کی مؤلفات ہیں جن میں سید علی ہمدانی م ۷۸۶ھ، شیخ محمد بن یوسف حسینی گلبرگوی م ۸۲۵ھ، شیخ عبدالحق محدث

دہلوی م ۱۰۵۲ھ اور شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۶ھ وحضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبد الاحد م ۱۰۳۴ھ نواب سید صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ بھی شامل ہیں حتی کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر م ۱۱۱۸ھ نے بھی اس عنوان سے دو رسائل تالیف کیے ہیں ایک تخت سلطنت پر بیٹھنے سے پہلے اور ایک اس کے بعد۔

ان مذکورہ کتب کے علاوہ چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے بالخصوص رسائل کسی نہ کسی خاص موضوع سے متعلق روایات پر مشتمل ہیں مثلاً ۱۔ التشرف بمعرفتہ احادیث التصوف از مولانا اشرف علی تھانوی م ۱۳۶۲ھ

۲۔ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح از مولانا سید انور شاہ کشمیری م ۱۳۵۲ھ

۷۔ شروح متداول ومعتمد متون حدیث مثلاً صحاح ستہ وغیرہ کی شروح جو علماء ہند کی تالیف کردہ ہیں وہ بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ ان متون میں صحاح ستہ کے علاوہ مؤطا، ثلاثیات بخاری، شمائل ترمذی، مشارق الانوار، مشکاۃ المصابیح، حصن حصین، بلوغ المرام، اربعین نووی، امام محمد کی کتاب الآثار، کتاب الحجۃ معانی الآثار، و الادب المفرد وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے بخاری کی بیس، مؤطا امام مالک کی دس، شمائل ترمذی کی دس، مشکاۃ کی ۱۵، کے قریب شروح ہیں اور دوسری کتابوں میں سے ہر ایک کی متعدد شروح ہیں اس سلسلہ کی ماضی قریب کی بعض مؤلفات کا تذکرہ مؤلفات حدیث کے تحت شروح کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

۸۔ اطراف ۱۔ تعجیل المنفعۃ فی اطراف الائمۃ السبعۃ،

۲۔ تیسیر الوصول الی اطراف اصحاب الاصول، ۳۔ فتح المنعم

فی اطراف الامام مسلم ، ۴ ۔ الیواقیت الثمینۃ فی اطراف عالم المدینۃ ، ۵ ۔ دلیل السالک الی اطراف مالک یہ پانچوں شیخ محمد حلیم آل عطاسلونی م ۱۳۰۵ کی مؤلفات ہیں ، ۶ ۔ نبراس الساری فی اطراف البخاری از شیخ عبدالعزیز بجران مالی م ۱۳۵۹ھ

۹۲ ۔ **تخریجات** ۱ ۔ تخریج احادیث البیضاوی از شیخ عبداللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی م ۱۲۸۸ھ ۲ ۔ تخریج احادیث الصفوۃ از شیخ احمد بن صبغۃ اللہ مدراسی م ۱۳۰۷ھ ۳ ۔ تشنید المعانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی ، از شیخ محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراسی م ۱۳۱۴ھ ۴ ۔ تخریج احادیث الاطراف ، از شیخ محمد سعید مذکور ۵ ۔ تخریج شرح العقائد للتفتازانی از قاضی بشیر الدین عثمانی م ھ ۶ ۔ تخریج شرح العقائد از مولوی وحید الزماں حیدرآبادی م ۱۳۳۸ھ ۷ ۔ اشراق الابصار تخریج نور الانوار از مولوی وحید صاحب مذکور ۸ ۔ تبصرۃ النصار لتخریج احادیث الاثار از مولوی الٰہی بخش فیض آبادی م ۱۳۰۶ھ ۹ ۔ تخریج المشکاۃ از مولوی احمد حسن دہلوی م ۱۳۳۸ھ ۱۰ ۔ تخریج مسند امام احمد از مولوی احمد حسن صاحب مذکور ۔

۱ ۔ **بعض دیگر اہم کتب** ۱ ۔ نزل الثوی فی اجوبۃ الترمذی از شیخ اصغر حسین بہاری م ھ ۲ ۔ السیر الحثیث فی تاریخ تدوین الحدیث از ڈاکٹر زبیر صدیقی ۳ ۔ الحاوی علی مشکلات الطحاوی از مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری م ھ ۴ ۔ جزء حجۃ الوداع و عمرات النبی از شیخ محمد زکریا کاندھلوی م ۱۴۰۲ھ

۵ - الابواب والتراجم لصحیح البخاری از امام ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۴ھ
مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی م ۱۳۳۹ھ مولانا فخر الدین صاحب
مرادآبادی م ۱۳۹۲ھ مولانا محمد زکریا کاندھلوی م ۱۴۰۲ھ - غیر
علماء ہند میں متقدمین محدثین کی بہت سی کتب علماء ہند کی تحقیقات
وتعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہیں مثلاً مسند حمیدی، مصنف ابن ابی
شیبہ، ومصنف عبدالرزاق وغیرہ ان سب کی تحقیق وتعلیق کا کام
مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے کیا ہے، بعض حضرات نے
اسانید سے متعلق رسائل ترتیب دیئے ہیں مثلاً الارشاد فی مہمات
الاسانید (از امام دہلوی) م ۱۱۷۴ھ مدارج الاسناد (از قاضی ارتضا علی
گوپاموی م ۱۲۷۰ھ) الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی (از
شیخ محسن بن یحیی ترہتی)۔

۱۱ - اردو ذخیرہ :-

مذکورہ بالا تمام کتب عربی میں ہیں، ان میں سے بس چند ہی
فارسی میں ہیں اس سلسلہ کا اردو ذخیرہ ان سے الگ ہے جس میں
سابقہ کتب کے تراجم وشروح بھی شامل ہیں صحاح ستہ سے لے کر
اربعینات وغیرہ تک اور مبسوط ومختصر کتب ورسائل کی صورت
میں مستقل تالیفات بھی۔ ذکر کیا جاچکا ہے کہ اردو زبان میں حدیث
پر کام مختلف انداز میں ہوا ہے،

(الف) متون کے تراجم وشروح:- جن میں صحاح ستہ واربعینات
کے علاوہ، مشکاۃ المصابیح، مشارق الانوار، ریاض الصالحین،
وغنیۃ الطالبین ـــــ وغیرہ شامل ہیں، ان کتابوں کے صرف
تراجم ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں سے متعدد کتابوں کی باقاعدہ شروح

بھی تالیف کی گئی ہیں، صحاح ستہ میں بالخصوص بخاری شریف کی متعدد شروح
ہیں اسی طرح شمائل ترمذی کی دیگر کتابوں میں مشکاۃ المصابیح کی شرح
مظاہر حق از نواب قطب الدین دہلوی م ۱۲۸۹ھ معروف و متداول ہے
نیز ریاض الصالحین کا ترجمہ بنام "زادِ سفر" جو مولانا سید ابو الحسن علی حسنی
ندوی کی ہمشیرہ مرحومہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ کا تالیف کردہ ہے، مشارق
الانوار کا ترجمہ مؤلفہ مولانا خرم علی صاحب بلہوری م × ھ اردو شروح
کا امتیازی کام مولانا وحید الزماں لکھنوی م ۱۳۳۸ھ نے کیا ہے کہ انہوں
نے صحاح ستہ میں سے ہر ایک کی نیز مؤطا کی مکمل شرح کی ہے۔

(ب) تالیف کتب:۔ چھوٹی و بڑی کتابوں و رسائل کی صورت میں تالیفات بھی
ہوئی ہیں جن میں حسب موقع محض اردو تراجم کے ذکر پر اکتفا کی گئی ہے
یا عربی متن کے پہلو بہ پہلو ترجمہ ذکر کیا گیا ہے، اور بعض میں ترجمہ کے
ساتھ کافی و وافی تشریح بھی کی گئی ہے، اس سلسلہ کی شاہکار خدمات
میں چند چیزیں نمایاں ہیں۔

۱۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی م ۱۳۸۵ھ کی ترجمان السنۃ جو کہ چار
ضخیم جلدوں میں ہے۔
۲۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب م ۱۴۰۲ھ کی کتب فضائل
جو محتاج تعارف نہیں ہیں۔
۳۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی معارف الحدیث جو کئی جلدوں
میں ہے۔

(ج) خاص موضوعات:۔ بعض کتابیں و رسائل حدیث سے
متعلق کسی نہ کسی خاص موضوع و پہلو پر ہیں جیسے کہ اصول حدیث کے موضوع پر
بھی بعض مختصر رسائل ہیں۔ ....

۱۔ اسماء رجال، از مولانا تقی الدین مظاہری، جس میں فن اسماء رجال اور اس سے متعلق کتابوں کا مناسب و مفید انداز میں تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ نصرۃ الحدیث، از مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، انکار حدیث کی تردید میں ہے،

۳۔ حدیث کا بنیادی کردار، از مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی،

۴۔ فتنہ انکار حدیث کا منظر و پس منظر، از شیخ افتخار احمد بلخی یہ کتاب دو جلدوں میں ہے،

۵۔ صیانۃ الحدیث از مولانا عبد الرؤف صاحب رحمانی، یہ کتاب بھی فتنۂ انکار حدیث کے رد میں ہے اور دو جلدوں میں ہے،

۶۔ حجیت حدیث از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی م ۱۳۹۴ھ

۷۔ تدوین حدیث از مولانا سید مناظر حسن گیلانی م × ھ،

۸۔ "حدیث رسول کا قرآنی معیار" از مولانا قاری محمد طیب صاحب م ۱۴۰۳ھ یہ چھوٹے سائز پر تقریباً سو صفحات کا عجیب و غریب رسالہ ہے جس میں قاری صاحب موصوف نے علم اصول حدیث کے معروف قواعد و ضوابط کو اپنے مخصوص متکلمانہ انداز میں آیات قرآنیہ سے ثابت کیا ہے۔
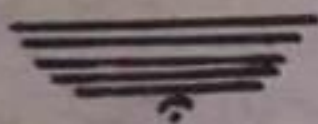
باب ششم

تخریج و نقد اسانید

فصل اول ۔ تخریج احادیث

فصل دوم ۔ نقد اسانید واحادیث

فصل اوّل

تخریج احادیث

۱۔ تعریف :۔

(الف) لغوی :۔ استنباط، کسی چیز کو اندر سے باہر نکالنا (اس باب کے مناسب یہی معنی ہے)

(ب) اصطلاحی :۔ حدیث کے اصل ماخذ اور اس کے مرتبہ کی تحقیق کرنا اور بیان کرنا [1]

۲۔ اہمیت و فائدہ :۔ اس علم کی اہمیت ظاہر ہے اس لیے کہ ہر دینی گفتگو و تحریر میں احادیث کا ذکر آتا ہے اور ان کا اعتبار (احادیث کے ماخذ اور مراتب کے علم پر موقوف ہے۔

۳۔ تاریخ :۔ ابتدائی چند صدیوں میں حدیث سے متعلق وسعت معلومات کی بنا پر احادیث کی تخریج کی ضرورت نہیں پیش آئی اس لیے کہ حدیث کے سامنے آتے ہی اہل علم کے ذہنوں میں اس کے ماخذ آجاتے تھے، علوم و فنون کی کثرت و وسعت اور علوم حدیث سے واقفیت کی قلت کی بنا پر اس کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ عام طالبین تحقیق کا وقت مطلوبہ احادیث کی تحقیق میں صرف نہ ہو کر دوسرے علمی کاموں میں صرف ہو، چنانچہ بعض محققین وقت نے فقہ اور تفسیر و تاریخ وغیرہ کی کتابوں میں

---

[1] یہ معروف و متداول مفہوم ہے، ورنہ اصطلاحاً یہ لفظ دوسرے دو مفاہیم میں بھی استعمال ہوتا ہے

ذکر کردہ احادیث کی مستقل کتابوں کی صورت میں تخریج کی۔

۴۔ **مشہور کتب تخریج**:۔ تخریج کی مشہور کتابوں میں سے بعض یہ ہیں۔

(الف) "تحفۃ الراوی فی تخریج احادیث البیضاوی" مصنف عبدالرؤف مناوی م ۱۰۳۱ھ

(ب) "نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ" فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی احادیث کی تخریج جو عبداللہ بن یوسف زیلعی م ۷۶۲ھ کی تالیف ہے۔

(ج) "تخریج احادیث المھذب" "مھذب" فقہ شافعی کی کتاب ہے جو ہدایہ کی جیسی اہمیت کی حامل ہے یہ تخریج محمد بن موسی حازمی م ۵۸۴ھ کی تصنیف ہے

(د) "المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار" مصنف عبدالرحیم بن حسین عراقی م ۸۰۶ھ امام غزالی کی شہرہ آفاق کتاب "احیاء العلوم" کی تخریج ہے

(ہ) "تخریج شرح العقائد للتفتازانی" از مولانا وحید الزماں لکھنوی،

(و) "تخریج احادیث صفوۃ" از شیخ احمد بن صبغۃ اللہ مدراسی،

(ح) "تشیید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات الامام الربانی" از شیخ محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراسی ـــ اس میں حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب میں ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔

ـــ محدث کا اپنی کسی کتاب میں حدیث کو سند کے ساتھ ذکر کرنا، جیسے کہ لفظ "اخراج" کا استعمال ہوتا ہے
[illegible] "الحدیث اخرجہ البخاری۔ وخرجہ" دونوں کا ایک مفہوم میں استعمال ہوتا ہے [illegible]

۵۔ **طرق تخریج :۔** تخریج کے طریقے پانچ ہیں

(الف) راوی صحابی کی بنیاد پر،

(ب) حدیث کے اولین حرف و لفظ کے ذریعہ

(ج) موضوع حدیث کی بنیاد پر،

(د) قلیل الاستعمال لفظ کے ذریعہ

(ہ) سند و متن کے مخصوص احوال کی بنیاد پر

پہلا طریقہ راوی صحابی :۔

راوی صحابی کو بنیاد بنا کر اس وقت تخریج کی جاتی ہے جبکہ راوی کا نام معلوم ہو اس طریقہ سے حدیث کی تین قسم کی کتابوں سے کام لیا جاتا ہے

(۱) مسانید، جن میں ہر صحابی کی روایات یکجا مذکور ہوتی ہیں۔ خواہ صحابہ کا نام حروف ہجار کے اعتبار سے دوسری کسی چیز کی رعایت کے بغیر اس میں مذکور ہو۔ یا یہ کہ اسلام میں سبقت یا قبائل و اوطان وغیرہ کی رعایت کے ساتھ ہو،

(۲) معاجم وہ کتب جن میں حروف ہجاء کے اعتبار سے صحابہ کے اسماء و روایات کا تذکرہ ہوتا ہے۔

(۳) کتب اطراف، وہ کتب جن میں حدیث کے کسی ضروری و اہم حصہ کو ذکر کرنے کے بعد اس کی تمام اسناد کو جمع کیا جاتا ہے اور عموماً ان کی ترتیب مسانید کے انداز پر ہوتی ہے

اس طریقہ کو بنیاد بنا کر تخریج کی صورت یہ ہے کہ اس سلسلہ کی جس کتاب سے کام لینا ہو پہلے اس کے طریق ترتیب کو پیش نظر رکھ کر راوی کا نام تلاش کیا جائے اور راوی کا نام مل جانے پر۔

---

[۱] ۔ محدث کا کسی کتاب کی کسی روایت کو لے کر خود اپنے یا اپنے مشائخ کے سلسلہ سے اس کو ذکر و نقل کرنا، (اصول التخریج ص ۱۰-۱۱)

اس کی روایت کردہ احادیث کو دیکھا جائے تو مطلوبہ حدیث مل جاتی ہے۔

شلاً مسند امام احمدؒ سے کوئی حدیث نکالنی ہو تو چونکہ امام احمدؒ نے مختلف چیزوں کو پیش نظر رکھا ہے اس لیے انہوں نے الگ الگ کئی ترتیبیں صحابہ کے اسماء میں قائم کی ہیں، ایک ترتیب ان کی افضلیت کے اعتبار سے، ایک ان کی جائے قیام کے اعتبار سے ایک ان کے قبائل کے اعتبار سے، لہٰذا ان چیزوں کو سامنے رکھ کر فہرست میں صحابی مذکور کا نام تلاش کرنا ہوگا اور پھر اس کے بعد ترتیب کے اعتبار سے جہاں اس کا نام ہو وہاں مطلوبہ حدیث کی جستجو کرنی ہوگی، اور چونکہ امام احمدؒ نے متعدد ترتیبیں مختلف بنیادوں پر قائم کی ہیں اس لیے بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ایک صحابی کا اور اس کی احادیث کا ذکر کتاب کے متعدد مقامات میں ہوتا ہے، اس کی وجہ سے حدیث کے متلاشی کو زحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے بعض اہل علم نے محنت کر کے مسند میں مذکور تمام صحابہ کی ایک فہرست حروف ہجاء کے اعتبار سے مرتب کر دی ہے، جس میں یہ بھی نشاندہی کر دی ہے کہ کس صحابی کی روایات مسند کے کن اجزاء میں اور کن صفحات پر ہیں، یہ فہرست مسند کے جزء اول کے آغاز میں ملحق ہے اور مسند کے ساتھ برابر شائع ہو رہی ہے۔

شلاً ہمکو حضرت ابو قتادہ انصاریؓ کی روایت کردہ ایک حدیث کی تلاش و تحقیق مقصود ہے تو اولاً فہرست میں ہم نے ان کا نام تلاش کیا، فہرست میں ان کا نام دیکھنے کے بعد جو کہ ص ۱۱۵ پر ہے، ان صفحات کو دیکھا گیا جن میں ان کی روایات کا تذکرہ بتایا گیا ہے۔ مسند کی جلد چہارم کے ص ۳۸۳ اور جلد پنجم کے ص ۲۹۵ پر ان کی روایات درج ہیں، دونوں جلدوں کے مذکورہ صفحات کی طرف رجوع کرنے پر ان کی دیگر روایات

کے ساتھ ہماری مطلوبہ روایت جلد چہارم کے صفحہ ۳۸۰ پر مل گئی جو یہ ہے

قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی بنا فیقرء فی الظہر والعصر فی الرکعتین الاولین بفاتحۃ الکتاب وسورتین ویسمعنا الآیۃ احیانا وکان یطول فی الرکعۃ الاولی من الظہر ویقصر فی الثانیۃ وکذا فی الصبح۔

دوسرا طریقہ۔ حدیث کا اولین حرف ولفظ :- حدیث کے اولین حرف ولفظ کو بنیاد بنا کر اسی وقت تخریج کی جاتی ہے جبکہ حدیث کے ابتدائی کلمات کا یا کم از کم پہلے حرف و لفظ کا علم ہو، اس صورت میں بھی تین قسم کی کتابیں کام آتی ہیں، جن میں حروف تہجی کی رعایت کے ساتھ احادیث کو جمع کیا جاتا ہے خواہ ان کا موضوع وعنوان کچھ بھی ہو یعنی مقصود محض مشہور احادیث کا جمع کرنا ہو یا عام احادیث کا جو دستیاب ہو سکیں یا کسی خاص کتاب کی احادیث کی فہرست مرتب کرنا،

۱۔ مشہور احادیث کی جامع بعض اہم کتب :-

(الف) التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ۔ بدر الدین زرکشی م ۷۹۴ھ۔

(ب)۔ الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ۔ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ

(ج) المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ۔ محمد بن عبدالرحمان سخاوی م ۹۰۲ھ

یہ اس سلسلہ کی معروف ومتداول کتاب ہے،

(د) کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس۔ اسماعیل عجلونی م ۱۱۶۲ھ

یہ اس سلسلہ کی ضخیم ترین وجامع کتاب ہے کہ اس میں سابقہ تمام کتب کی روایات کو لے لیا گیا ہے اس میں کل ۳۲۲۵ (تین ہزار دو سو چون) احادیث ہیں مثلاً ایک حدیث ہے "سید القوم خادمہم"۔ اس کے ماخذ کی تلاش

کے لیے مذکورہ کتابوں میں سے "المقاصد الحسنۃ" کی طرف رجوع کریں تو حرف سین کی احادیث میں ۵۷۹ پر یہ حدیث موجود ہے جہاں اس کے الفاظ اور مراجع کی پوری تفصیل و تحقیق موجود ہے، صفحات کے اعتبار سے یہ حدیث ص ۲۴۶ پر ہے۔

۲۔ عام احادیث کی جامع بعض اہم کتب :۔ جن کو متاخرین علماء نے متقدمین کی کتابوں سے، اسانید کو حذف کر کے ترتیب و تالیف کیا ہے اور حدیث کے اصل ماخذ کی نشاندہی کے ساتھ حسب موقع ان کی حیثیت کو بھی واضح کیا ہے

مثلاً۔ (الف) الجامع الصغیر من احادیث البشیر النذیر ۔ (جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ ھ) اس کتاب میں دس ہزار سے زائد احادیث ہیں جو عموماً مختصر ہیں اور ان کا احکام سے تعلق نہیں ہے، اور ہر حدیث کو ذکر کرنے کے بعد، اس کے ماخذ، راوی صحابی، اور پھر اس کی حیثیت کو ذکر کیا گیا ہے۔

(ب) الجامع الکبیر۔ یہ بھی سیوطی کی ہے اور اول کے کئی گنا ہے۔

۳ ۔ مخصوص کتب کی فہارس :۔ یعنی وہ کتابیں جن کا موضوع و مقصود حدیث کی کسی ایک یا چند کتب کی احادیث کی فہرست مرتب کرنا ہے۔

یہ کام متاخرین علماء نے کیا ہے

مثلاً (الف) مفتاح الصحیحین، **محمد شریف توقادی**

(ب) مفتاح الترتیب لاحادیث تاریخ الخطیب ۔ سید احمد غماری

(ج) مفتاح الموطا ۔ محمد فواد عبدالباقی م ھ

(د) مفتاح سنن ابن ماجہ ۔ محمد فواد عبدالباقی

(ھ) فہارس جامع الاصول ، "جامع الاصول" صحاح ستہ کی جامع ہے، اس طرح یہ ان کی یکجا فہرست ہے۔

تیسرا طریقہ: موضوعِ حدیث :- کی مدد سے تخریج اس وقت ممکن ہوتی ہے جب کہ حدیث کا کوئی موضوع متعین کر لیا جائے اور اس کے بعد جو کتابیں موضوعات کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہیں حسب ضرورت ان میں حدیث تلاش کی جائے، موضوع کی بنیاد پر مرتب کی جانے والی کتابیں تین قسم کی ہیں۔

۱- تمام ابواب دین کی جامع کتب، جو مختلف انداز پر ترتیب دی گئی ہیں۔

(الف) جوامع مثلاً بخاری و مسلم وغیرہ

(ب) جوامع کے مستخرجات و مستدرکات،

(ج) مجامع،

(د) زوائد،

(د) مفتاح کنوز السنۃ :- یہ اس سلسلہ کی سب سے اہم کتاب ہے، یعنی ہے کہ موضوعات کی بنیاد پر اس کو ۱۴ کتب حدیث و سیر کی روایات کی فہرست کے طور پر مرتب کیا گیا ہے، ان چودہ کتابوں میں صحاح ستہ و موطا مالک کے علاوہ مسند احمد، مسند طیالسی، مسند زید بن علی، سنن دارمی، اور سیرت ابن ہشام، مغازی واقدی، طبقات ابن سعد شامل ہیں، اس کو انگریزی سے عربی میں محمد فؤاد عبدالباقی نے منتقل کیا ہے، اور تخریج اور بالخصوص موضوع کے ذریعہ تخریج کے لیے اس کتاب کو سب سے اہم و مفید قرار دیا گیا ہے جب کتاب کو استعمال کرنا ہو تو اس کے شروع میں اس سلسلہ کی جو ہدایات درج ہیں ان کو ملحوظ رکھا جائے، جو مختصراً یہ ہیں کہ مسلم کے علاوہ صحاح ستہ و سنن دارمی کی روایات کے لیے کتب اور ابواب دونوں کے نمبر

شمار ذکر کیے گئے ہیں مسلم و موطا کے لیے کتب کے نمبرات کے ساتھ احادیث کے نمبرات ہیں۔ اور مسند طیالسی و مسند زید کے لیے احادیث کے نمبرات، اور باقی کے لیے اجزاء و صفحات یا صرف صفحات کے نمبرات، اور تمام کتب کے لیے رموز حروف ہجا، سے ذکر کیے گئے ہیں۔

مثلاً تشہد میں انگلی کے ذریعہ اشارہ والی حدیث کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

(۱) مس۔ ك ۱۵ ح ۱۴۷۔ (۲) بد۔ ك ۱۱ ب ۵۶ (۳) حم۔ اول ص ۳۳۹ رابع ص ۳۱۶[۲] و ۳۱۸[۲] (۴) ط۔ ح ۸۵۷۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ مسلم کی کتاب الحج کی ۱۴۷ نمبر کی، اور ابوداؤد کی کتاب المناسک کے باب ۵۶ اور مسند احمد کے جزء اول کے صفحہ ۳۳۹، اور جزء رابع کے صفحات ۳۱۶ و ۳۱۸ پر، اور مؤطا کی ۸۵۷ نمبر کی حدیث ہے۔

کبھی نشاندہی کی تصریحات کے ساتھ کسی جگہ اوپر بائیں کنارے پر بھی ایک عدد مذکور ہوتا ہے جیسے کہ۔ ۳۱۶ و ۳۱۸ کے اوپر ۔۲۔ کا عدد ہے تو اس سے صفحہ یا باب کے اندر حدیث کی تکرار کو بتانا مقصود ہوتا ہے جیسے کہ اگر تین "میم" اوپر بنے ہوں تو کتاب کے اندر متعدد مقامات پر اس کے ذکر کو بتانا مقصود ہوتا ہے،

اس طریق سے کام کے لیے مفید کتاب "جامع الاصول" بھی ہے جو کہ ابن ماجہ کے بجائے موطا کے ساتھ صحاح ستہ کی جامع ہے، اور اس میں ابواب کی ترتیب حروف ہجار کی بنیاد پر ہے، اور جو اہم ابواب اصل ترتیب میں نہیں آسکے ہیں ہر حرف کے ابواب کے آخر میں ان کی فہرست و مواقع کا تذکرہ ہے۔ اور اس وقت اس کا جو متداول نسخہ (مطبوعہ) ہے اس کے حاشیہ میں اس کی جملہ احادیث

کی تخریج بھی مذکور ہے جس میں ابن ماجہ کو بھی لے لیا گیا ہے، جامع الاصول ہی کے انداز پر کنز العمال بھی ہے کہ وہ بھی جملہ ابواب کی جامع ہے اور اس کی کتب و ابواب کو بھی بعض موضوعات کے پیش نظر حروف ہجا کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔

۲ - اکثر ابواب دین کی جامع کتب :- یہ بھی مختلف انداز کی ہیں مثلاً (الف) سنن (ب) مصنفات، (ج) موطات، (د) سنن کے مستخرجات یہ اکثر و بیشتر فقہی ابواب کے مطابق ہیں۔

۳ - بعض ابواب دین سے متعلق کتب :- یعنی کسی ایک موضوع یا پہلو سے متعلق روایات کی جامع کتب، ان کی بھی بہت سی اقسام و صورتیں ہیں مثلاً (الف) اجزاء، (ب) ترغیب و ترہیب، (ج) زہد و آداب و اخلاق (د) فضائل (ہ) احکام، (و) تخریجات وغیرہ۔

تنبیہ :- جامع، مستخرج، مستدرک، مجمع، زوائد، سنن، مصنف، موطا، اجزاء، وغیرہ سب کی تعریفات اور ان سے متعلق ضروری تفصیلات مؤلفات حدیث کے تحت گزر چکی ہیں۔

چوتھا طریقہ :- قلیل الاستعمال لفظ :- یعنی عبارت میں آنے والا ایسا لفظ جو کم بکثرت استعمال نہ ہوتا ہو اس کو "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی" میں بنیاد بنایا گیا ہے جسے چند مستشرقین نے ترتیب دیا ہے، یہ کتاب سات ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس میں نو کتابوں کی احادیث کو لیا گیا ہے جس میں صحاح ستہ کے علاوہ موطا، مسند امام احمد، اور سنن دارمی شامل ہیں۔ حدیث کے ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل ماخذ کے رمز کے ساتھ مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کے لیے۔ کتب کے نام اور ابواب کے نمبرات مذکور ہیں اور مسلم و موطا کے لیے کتب کے نام کے ساتھ احادیث کے نمبرات اور مسند احمد کے لیے اجزاء و صفحات

کے نمبرات مذکور ہیں۔

اور جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ حدیث کی نشاندہی کے لیے اس کے ایسے لفظ کو پیش نظر رکھا گیا ہے جس کا استعمال کم ہو، ساتھ ہی یہ کہ اسم یا فعل ہو حرف نہ ہو اور نہ علم ہو، اسم و فعل خواہ مجرّد ہو یا مزید فیہ اور جامد ہو یا مشتق۔ حرف یا علم کی بنیاد پر، نیز قال و جاء جیسے بکثرت استعمال ہونے والے افعال و اسماء کی بنیاد پر، حدیث کے ماخذ کو نہیں ذکر کیا گیا ہے۔ جن الفاظ کو لیا گیا ہے ان میں بھی یہ ترتیب ہے اوّلاً فعل کو ذکر کیا گیا ہے پھر اسماء کو، افعال میں پہلے مجرد پھر مزید فیہ، صیغے و دیگر چیزیں ہیں۔ ——— اسماء میں نحوی ترتیب کا لحاظ ہے کہ پہلے مرفوع پھر منصوب پھر مجرور کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہر صورت میں مفرد و منوّن کو غیر منوّن و مضاف سے پہلے ذکر کیا ہے، جیسے کہ پہلے واحد پھر تثنیہ پھر جمع کو لایا گیا ہے، اسم فاعل و اسم مفعول وغیرہ کو جس باب سے وہ متعلق ہوں اسی کے فعل کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

مثلاً ایک معروف حدیث ہے ثلاث من کن فیہ وجد حلاوة الایمان الحدیث اس میں سے خط کشیدہ چاروں الفاظ لیے گئے ہیں اور باقی تین نہیں۔ اور ان کے پیش نظر حدیث کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

ثلاث ۔ م ایمان ۶۶ و ۶۷ خ ایمان ۹ و ۱۴، اکراہ ۱

(مسلم کتاب الایمان کی حدیث ۶۶ و ۶۷، بخاری کتاب الایمان کا باب ۹ و ۱۴ اور کتاب الاکراہ کا باب ۱)

الایمان ۔ خ ایمان ۹-۱۴، اکراہ ۱، ادب ۴۲، م ایمان ۶۶، ن ایمان ۲-۴ جہ فتن ۲۳، حم ۳، ۱۰۳، ۱۱۴،

(بخاری کتاب الایمان باب ۹ و ۱۴، وکتاب الاکراہ باب وکتاب الادب باب ۴۲، مسلم کتاب الایمان حدیث ۶۶ نسائی کتاب الایمان باب ۲-۴،
ابن ماجہ کتاب الفتن باب ۲۳، مسند احمد جز ۱،۳، ص ۲-۱۰ و ۱۴)

چونکہ ایک حدیث جو متعدد کتابوں میں ہو
سب جگہ اس کے الفاظ یکساں نہیں ہوتے تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے کتاب میں اس کا بھی لحاظ ہے کہ سب سے پہلے جس ماخذ کا ذکر ہوتا ہو اس میں بعینہ وہی لفظ ہوتا ہے جس کو ماخذ کے ذکر کے لیے بنیاد بنایا گیا ہے،

پانچواں طریقہ:۔ سند و متن کے مخصوص احوال، کو بنیاد بنا کر تخریج کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کہ متن کی بابت وضع کا شبہ ہو یا رواۃ میں سے کسی کی بابت کوئی تردد ہو یا کسی سند کے رواۃ میں کوئی خاص بات ہو، ان امور کی مناسبت سے جو کتابیں تیار کی گئی ہیں ایسی صورت میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔

۱۔ اگر وضع کا شبہ ہو خواہ کسی وجہ سے ہو تو "احادیث موضوعہ" سے متعلق تالیفات کام آتی ہیں جن میں اس قسم کی روایات سے متعلق پوری تحقیقات مذکور رہتی ہیں۔۔ اس باب کی کتابوں کا ذکر گزر چکا ہے۔

مثلاً حُب الوطن من الایمان" احادیث کے باب میں معروف ہے۔ اس کے وضع و عدم وضع کی بابت تحقیق کے لیے ملا علی قاری کی "موضوعات کبیر" کی طرف رجوع کیا جائے تو حرف حا، کی احادیث میں، ہندی نسخے کے ص ۳۵ پر اس کی تحقیق موجود ہے،

۲۔ رواۃ میں سے کسی کی بابت کوئی تردد ہو یا ان میں کوئی خاص بات

ہو تو رواۃ سے متعلق جو ابواب پیچھے تفصیل سے گزر چکے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر ان کے احوال کی اور ان کے احوال کی بنیاد پر حدیث کی تحقیق و تخریج کی جائے گی،

۶۔ <u>طرق و اصول تخریج کی اہم ترین کتاب</u>:۔ اس موضوع پر اب تک بظاہر ایک ہی کتاب "اصول التخریج ودراسۃ الاسانید" سامنے آئی ہے جو ڈاکٹر محمود طحان (حال پروفیسر کلیۃ الشریعہ جامعۃ الکویت) کی تالیف ہے، تخریج سے متعلق مذکورہ تفصیلات انھیں کی گرانقدر کاوش کا ایک اجمالی خاکہ ہیں۔ جن لوگوں کو بکثرت تخریج کی ضرورت پڑتی ہو انھیں بالخصوص اس کتاب کو کم از کم ایک تبہ پورے طور پر دیکھ ڈالنے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیئے الا یہ کہ وہ خود صاحب فن و صاحب فراست ہوں کہ ان کے سامنے راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔

فصل دوم

سند و رواۃ حدیث کے نقد کا طریقہ

گذشتہ ابواب میں حدیث کی صحت و حسن اور ضعف و سقم سے متعلق تفصیلات گذر چکی ہیں۔ اور یہ بھی کہ ان چیزوں کا مدار حدیث کے ناقلین کے احوال ہیں اور کسی حدیث پر عمل کے لیے جہاں یہ جاننے کی ضرورت ہوتی ہے کہ یہ کس کتاب کی ہے وہیں یہ بھی جاننے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کی حیثیت کیا ہے اس لیے کہ حدیث کے ذخیرہ میں ہوس پرستوں نے بہت سے بیجا تصرفات بھی کیے ہیں نیز یہ کہ ناقلین کے حالات بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ہمارے سامنے جو ذخیرہ موجود ہے اس کا ایک حصہ ایسا بھی ہے کہ جس کی بابت صحت وغیرہ کے فیصلے علماء متقدمین کر چکے ہیں ہم کو صرف یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ علماء نے کیا فیصلہ کیا ہے، اور ایک حصہ ایسا ہے کہ اس کی بابت ہم کو کد و کاوش کی ضرورت ہوتی ہے

۱۔ **غیر محتاج بحث و تحقیق احادیث و اسانید** جن احادیث و اسانید کی بابت علماء باقاعدہ فیصلہ کر چکے ہیں، ان کو چار دفعات کے تحت ضبط کیا گیا ہے

(الف) **احادیث صحیحین** یعنی بخاری و مسلم دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک میں مذکور حدیث و سند جس کی بابت تفصیلات پہلے گذر چکی ہیں۔

(ب) صحت کا التزام کرنے والی کتب :- یعنی ان کتابوں کی احادیث جن کے مؤلفین نے صحیح احادیث کو ہی جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

مثلاً ۱۔ صحیحین کے مستخرجات، ۲۔ صحیح ابن خزیمہ ۳۔ صحیح ابن حبان ۴۔ صحیح ابن السکن ۵۔ مستدرک حاکم اگرچہ مستدرک کی ساری احادیث ایک حیثیت نہیں رکھتیں بہت سی محتاج بحث و تحقیق ہیں۔

(ج) معتمد ائمۂ فن کی تصحیح کردہ احادیث :- یعنی وہ احادیث جن کی صحت کی معتمد ائمہ فن نے تصریح کی ہے۔

مثلاً ابو داؤد، ترمذی، نسائی۔ دارقطنی وغیرہ کی وہ روایات کہ جن کی بابت خود ان مؤلفین نے صحت کی تصریح کی ہے یا بعد کے ائمۂ محققین نے۔

(د) معتمد ائمۂ فن کی تحقیق کردہ احادیث :- یعنی وہ احادیث جن کی بابت علماء سابقین نے پوری تحقیق کی ہے اور اس کے بعد وہ ان کی بابت صحت و حسن یا ضعف و سقم کا کوئی فیصلہ کر گئے ہیں۔ مثلاً ترمذی کی حسن و ضعیف احادیث نیز موضوع احادیث کہ ان کی بابت بھی عام اہل علم کو کاوش و تحقیق کی ضرورت نہیں۔ البتہ فن پر عبور رکھنے والوں کی بات دوسری ہے۔

۲۔ **محتاج بحث و تحقیق احادیث و اسانید**

بحث و تحقیق کی ضرورت ان احادیث و اسانید میں ہوتی ہے کہ جن کی بابت یا تو علماء سے کوئی تصریح منقول نہیں ہے یا معتمد علماء کی تصریح نہیں، یا خود معتمد علماء میں ان کی بابت کوئی اختلاف

ہے، ان صورتوں میں رجال کی تحقیق کے بعد فیصلہ کرنے کی ضرورت
ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے، احادیث کے ذخیرہ میں ایک حصہ اب
بھی ایسی احادیث کا ہے۔

۳۔ نقد رجال کا طریقہ :- آغاز کتاب کے مباحث میں صحت
کے شرائط کا ذکر گذر چکا ہے، تحقیق کا مطلب کسی رجال
حدیث اور اس کے رواۃ کے اندر ان شرائط کے وجود کی جستجو ہے
اور اس کی تحقیق کی کہ کون کون راوی ان شرائط کی نسبت سے کس
معیار پر ہے۔

وہ شرائط اصولی طور پر پانچ ہیں۔

(الف) عدالت رواۃ،

(ب) ضبط رواۃ،

(ج) اتصال سند،

(د) سند و متن کا عدم شذوذ،

(ھ) سند و متن کا علت سے خالی ہونا،

(الف) عدالت رواۃ :- اور (ب) ضبط رواۃ :- کا
علم راوی کے ان احوال کے ذریعہ ہوگا جن کو علماء جرح و تعدیل نے
رجال کی کتابوں میں "تراجم" کے عنوان سے جمع کیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں
اولین شرطیں ہیں اس لیے نقد کی غرض سے سب سے پہلے تراجم پر نظر
کرنی ہوگی۔

تراجم پر نظر کا معاملہ یہ ہے کہ محدثین نے رواۃ کے تراجم یعنی
احوال زندگی و احوال علمی سے متعلق بہت سی کتابیں مختلف
انداز پر لکھی ہیں جن سے متعلق تفصیلات باب دوم میں گذر چکی ہیں جس

راوی سے متعلق تحقیق کرنی ہو اگر پہلے سے اس کے متعلق کسی قسم کے کوئی ایسے حال کا علم ہو جس کو بنیاد بنا کر رجال کی کتابیں ترتیب دی گئی ہیں مثلاً یہ کہ راوی صحاح ستہ کا ہے یا کسی خاص علاقے و طبقہ کا یا اس کی بابت محدثین نے کچھ کلام کیا ہے تو اس حال کو پیش نظر رکھ کر اس کے مناسب کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر ایسے کسی حال کا علم نہ ہو تو اولاً کتب تراجم کی فہارس میں اس کا نام تلاش کرے ایک کے بعد دوسری کتاب میں، اور نام مل جانے پر پھر اس کے ترجمہ کی طرف رجوع کرے، کتب رجال کی فہارس حروف ہجاء کے اعتبار سے بنائی گئی ہیں۔

مثلاً ترمذی وابو داؤد ونسائی وابن ماجہ کے رواۃ کے تراجم کے لیے ابن حجر کی "تہذیب التہذیب" اور "تقریب التہذیب" اور امام ذہبی کی "الکاشف" اور خزرجی کی "خلاصۃ تہذیب الکمال" دیکھی جائے۔

ملکوں اور مقامات کی بنیاد پر تراجم کے جاننے کے لیے تاریخ بغداد، (خطیب کی)، تاریخ جرجان (ابوالقاسم سہمی م ۴۲۷ھ کی) مختصر طبقات علماء افریقہ و تونس (محمد بن احمد قیروانی م ۳۳۳ھ کی) اور اس انداز کی کتابیں دیکھی جائیں۔

طبقات کی بنیاد پر تراجم کے علم کے لیے طبقات کبریٰ (ابن سعد کی)، اور طبقات کبریٰ (تقی الدین سبکی شافعی کی) وغیرہ دیکھی جائیں۔

رواۃ کے مخصوص احوال کی نسبت سے ضعفاء و ثقات سے متعلق مخصوص کتب جن کا ذکر گزر چکا ہے وہ دیکھی جائیں۔

اور جب مطلوبہ راوی کا ترجمہ کسی کتاب میں مل جائے تو اس کے ترجمہ میں یہ دیکھا جائے کہ صاحب کتاب نے اس کی عدالت اور ضبط سے متعلق کیا کہا ہے اور اس فیصلہ کو ذہن یا کاغذ میں محفوظ کر لیا جائے۔

اور اس کے بعد صحت کی تیسری شرط۔

(ج) اتصال سند:- کو پرکھا جائے اور اتصال سند کے اصول وضوابط کے مطابق رواۃ نے نقل روایت کیے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان کی بنیاد پر اتصال یا عدم اتصال کا فیصلہ کیا جائے، یہ اصول گذر چکے ہیں کہ کن الفاظ کو اتصال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یا ان سے اتصال کا ثبوت ہوتا ہے۔

یہ مرحلہ طے ہو جانے پر چوتھی دپانچویں شرطوں۔

(د) شذوذ کا نہ ہونا (ھ) علت کا نہ ہونا:- ان دونوں کی تحقیق کی ضرورت رہ جاتی ہے اور یہ تحقیق اس سلسلہ میں سب سے اہم اور دشوار کن مرحلہ ہے کہ اس کے لیے زیر بحث حدیث کے تمام طرق کو جمع کر کے رواۃ کے اختلافات کو دیکھنا پڑتا ہے اور ان کے مقام و مرتبے کو جاننا اور اس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے،۔

اس لیے یہ کام رجال سے متعلق وسعت معلومات کا طالب ہے اور ساتھ ہی دقت نظر کا بھی ا۔ اور اس مرحلہ سے گذرے بغیر کسی حدیث کی حیثیت سے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، ویسے بعض علماء نے علل سے متعلق ایسی کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن

سے واقفیت اس کام کو آسان کر سکتی ہے۔ مثلاً علل الحدیث (ابن ابی حاتم)، ۲۔ العلل ومعرفۃ الرجال (امام احمد) ۳۔ العلل (ابن مدینی) ۴۔ العلل الکبیر (ترمذی) ۵۔ العلل الصغیر (ترمذی) ۶۔ العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ (دارقطنی) یہ کتاب اس موضوع کی وسیع ترین اور جامع و مفید کتاب ہے۔

۔ **نقد رواۃ کے طریقہ کا بیان** رواۃ کے نقد کے طریقہ کو اس کی جملہ تفصیلات کے ساتھ بڑی وضاحت سے ڈاکٹر محمود الطحان نے، اپنی کتاب "اصول التخریج ودراسۃ الاسانید" کے نصف ثانی میں ذکر کیا ہے جو کہ خاص طور سے اسی مبحث و موضوع سے متعلق ہے۔

۔ **امثلہ:۔** (الف) نسائی نے ایک حدیث یوں روایت کی ہے

اخبرنا اسماعیل[۱] بن مسعود قال حدثنا خالد[۲] بن الحارث قال حدثنا حسین[۳] المعلم عن عمرو[۴] بن شعیب ان اباه[۵] حدثه عن[۶] عبد اللہ بن عمرو قال لما فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ قام خطیباً فقال فی خطبتہ! لا یجوز لامرأۃ عطیۃ الا باذن زوجھا"[۱]

اس حدیث کی سند میں چھ اشخاص ہیں جیسا کہ نمبر ڈال کر واضح کر دیا گیا اس حدیث کا حال جاننے کے لیے ہم کو اولاً ان کے تراجم تلاش کرنے ہونگے، چونکہ نسائی صحاح ستہ میں سے ہے اس لیے ان کے تراجم کا تلاش کرنا بایں معنی کسی قدر آسان ہے کہ کسی ایسی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے جس میں صحاح ستہ کے رواۃ کے تراجم کو ہی جمع کیا گیا ہے جن کا ذکر گذر چکا ہے۔

---

[۱] نسائی ج ۵ ص ۴۹۔

اس کے لیے ابن حجر کی کتاب "تقریب التہذیب" لیجئے اور ذکر کیا جا چکا ہے کہ تراجم کی کتابوں میں ناموں کی ترتیب حروف ہجا کے اعتبار سے ہوتی ہے لہٰذا سلسلہ وار ہر راوی کا ترجمہ اسکے نام کے پہلے حرف کے مطابق فہرست والے حصے میں تلاش کیجئے۔

پہلے راوی "اسماعیل بن مسعود" کا ذکر ہمزہ والے اسماء کی فہرست میں پہلی جلد کے ص ۷۴ پر ہے اور اتفاق سے اس نام کے دو راوی مذکور ہیں ایک کی نسبت "جحدری" اور دوسرے کی "زورقی" ہے۔ اب اس کی تعیین کیسے ہو کہ ان میں سے کون نسائی کی اس حدیث کی سند میں مذکور ہے تو اس کا قرینہ ان کے ساتھ مذکور رموز ہیں، کہ اول کے ساتھ بطور رمز "س" ذکر کیا گیا ہے اور دوم کے ساتھ "عس"۔ "س" ۔ "سنن نسائی" کا رمز ہے، نہ کہ "عس" مزید یہ کہ اول کا طبقہ دسواں ہے جو کہ نسائی سے قریب ہے اور "زورقی" پانچویں طبقہ کے ہیں کہ ان کا شمار صغار تابعین میں ہے جن سے نسائی کا زمانہ کافی دور ہے،

دوسرے راوی "خالد بن حارث" کا ذکر "خ" والے اسماء کی فہرست میں پہلی جلد کے ص ۲۱۱ کے آخر میں ہے۔

تیسرے راوی "حسین المعلم" کا ذکر "ح" والے اسماء کی فہرست میں پہلی جلد کے ص ۱۷۵ پر ہے،

چوتھے راوی "عمرو بن شعیب" کا ذکر "ع" والے اسماء کی فہرست میں دوسری جلد کے ص ۷۲ پر ہے،

پانچویں راوی "شعیب بن محمد" کا ذکر "ش" والے اسماء کی فہرست میں پہلی جلد کے صفحہ ۳۵۲ پر ہے،

چھٹے راوی عبداللہ بن عمرو کا ذکر "ع" والے اسماء کی فہرست میں پہلی

جلد کے ص ۳۶۴ پر ہے۔

ہر راوی کے ترجمہ کو تلاش کرنے کے بعد اس کی عدالت وضبط کو جاننے کا مرحلہ آتا ہے چنانچہ سب کے تراجم سے ان کی عدالت وضبط کے متعلق فیصلے دیکھے جائیں گے۔ ان فیصلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پہلے تین رواۃ کو اعلیٰ درجہ کا عادل وضابط قرار دیا ہے اور آخری راوی صحابی ہیں ان کے متعلق کچھ کہنے و پوچھنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا، البتہ چھٹے و پانچویں راوی کی بابت کچھ کلام ہے مگر معتمد وہ بھی ہیں، اس لیے رواۃ کی عدالت وضبط تو لائق اطمینان ہے

رہی تیسری شرط اتصال سند تو نسائی سے لیکر حسین تک تو اتصال ثابت ہے، اس لیے کہ اخبرنا اور حدثنا کے الفاظ کے ساتھ حدیث نقل کی گئی ہے اور یہ الفاظ براہ راست سننے کی صورت میں ہی استعمال کیے جاتے ہیں ایسے ہی حسین معلم کے شیخ شعیب نے اپنے شیخ سے نقل میں یہی الفاظ استعمال کیے ہیں۔

البتہ حسین معلم نے اپنے شیخ سے اور ان کے شیخ عمرو بن شعیب کے شیخ شعیب نے اپنے شیخ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث کو لفظ "عن" کے واسطے سے نقل کیا ہے جس کے متعلق تفصیلات گذر چکی ہیں حسین چونکہ مدلس نہیں ہیں اس لیے ان کا عنعنہ، اتصال وسماع پر محمول ہے۔ اور شعیب اگرچہ مدلس ہیں مگر ایسے کہ محدثین ان کی تدلیس کو گوارا کرتے ہیں مزید یہ کہ شعیب کا عبداللہ سے سماع بھی ثابت ہے، اس لیے مجموعی طور پر حدیث کا اتصال ثابت ہے۔

اب رہ گیا شذوذ اور علت تو بظاہر اس حدیث کے حق میں کسی قسم کے شذوذ یا علت کا ثبوت نہیں ہے، اس لیے حدیث کی

صحت کا فیصلہ کیا گیا ہے اور کیا جائے گا البتہ چونکہ گذر چکا ہے کہ چوتھے
و پانچویں راوی کی بابت کچھ کلام ہے اس لیے صحیح کے ادنیٰ مرتبہ میں یا
حسن کے اعلیٰ مرتبہ میں قرار دی جائے گی۔
یہ تو مثال صحاح ستہ سے لی گئی ہے۔

(ب) غیر صحاح ستہ کی مثال میں سنن دار قطنی کی روایت ذیل لیجئے۔
نا عبد اللہ بن سعد بن محمد الجمالی، نا ھاشم بن الجنید ابو صالح،
نا عبد المجید بن ابی رواد نا مروان بن سالم عن الکلبی عن
ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انما ھلکت بنو اسرائیل حین حدث فیھم
المولدون ابناء سبایا الامم، فوضعوا الرأی فضلوا[1]

چونکہ دار قطنی صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے نہیں ہیں بلکہ ان
کے کافی بعد کے اس لیے ان کے شیوخ صحاح ستہ کے رواۃ میں
سے نہیں ہیں لہذا، تراجم کی کوئی ایسی کتاب لینی ہوگی جس میں عام
رواۃ کے تراجم ہوں یا اس علاقے کے رواۃ کے جہاں سے ان کا
تعلق تھا کہ عموماً انسان اپنے وطن کے اہل علم سے مستفید ہوتا ہے۔
دار قطنی، بغداد کے ایک محلہ "دار قطن" کے تھے۔ اس لیے بغداد
کے رواۃ سے متعلق تراجم کی کسی کتاب میں... اس حدیث کے
رواۃ کے حالات دیکھنے ہوں گے،

بغداد کے رواۃ سے متعلق خطیب بغدادی کی
معروف کتاب "تاریخ بغداد" ہے
کتاب مذکور کی طرف مراجعت پر معلوم ہوا کہ
اس حدیث کے ــــ ــــ ــــ ــــ ــــ ــــ

---

[1] سنن الدار قطنی، باب النوادر و الاحادیث المتفرقہ

پہلے راوی عبد اللہ بن سعید کا ترجمہ ج ا ص ۱۲۰ پر ہے، دوسرے راوی ہاشم بن جنید ابو صالح کا ترجمہ نہیں مل سکا، تیسرے راوی عبد المجید بن ابی رواد کا ترجمہ، ذہبی کی میزان الاعتدال کی ج ۲ ص ۶۴۸ پر ہے۔ چوتھے راوی مروان بن سالم کا ترجمہ میزان کی ج ۴ ص ۹۰ پر، اور پانچویں راوی کلبی محمد بن سائب کا ترجمہ میزان کی ج ۳ ص ۵۵۹ پر ہے، چھٹے راوی ابو صالح کا ترجمہ میزان کی ج ۴ ص ۵۳۸ پر ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ صحابی ہیں۔

ان میں سے پہلے راوی تو ثقہ ہیں، دوسرا مجہول ہے اور باقی چار مجروح ہیں، حتیٰ کہ بعض پر کذب و وضع کا بھی اتہام ہے اس لئے حدیث کو متروک، قرار دیا گیا ہے۔[1]

---

[1] اصول التخریج ص ۲۱۹ تا ۲۲۳۔

فہرست مراجع

۱	ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون	ظفر احمد تھانوی	ادارۃ القرآن	کراچی
۲	الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ	محمد بن محمود مدنی	دائرۃ المعارف	حیدرآباد
۳	اخبار ابی حنیفہ واصحابہ	ابوعبداللہ الصیمری	المعارف الشرقیہ	حیدرآباد
۴	اختصار علوم الحدیث	ابن کثیر		
۵	الاربعون القدسیۃ	عزالدین ابراہیم	دارالقرآن	بیروت
۶	” ”	ملا علی قاری	مطبع علمیہ	حلب
۷	اسماء الرجال	تقی الدین ندوی	فلاح دارین	ترکیسر گجرات
۸	الاشباہ والنظائر	ابن نجیم مصری		
۹	اصول التخریج ودراسۃ الاسانید	محمود الطحان	دارالقرآن	بیروت
۱۰	اوجز المسالک	محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ یحیوی	سہارن پور
۱۱	بلوغ الامانی	احمد عبدالرحمن البنا	دارالشہاب	قاہرہ
۱۲	البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث	ابن حمزہ ابراہیم بن محمد	دارالباز	مکہ
۱۳	تاریخ فنون الحدیث	محمد عبدالعزیز خولی	مکتبہ استقامت	قاہرہ
۱۴	تاریخ المذاہب الاسلامیۃ	محمد ابوزہرہ	دارالفکر العربی	
۱۵	التعلیق الممجد	عبدالحی لکھنوی	خورشید بکڈپو	لکھنؤ
۱۶	التفسیر والمفسرون	محمد حسین ذہبی	دارالکتب الحدیثۃ	قاہرہ
۱۷	التقریب والتدریب	نووی وسیوطی	داراحیاء	بیروت
	مع مقدمہ وحاشیہ	محمد عبدالوہاب عبداللطیف	دارالسنۃ النبویۃ	
۱۸	التلویح	سعدالدین تفتازانی	نول کشور	لکھنؤ
۱۹	التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید	ابوعمر ابن عبدالبر	وزارۃ الاوقاف	المملکۃ المغربیۃ

۲۰	تنویر الحوالک	سیوطی	دار الباز	مکۃ المکرمۃ
۲۱	تیسیر مصطلح الحدیث	محمود الطحان	دار التعلم	بیروت
۲۲	جامع بیان العلم وفضلہ	ابن عبد البر		
۲۳	حاشیہ نزھۃ النظر	اسحٰق عزوز	مکتبہ علمیہ	مدینہ منورہ
۲۴	" " "	محمد غیاث الصباغ	مکتبہ غزالی	دمشق
۲۵	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ دہلوی	رشیدیہ	دہلی
۲۶	حسامی مع نظامی	حسام الدین اخیکثی نظام الدین کیرانوی	رحیمیہ	دیوبند
۲۷	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم		
۲۸	الخلاصۃ فی اصول الحدیث	حسین طیبی	مطبعۃ الارشاد	بغداد
۲۹	الخیرات الحسان (اردو)	ابن حجر مکی	مکتبہ ایشق	استنبول
۳۰	دراسات فی الحدیث النبوی	محمد مصطفےٰ اعظمی	مطابع جامعۃ الریاض	ریاض
۳۱	الرسالۃ	الامام الشافعی	بابی حلبی	مصر
۳۲	الرسالۃ المستطرفۃ	محمد بن جعفر کتانی	نور محمد اصح	المطابع
۳۳	سنن ابن ماجہ			
۳۴	سنن ابی داؤد			
۳۵	سنن الترمذی مع تحفۃ			
۳۶	السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی	ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی	المکتب الاسلامی	بیروت
۳۷	شذرات الذھب			
۳۸	طبقات الحنابلہ مع تکملہ	ابن ابی یعلی وابن رجب		
۳۹	شرح نزھۃ النظر	ملا علی قاری	دار الباز	مکۃ المکرمہ
۴۰	صحیح البخاری			
۴۱	صحیح مسلم			
۴۲	العجالۃ النافعۃ مع رسائل متعددہ	شاہ عبد العزیز دہلوی		ڈھاکہ

۴۳	علوم الحدیث	ابن صلاح	مکتبہ علمیہ	مدینہ منورہ
۴۴	علوم الحدیث ومصطلحہ	صبحی صالح	جامعہ دمشق	دمشق
۴۵	الفتح الربانی	احمد عبدالرحمن البنا	دارالشہاب	قاہرہ
۴۶	فتح المغیث	سخاوی	مطبعۃ الاعظمی	اعظم گڑھ
۴۷	فواتح الرحموت	عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی	داراحیاء التراث العربی	بیروت
۴۸	الفوائد البہیۃ	عبدالحی لکھنوی	ندوۃ المعارف	بنارس
۴۹	قلائد الازہار	مفتی مہدی حسن	مکتبہ نعمانیہ	دیوبند
۵۰	قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار	عبدالحلیم لکھنوی	قیومی	کان پور
۵۱	قواعد فی علوم الحدیث	ظفر احمد تھانوی	ادارۃ القرآن	کراچی
۵۲	الکفایۃ	خطیب بغدادی	دائرۃ المعارف	حیدرآباد
۵۳	المدخل فی علم اصول الفقہ	محمد معروف دوالیبی	دارالعلم	بیروت
۵۴	مسانید الامام الاعظم	محمد امین الاورکزی	مجلس الدعوۃ والتحقیق	کراچی
۵۵	مسوّیٰ	شاہ ولی اللہ دہلوی	رحیمیہ	دہلی
۵۶	المصباح	سید قاسم اندجانی	مطبعۃ المدنی	قاہرہ
۵۷	مصفّیٰ	عمر رضا کحالہ	رحیمیہ	دہلی
۵۸	معجم المؤلفین	حاکم نیشاپوری	مکتبۃ المثنیٰ	بیروت
۵۹	معرفۃ علوم الحدیث	عبدالرشید نعمانی	دائرۃ المعارف	حیدرآباد
۶۰	مقدمہ مسند امام اعظم (اردو)	نورالدین عتر	ملک پبلشرز	دیوبند
۶۱	منہج النقد فی علوم الحدیث	شاطبی	دارالفکر	بیروت
۶۲	الموافقات	امام مالک	تجاریہ	مصر
۶۳	الموطا	ذہبی		
۶۴	میزان الاعتدال	ابن حجر	عیسیٰ بابی حلبی	مصر
۶۵	نزہۃ النظر	یوسف بنوری	مکتبہ علمیہ	مدینہ منورہ
۶۶	النفحۃ العنبریۃ	احمد معروف بہ ملاجیون		پاکستان
۶۷	نورالانوار		قیومی	کان پور
۶۸	نووی شرح مسلم			

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Phone { 22948 / 20124　　TELE : NADWA

Abul Hasan Ali Nadwi

DARULULOOM NADWATULULAMA
LUCKNOW—226007 (INDIA)

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ، الہند

عزیزی مولوی سید عبید اللہ الاسعدی کے خاندان سے ہمارے قدیم دینی و روحانی روابط چلے آرہے ہیں ان کے خاندان کے متعدد افراد دارالعلوم ندوۃ العلماء سے مختلف نوعیتوں سے مربوط و وابستہ رہے ہیں ان کے والد عزیز گرامی مولوی سید مرتضیٰ صاحب نقوی کتب خانہ ندوۃ العلماء کے ناظر ہیں اور ان کے چچا ڈاکٹر مولوی سید اجتبا حسینی ندوی حال استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل اور ہمارے علمی و دینی حلقے کے ایک عزیز رکن اور رفیق کار ہیں، خود عزیز القدر مولوی محمد عبید اللہ اسعدی سلمہ دارالعلوم کے طالب علم رہے ہیں اور ان کے بعض علمی رسائل پر پہلے نظر پڑ چکی ہے۔

لیکن ان سب روابط و واقفیت کے باوجود مجھے ان کی اس تصنیفی صلاحیت، وسعت مطالعہ اور اسلام کے جامع تصور کا قطعاً اندازہ نہ تھا، جس کا ان کی وقیع کتاب "اسلام مکمل دین مستقل تہذیب" میں اظہار ہوا ہے، اور میرے لئے خوشگوار انکشاف اور قابل مسرت اعتراف کا باعث ہے۔

انھوں نے کوشش کی ہے کہ ایک متوسط درجے کے تعلیم یافتہ مسلمان کے لئے اسلامی عقائد، سیرت نبوی، صحابۂ کرامؓ، اسلام کے بنیادی ارکان، مسلمانوں کے ساتھ علم کے رابطے اور ان کی علمی خدمات، اسلامی ثقافت و علوم دینی، ان کی تہذیبی و علمی خدمات اور تاریخ اسلام کے اہم پہلو اور ان کی بنیادی معلومات کو پیش کر دیا جائے۔ اسی کے ساتھ اسلامی معاشرت، عائلی و اخلاقی، اقتصادی و معاشی نظام کی خصوصیات بھی سامنے آجائیں، جن سے واقف ہونا اس دور ترقی میں اور ایک ایسے ملک میں جہاں مختلف مذاہب و معاشرے پائے جاتے ہیں، بہت ضروری ہو گیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب "اسلام کے مکمل دین اور مستقل تہذیب" ہونے کے موضوع پر ایک ڈائرکٹری بن گئی ہے۔

اور اس قابل ہے کہ جو تعلیم یافتہ مسلمان تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر بڑی کتابوں کا مطالعہ نہیں کر سکتا وہ اس کے ذریعہ ضروری واقفیت اور اسلام کے مکمل دین و مستقل تہذیب ہونے پر اطمینان و اذعان حاصل کرے، اور غیر مسلموں کے سامنے بھی وقت ضرورت اسلام کو پیش کر سکے۔

میں عزیز موصوف کو اس کتاب پر مبارکباد دیتا ہوں۔

ابوالحسن علی ندوی
۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ
۱۴ر جون ۱۹۸۵ء

دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ
رائے بریلی

[ ]

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

Abul Hasan Ali Nadwi

اس طرح یہ کتاب اسلام کے مکمل دین اور مستقل تہذیب ہونے کے موضوع پر ایک قابل قدر کڑی بن گئی ہے

میں عزیز موصوف کو اس کتاب پر مبارکباد دیتا ہوں۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرۂ شاہ علم اللہ

صفحات ۔ ۴۰۰
آفسٹ کی طباعت
قیمت تیس ۳۰ روپے
قیمت پیشگی بھیجنے پر محصول ڈاک معاف

پانچ نسخوں کے آرڈر پر ایک نسخہ ہدیۃً

اہم عناوین

- ایمان، توحید، فرشتے، وحی، رسالت و نبوت، کتب سماویہ، تقدیر، آخرت، کائنات و نظام کائنات، اسلام کے بنیادی ارکان
- جلیل القدر انبیاء، خاتم الانبیاء کی بشارتیں، رسول پاک کی مکی و مدنی زندگی، حلیۂ شریفہ، اخلاق و عادات، اولادِ رسول، امہات المومنین، والدین و اعزا
- علم کی شرعی اہمیت و حیثیت، علوم انبیاء، علوم قرآن، حدیث اور علم حدیث، علم کلام، کلامی مذاہب، علم احکام، فقہی مذاہب، ائمۂ اربعہ، علم اخلاق، علوم عربیت و تاریخ، عام علوم و فنون، مسلمانوں کے صنعتی کارنامے۔
- اسلام کا سیاسی نظام، اسلامی حکومتیں، خلافت راشدہ، اموی، عباسی، عثمانی حکومت، اسلامی ہند، عہد حاضر کی مسلم حکومتیں، جہاد۔
- اسلام کا اجتماعی، معاشرتی، عدالتی، عائلی، معاشی نظام، اسلام کا نظام اخلاق، اسلام کا نظام سزا، اسلامی مساوات و اعتدال، اسلامی قوانین کی بنیادیں، اسلام میں آزادی۔

مکتبۂ حراء لکھنؤ
پوسٹ بکس ۳۷۴

مکتبۂ حراء لکھنؤ

HERAA BOOK DEPOT

P. O. BOX No. 374 LUCKNOW-226 007 (INDIA)

علوم الحدیث اور اصول الفقہ کے بعد
سہل اسلوب اور عام فہم ترتیب و تشریح میں
علوم القرآن
تالیف: محمد عبید اللہ الاسعدی
مدرس جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ
اہم عناوین کی جھلک
مبادیات فن
القرآن
وحی
نزول قرآن
اسباب نزول
قراءات
اعجاز القرآن
امثال القرآن
اقسام القرآن
جدل القرآن
قصص القرآن
نسخ
متشابہات
جمع و تدوین قرآن
رسم قرآن
آیات و سور
اسلوب القرآن
تفسیر و تاویل
ترجمہ قرآن
اور علم تفسیر کی تاریخ، اہم و ممتاز مفسرین کے تراجم اور ان کی تفاسیر
اور علوم قرآن کی اہم کتابوں اور علمائے ہند کی تفاسیر و قرآنیات کا
جائزہ
جلد آرہی ہے
ملنے کا پتہ:
مکتبہ حراء لکھنؤ
پوسٹ بکس نمبر ۳۷

اسعاد الفہوم فی حل سلّم العلوم
حضرت مولانا
صدیق احمد صاحب باندوی
مدظلہ
بانی و مہتمم جامعہ عربیہ ہتھورا ضلع باندہ
منطق کی کتابوں میں سلّم العلوم کا مقام اہم ہے۔
مصنف علیہ الرحمۃ نے غایت اختصار کے ساتھ قواعد و
ضوابط کو جمع فرمادیا ہے، یہی شدت ایجاز بہت سے لوگوں
کے لئے اختصار محض ہے جس کی بنا پر اس کے حل میں دشواری
پیش آتی ہے اسی لئے اس کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں بعض شرح
مستقل معمہ لاینحل بن کر رہ گئی ہیں۔ بعض نے اتنی تطویل کی ہے کہ پڑھنے
والے اکتا جاتے ہیں ـــــ حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر دے،
حضرت الحاج الحافظ مولانا السید صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم
کو کہ انھوں نے طلبہ کے لئے عام فہم اور سلیس زبان میں بہترین طریقہ
پر اس کو حل کردیا ہے، جس سے اصل مسائل بھی حل ہوگئے اور طلبا
کو دیگر علوم کے سمجھنے میں بھی کافی مساعدت ملے گی۔ اللہ جل شانہٗ
اس کا نفع عام اور تام فرمائے۔
(مولانا مفتی) محمود (حسن صاحب دامت برکاتہم)
مفتی اعظم دار العلوم دیوبند
جلد اوّل متعلق تصوّ
صفحات ۱۲۰
قیمت: ۱۵ روپے
مکتبۂ حراء لکھنؤ
پوسٹ بکس ۳۷۴

فیملی پلاننگ سے متعلق شریعت اسلامی کا حکم جاننے کیلئے
محمد عبید اللہ الاسعدی
کی تالیف کردہ:
تحدید نسل
اور اسلامی تعلیمات
مع مقدمہ مولانا محمد برھان الدین صاحب سنبھلی
توسیع بحث کی وجہ سے کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے اور یہ صرف تعلیمی کتاب نہیں ہی بلکہ تبلیغی کتاب بھی ہوگئی ہے جو غیر مسلموں کو بھی ایک نوع کی اسلامی تعلیم سے بہرہ ور کر کے انھیں مطالعہ اسلام اور اسے قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے ــــ فاضل مصنف نے تفصیل کے ساتھ شرعی اور عقلی دلائل سے تحدید نسل کے نظریے کا ابطال کیا ہے اور اسکی مضرتیں واضح کی ہیں انکے ساتھ اس نظریہ کے حامیوں کے اعتراضات و دلائل کے بھی اطمینان بخش اور مسکت جوابات دیے ہیں ــــ اس موضوع پر اب تک کوئی کتاب اتنی جامع، مفصل اور مدلل میری نظر سے نہیں گزری۔
(مولانا) محمد اسحٰق صدیقی (سندیلوی دامت برکاتہم)
سابق مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء - حال مقیم کراچی
دوسرا ایڈیشن
صفحات ۱۶۰
آفسٹ کی طباعت
قیمت ۱۵ روپے
ناشر:
مکتبہ حرا لکھنؤ
P. O. BOX No. 374 LUCKNOW-226 007 (INDIA)